مرزا غلام قادیانی کے کفر پر
مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کا اوّلین فتویٰ کفر 1884ء

فتاویٰ قادریہ

علماء لدھیانہ

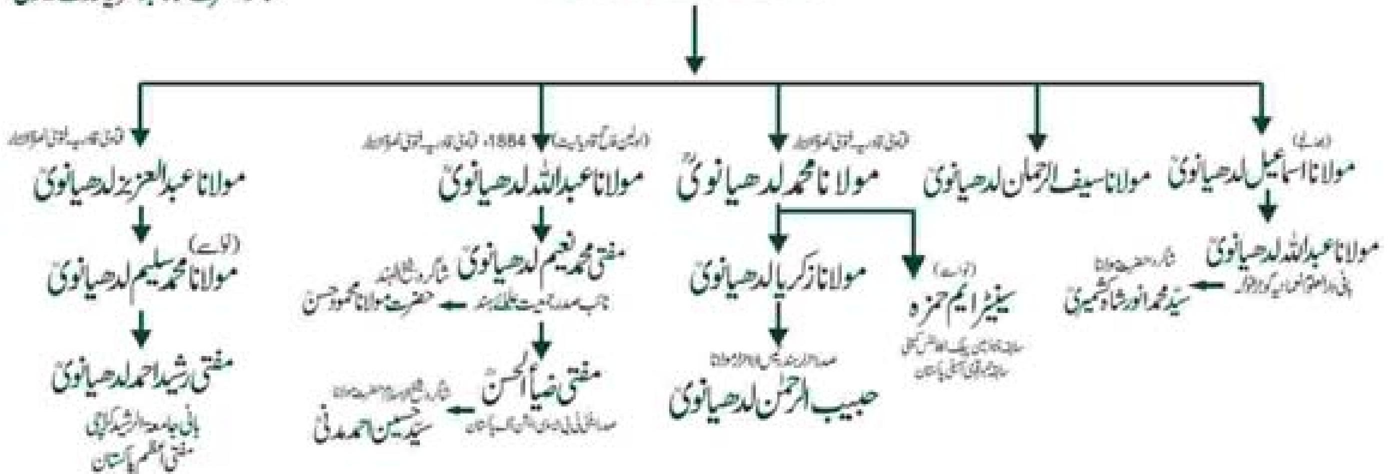
(مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ)

مرتب: مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

خاندان مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ

سالار کاروان آزادی 1857

شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ قادریہ

مرتب

مفتی ضیاء الحسینؒ فاضل دیوبند

مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب

ناشر

اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی

فیصل آباد

فتاویٰ قادریہ

نام کتاب: فتاویٰ قادریہ

مرتب: مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ

اشاعت اول: ۱۸۸4ء بمطابق ۱۳۰۱ھ

اشاعت ثانی: ۱۹۸۰ء

اشاعت ثالث: ۱۹۹۵ء

تعداد: ایک ہزار

اشاعت ثالث: 2017ء

ناشر اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

فتاویٰ قادریہ مختصراً تعارف

میرے تایا مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ نے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ جس کا نام ''1857ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ'' تھا۔ اس مختصر کتاب کے آخر میں انہوں نے فتاویٰ قادریہ فوٹو کاپی کی شکل میں شامل کیا تھا۔ مجھے یہ اندازہ تو نہیں کہ وہ فوٹو کاپی کب سے چلی آ رہی ہے۔ لیکن میرے اِرادے میں تھا کہ اس کو دوبارہ ٹائپ کروا کر چھپوا دینی چاہیے۔

ابھی 2016ء میں پاکستان جانے کا اتفاق ہوا تو میرے رشتہ میں بھتیجے حافظ برہان صاحب نے مولانا زاہد الراشدی صاحب کا تعارف کروایا۔ میں نے مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملنے کی خواہش کی جو مولانا زاہد الراشدی صاحب نے میری بیماری کے مدنظر خود لاہور تشریف لا کر ملاقات کر کے پوری کی۔ بہت لمبے عرصہ کے بعد اُن سے ملاقات کے بعد احساس ہوا کہ اکابرین علماء حق کیسے ہوں گے۔ ان کے خلوص اور سادگی کا ہمیشہ معترف رہوں گا۔

بہر حال ان کے جانے کے بعد حافظ برہان صاحب گوجرانوالہ کو فتاویٰ قادریہ بھیج دیا اور دوبارہ ٹائپ کی گزارش کی کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی زیرِ نگرانی دوبارہ چھپ جائے اور مشکل الفاظ کو بھی آسان الفاظ میں ٹائپ کر دیا جائے۔

فتاویٰ قادریہ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے تایا مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ تحریری فتویٰ اصل میں ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے مرزا غلام قادیانی کے خلاف دیے گئے اوّلین فتویٰ کفر کا تسلسل تھا۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ میں اپنے بھائی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے اوّلین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آغا شورش کشمیریؒ اور مفتی جمیل احمد خانؒ نے مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے اوّلین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے جن کو شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ کو اپنے والد مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد گرامی اور مولانا ذکریا صاحب لدھیانویؒ کے چچا تھے۔ مولانا ذکر صاحب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے والد تھے۔

ہندوستان کی تقریباً ڈیڑھ سو سال کی تاریخ میں مشہور ترین فتاویٰ خاندان علمائے لدھیانہ سے منسوب ہیں۔ ان میں 1857ء کا پہلا فتویٰ آزادی مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ اور تقریباً 32 دوسرے علماء سے منسوب ہے۔

1884 کا فتاویٰ قادریہ مرزا غلام قادیانی کے خلاف اور 1888ء کا کانگریس میں شمولیت اور آزادی کا فتویٰ نصرۃ الابرار بھی علماء لدھیانہ کا ہی دیا ہوا ہے۔

بہت اہم اس میں کہ ہندوستان کے تمام سرکردہ علماء نے ان آخری دو فتاویٰ کی تصدیق کی جن میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ شامل ہیں۔

فتویٰ نصرۃ الابرار کے لیے دیکھیے کتاب "تحریک آزادی میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند کی زرّیں خدمات (حصہ اوّل)"

مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے شاگرد تھے۔ 2010ء میں وفات پائی اور مدینہ المنورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ اور راقم کے تایا۔ اب ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

جب ان کی یاد آتی ہے تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ آمین

بندہ: ایم مفتی عفا اللہ عنہ

فتاویٰ قادریہ

مرزا غلام احمد کی لدھیانہ میں آمد اور کفر کا فتویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پروگرام کے اعتبار سے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اسی دورے کے دوران وہ لدھیانہ بھی آیا۔ اس سے آگے کے حالات مولانا محمد لدھیانوی ؒ کی زبان سے سنیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آکر ۱۳۰۱ء میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان معہ مریدان اور مولوی محمد حسن معہ اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبد القادر اور مولوی نور محمد حقانی مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہ دین و عبد القادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اوّل مسلمان ہوگا۔

مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا۔ اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈال دی ہے بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اوّل کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔

راقم الحروف نے مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر یہ کہ کلام خدا جل شانہ

نے جو میرے سے اس موقع پر سرزد کرایا ہے خالی از لہام نہیں۔

اس روز مولوی عبداللہ لدھیانوی بہت پریشان خاطر رہے بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہیں کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کرایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر معہ مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کھول کر تہبند کی طرح باندھ لیا۔ خواب ہی میں غیب سے آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہوئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دور ہوگئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوں کے لدھیانہ آیا۔

استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور مرزا دنیا کے جمع کرنے کے درپے ہے دین کی کچھ پروا نہیں۔

فی الواقع ان خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں مرزا کو سوا انشاء پردازی کے اور کچھ نہیں آتا خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے ورنہ ''براہین احمدیہ'' کو قبل از تصنیف بلاتعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا ہے۔ کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی تشئیع میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ ساعی رہے ہیں کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنے کا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے۔ کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکورہ کے چند اجزائیں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے، دس اور پچیس، پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول لیے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ جب لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے باقی کتاب کا طبع کرنا یک لخت موقوف

کر دیا۔ کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں یعنی جس قدر مطبوع ہوگی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو قیمت دینی پڑے گی۔ لہٰذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھ کر نئی نئی تالیفات شائع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔

چنانچہ جس روز مرزا قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ صاحب مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے گئے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدّد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۱ تا ۴)



مولانا محمد لدھیانویؒ فتاویٰ قادریہ میں اس طرح درج کرتے ہیں

پھر ہم تینوں (مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ) اس تحریر کو لے کر جلسے دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاوّل ۱۳۰۱ ہجری میں پہنچے۔ دوسرے روز مولوی رشید احمدؒ صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے، بعد ازاں مولوی محمد یعقوبؒ صاحب بھی براہ مہماں نوازی ملنے کو آئے۔

راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلّیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔ میں نے کہا گر اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا کہ قادیانی پر بسبب ظلّیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیمؑ کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہو گا تو پھر آپ کیا جواب دو گے؟ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر میں منع نہیں کرتا۔

کیونکہ آپ اس کے کُل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب "براہین" کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورہ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ ہجریہ مولوی رشید احمدؒ کی خدمت میں برسر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء و فضلا نامدار موجود تھے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرماویں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔

مولوی عبداللہ لدھیانویؒ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت "وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ" پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرماویں۔ مولوی صاحب نے

تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوبؒ صاحب بڑے ہیں اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔مولوی عبداللہ لدھیانویؒ صاحب نے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ جولوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔

مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی خدمت میں

بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی خدمت میں پہنچے۔فوراً مولوی رشید احمدؒ صاحب کے بڑے صاحبزادے نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسنؒ مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آ کر شور وغل مچایا۔مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔میں نے آگے بڑھ کر کہا وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ہمارا اوّل سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے ’’ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب بول اُٹھے کہ نکو آیا‘‘ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہیں کیا۔پھر میں نے مولوی محمد یعقوبؒ صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر لینا۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تحریر

چنانچہ مولانا صاحب نے حسبِ وعدہ کے ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

''یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔''

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کا فرمان

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری صاحب نسبت بزرگ تھے سہارن پور میں رہتے تھے اور بڑے بڑے علماء ان سے سلوک وعرفان کی منزلیں طے کرتے تھے۔ علماء دیوبند کے بعد علماء لدھیانہ آپ کی خدمت میں سہارن پور حاضر ہوئے وہ پہلی اور واحد شخصیت تھی جس نے علماء لدھیانہ کے فتوائے کفر کی کھل کر تائید فرمائی۔ اس پر مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ:

''مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ منہ اس کا دُم کی طرف ہے جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا، جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقینا کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کے تکفیر میں اب متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔'' (فتاویٰ قادریہ ص ۱۵ تا ۱۷)

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارن پوری

بڑے پائے کے بزرگ اور صاحب کشف تھے۔ وہ سہارنپور کے قریب ہی ایک قصبہ میں رہائش پذیر تھے۔

پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارنپور سے کچھ کلو میٹر پہلے اِن کی پرانی مسجد اور خانقاہ اب بھی موجود ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر ہے۔

انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ بھی مدفون ہیں۔

''جو کہ اوّل مکفرین مرزا میں سے ہیں۔''



تحریک ختم نبوت

شورش کاشمیری

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدّد ہونے کا راگ چھیڑ کر لدھیانہ کا سفر کیا تو وہاں بعض افراد نے اس کے استقبال کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے ایک میٹنگ ہوئی جس میں مرزا کے محاسن بیان کیے گئے۔ اس پر مولانا حبیب الرحمن ؒ لدھیانوی کے والد کے چچا مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مرزا انتہا درجہ کا ملحد و زندیق ہے۔ بعض ساتھیوں کو ان الفاظ میں تیزی محسوس ہوئی حتیٰ کہ مولانا حبیب الرحمن ؒ کے دادا جان نے بھی بھائی سے اتفاق نہ کیا۔ لیکن مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ نے استخارہ کیا تو اپنی رائے کو درست پایا۔ آخر "براہین احمدیہ" کے غائر مطالعہ سے مرزا کے ملحد و زندیق ہونے کا اعلان کر دیا۔

چونکہ مرزا کا دعویٰ نبوت عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل تھا اور وہ انہیں آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک مناظر کی حیثیت سے جانتے پہنچاتے تھے۔ اس لیے ابتداً مرزا کی تکفیر سے متعلق بعض جید علماء کو تردد تھا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ؒ اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا یعقوب ؒ نے فتویٰ دینے یا فتویٰ پر صاد کرنے سے گریز کیا۔ لیکن جب اُن کے سامنے مرزا کی تمام تحریریں رکھی گئیں تو انہوں نے مرزا کے خارج از اسلام ہونے سے اتفاق کیا اور عامۃ المسلمین میں مرزا کے تعاقب کی فضا پیدا کی۔ اس دوران ہی میں حرمین شریفین کے علماء نے مرزا کے کفر کی تصدیق کی۔ مکہ معظمہ کے مفتی اعظم رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن نے مرزا کے کفر کا اعلان کرتے ہوئے اُن کے پیروؤں کو بھی اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس کے بعد مصر، شام اور فلسطین کے مفتیان عظام نے بھی مرزا کے کفر پر

فتویٰ دیا۔ فتووں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر کا ہر صوبہ مرزا کے دعویٰ سے باخبر ہو گیا اور قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کے خلاف گستاخانہ بغاوت قرار دیا گیا۔ یہ زمانہ تھا جب وقت کے تمام بڑے بڑے علماء نے مرزا کی خبر لی اور اپنے اپنے دوائر میں مسلمانوں کو اُس کے کفر سے خبردار کیا۔ مولانا لطف اللہؒ علی گڑھی، مولانا شمش الحقؒ عظیم آبادی، مولوی محمد صدیقؒ دیوبندی، مولوی محمد اعظمؒ لکھنوی، مولانا محمد حسینؒ عربی، مولانا احمد حسنؒ کانپوری، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبدالغفار لکھنوی، مولانا عبدالجبارؒ عمر پوری، مولانا احمد حسنؒ دہلوی، مولانا عبدالحق حقانیؒ دہلوی، مولانا محمد حسینؒ بنارسی، مولانا محمد عبداللہؒ غازی پوری، مولانا عبدالعزیزؒ رحیم آبادی، مولانا محمد ادریسؒ جھنجھانوی، مولانا غلام محمدؒ بگوی خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا غلام احمدؒ مدرسہ نعمانیہ لاہور، مفتی محمد عبداللہؒ ٹونکی اورئینٹل کالج لاہور، مولانا رحیم بخشؒ مصنف سلسلہ تعلیم اسلام لاہور، مولانا احمد علیؒ مدرسہ اسلامیہ بٹالہ، مولانا محمد اسحٰقؒ مفتی پٹیالہ، مولانا محمد حسینؒ فیضی ضلع جہلم، حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی، مولانا عبدالقادرؒ تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا محمد علیؒ مونگیری، مولانا عزیز الرحمنؒ دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا احتشام الدینؒ مراد آبادی، مولانا فقیر اللہؒ شاہ پوری، مولانا محمد امان اللہؒ دہلوی، مولانا محمد اسماعیلؒ علی گڑھی، مولانا محمد ایوبؒ ساکن کول، مولانا وصیت علیؒ غازی پوری، مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالحقؒ غزنوی، سید ظہور حسین قادریؒ سجادہ نشین پٹیالہ، مولانا عبدالرحمن لکھوکی، سید اکبر شاہ حنفی پشاوری، مولانا محمد ایوبؒ حنفی پشاوری، مولوی رحمت اللہ پشاوری، مولوی تاج الدینؒ گجراتی، مولوی ہدایت اللہؒ راولپنڈی، مولوی امام دینؒ کپورتھلوی، مولوی اشرف علیؒ سلطان پوری، مولوی عبدالقادرؒ بیگوال، مولوی عبدالرحمنؒ دیوبندی اور مولوی گل محمدؒ دیوبندی اپنے زمانے میں برصغیر کے نامور علماء تھے۔ تمام ملک میں مسلمانوں کے اجتماعی مزاج کی دینی عصبیت پر ان کا عظیم اثر تھا۔ ان سب نے مرزا کے ارتداد کفر کی اس طرح چتھاڑ کی کہ مرزا نائکہ کا آنسو ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے آریوں اور عیسائیوں

سے مناظروں کا ڈھونگ رچا کر جو وقار حاصل کیا تھا وہ خاک میں مل گیا۔ ان کی بدولت انگریزوں کی منشاء کامیاب ہوگئی۔ لیکن وہ خود مسلمانوں میں ہر طرح مغضوب و متروک ہو گئے۔

علماء ان کا پیچھا کرتے اور وہ اُن سے بھاگتے۔ اُس زمانے میں مرزا کا شرعی تعاقب ہی کیا جا سکتا تھا۔ اولاً مسلمان مرزا کے استعماری ظہور سے ناواقف تھے ثانیاً برطانوی استبداد اس درجہ بے رحم تھا کہ مرزا کا سیاسی احتساب سخت مشکل تھا۔ مولانا محمد حسین ؒ بٹالوی نے انگریزوں کے استبداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے تنسیخ جہاد کی اساس قائم کی۔ پھر مرزا کا مقابلہ کیا۔ مرزا کا سب سے بڑا ہتھیار یہ تھا کہ وہ برطانوی سلطنت کے گن گاتے اور اپنے مخالفوں پر باغی ہونے کا الزام دھرتے تھے۔ ممکن تھا مرزا پنجابی مسلمانوں کے خام عقائد میں اپنے لیے جگہ پیدا کر لیتے اور اس طرح ایک طاقتور قادیانی اُمت وجود میں آتی لیکن علماء کی زبردست مزاحمت اور طاقتور احتساب کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا محدود سے محدود ہو کر رہ گیا۔ اِس کی زندگی میں پیروکار ڈیڑھ دو ہزار سے زائد نہ ہو سکے۔ مرزا بشر الدین محمود کے زمانہ خلافت میں تعداد اس لیے بڑھی کہ پہلی جنگِ عظیم میں انگریزوں نے قادیانی سے خلافتِ عثمانیہ کے خلاف کماحقہ فائدہ اُٹھایا۔ اس کے صلے میں قادیانیوں کو نہ صرف یہ کہ مختلف مادی فوائد حاصل ہوئے بلکہ ان کے لیے سرکاری ملازمتوں کا دروازہ کھل گیا جو لوگ دین کے معاملہ میں کمزور تھے وہ اُن فوائد سے متمتع ہونے کے لیے قادیانی ہو گئے۔



روزنامہ ''جنگ'' 07-09-1995

از: مفتی محمد جمیل خانؒ

مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور محدث کی شکل میں لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ بڑھتے بڑھتے نبی، رسول تک پہنچ گیا بلکہ نعوذ باللہ آخر کار اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ سے افضل قرار دیا۔ علماء لدھیانہ نے پہلے ہی مرحلے میں اس کے عزائم دیکھ کر اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا بعد ازاں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر تمام علماء کرام نے اس کی تصدیق و تائید کی۔

روزنامہ ''جنگ'' لندن 07-09-2004

از: مفتی محمد جمیل خانؒ

۱۸۸۴ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی ایک پروگرام کے سلسلے میں لدھیانہ وارد ہوا تو علماء لدھیانہ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے بعض علمائے کرام اور معززین کے ہمراہ مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات کرنا چاہی تا کہ اس کے عقائد واضح ہوں مگر اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ ان حضرات نے مندرجہ عقائد کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس فتوے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء کرام کے خلاف زبان درازی تیز کر دی۔ اپنے عقائد کی وضاحت کے بجائے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کی طرف منسوب کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے یہاں تک کہا کہ وہ بمنزلہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر علمائے لدھیانہ نے دارالعلوم دیوبند، پیر گولڑہ شریف اور تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو روانہ کیا جس کے جواب میں سینکڑوں علمائے کرام نے دستخطوں پر مشتمل تکفیر

قادیان کے عنوان سے فتویٰ دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح اور پھر مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔

روزنامہ ''جنگ'' لندن 1999-09-08

از: مفتی محمد جمیل خانؒ

جس وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور ملہم من اللہ کا دعویٰ کیا تو اِسی وقت علماء لدھیانہ نے اس کی تحریروں کی روشنی میں کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس کی بعد میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر علماء دیوبند نے تصدیق کی اور مسلمانوں نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں سے اجتناب شروع کیا اور مختلف مقامات پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظروں کا سلسلہ شروع کیا۔

سب سے پہلے مناظرہ لدھیانہ کے عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے کیا اس کے بعد جو علمائے کرام عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظروں اور مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ تھے انہوں نے خط وکتابت کے ذریعہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ان عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب وہ اپنے غلط عقائد سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوا تو اہلِ حدیث علماء میں سے مولانا عبدالحقؒ غزنوی اور قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظروں اور تحریروں مقابلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا عبدالحقؒ غزنوی کا مباہلہ تو بہت مشہور ہوا۔

روزنامہ ''جنگ'' لندن 08-09-2001

از: مفتی محمد جمیل خانؒ

دریائے ستلج کے درمیان ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی عیسیٰ پور سے اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی جیسی گوہر نایاب ہستی کا خمیر اٹھایا اور آپ کی ولادت چودھری اللہ بخش کے گھر میں ہوئی جو کہ اپنی خداداد صلاحیت کی بناء پر گاؤں کے نمبر دار مقرر ہوئے تھے۔ والدہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی شفقت مادری سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے۔ جس کا احساس زندگی بھر رہا۔ سن پیدائش غالباً ۱۳۵۱ء اور ۱۹۳۲ء بتایا کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں کہیں اندراج وغیرہ ہوتا نہیں تھا۔ والد محترم دنیادار طبقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی دیندار صاحب نسبت بزرگ تھے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی فیض صحبت نے آپ کی تصلّب فی الدین کی مضبوط قوت پیدا فرما دی تھی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور بدعات سے نفرت آپ کے دل میں منقش ہو چکی تھی۔ قرآن مجید سے شغف کا یہ عالم تھا کہ روزانہ دس پارے کی تلاوت کرتے۔ اس روحانی ماحول میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسفؒ لدھیانوی کا بچپن گزرا اور تربیت ہوئی۔ ۴ سال کی عمر میں والد محترم نے مولانا شاہ عبدالقادرؒ رائے پوری کے مرید خضر صفت بزرگ قاری ولی محمد کی خدمت میں قرآن کریم کی تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ قاری ولی محمد صاحب کی نیکی اور تقویٰ کے اثرات حضرت شہیدؒ کے ذہن میں بچپن میں راسخ ہو گئے۔ جس کا مشاہدہ دنیا نے آخر عمر تک کیا۔ پرائمری تک تعلیم مقامی اسکول میں حاصل کی۔ قرآن کریم کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۳ء میں ۱۳ سال کی عمر میں آپ نے درس تعلیم کا آغاز مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے مدرسہ محمودیہ اللہ والا میں کیا۔ حضرت مولانا امداد اللہ حصاروی سے ایک سال فارسی کی تعلیم حاصل کر کے مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن احرار کے قائم کردہ مدرسہ انوریہ میں صرف نحو کی تعلیم شروع کی۔ مولانا لُطف اللہ شہید، مولانا انیس الرحمن جیسے مخلص ترین اساتذہ سے بہت ہی محنت اور لگن سے ابتدائی علوم پختگی سے حاصل کیے۔ اس دوران تقسیم ملک کا مرحلہ آ گیا۔



روزنامہ ''جنگ'' لندن 2000-09-09

مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط عقائد کو سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے چیلنج کیا اور ۱۳۰۱ء میں جب وہ اپنے خسر کے پاس لدھیانہ پہنچے اور وہاں اپنی مجددیت کا نغمہ الاپنا شروع کیا تو بعض لوگ اس کے ہمنوا ہو گئے اور انہوں نے ایک جلسے کا اہتمام کیا اور اس جلسے کے اعلان کے سلسلے میں بعض لوگوں نے مرزا غلام احمد کی مدح وستائش کرتے ہوئے کہا کہ جو ان پر ایمان لائے گا گویا ''اول المسلمین'' میں شمار ہوگا۔

یہ بات سن کر لدھیانہ کے ایک عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد یا بزرگ نہیں بلکہ وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق ہے۔ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حامیوں نے کہا کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کی شہرت سن کر حسد میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بہرحال دوسرے دن مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ جلسہ کے لیے آیا تو لدھیانہ کے علماء کرام نے اس کی کتابوں سے کفریہ کلمات اور عقائد کو جمع کر کے اس کی روشنی میں کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اِن کے فتویٰ کی ابتدائی طور پر کافی مخالفت ہوئی کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مناظر اسلام کی حیثیت سے اعلیٰ شہرت پاچکا تھا اور اس کے عقائد لوگوں کے سامنے پوری طرح نہیں آئے تھے۔

بہرحال عُلماء لدھیانہ اپنے مؤقف پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنے فتویٰ کی تصدیق کے لیے دارالعلوم دیوبند گئے جس پر مولانا محمد یعقوب ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حسبِ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

''یہ شخص میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔''

اِدھر وقت کے عظیم صوفی بزرگ مولانا شاہ عبدالرحیم ؒ نے اپنے روحانی وجدان سے واضح طور پر فرما دیا:
''اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اس کے بارے میں تذبذب رکھنے والے علماء جلد ہی اس کو کافر

قرار دیں گے۔"

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کی پیشن گوئی کے بعد جلد ہی تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد علماء حرمین شریفین کو بھیجے گئے تو مکہ معظمہ کے رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن نے درج ذیل فتویٰ جاری کیا:

"مدعی نبوت کے کفر میں کوئی شبہ نہیں جو شخص قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق کرے یا اس کی متابعت کرے وہ بھی مدعی نبوت کی طرح کافر ہے۔ اہل سلام سے اس کا رشتہ نکاح و بیاہ صحیح نہیں۔"



مرزا غلام احمد قادیانی

کو سب سے پہلے

علمائے لدھیانہ نے چیلنج کیا

رفیق تارڑ

سابقہ صدر پاکستان

Maulana Muhammad Ludhianvi (ra) and Maulana Abdullah Ludhianvi (ra)
came to the spotlight when they took the lead in denouncing

Mirza Ghulam Qadiani, the founder of Qadiani Sect,

as Kafir (Non-Muslim)

[Professor Dr. Tahir Kamran, Iqbal (Fellow at the University of Cambridge as Professor in the Centre of South Asian Studies Cambridge.

FATAWA e QADRIA

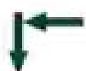
1884

Ulama e Ludhiana

[Maulana Muhammad Ludhianvi (ra), Maulana Abdullah Ludhianvi (ra)
Maulana Abdul Aziz Ludhianvi (ra)

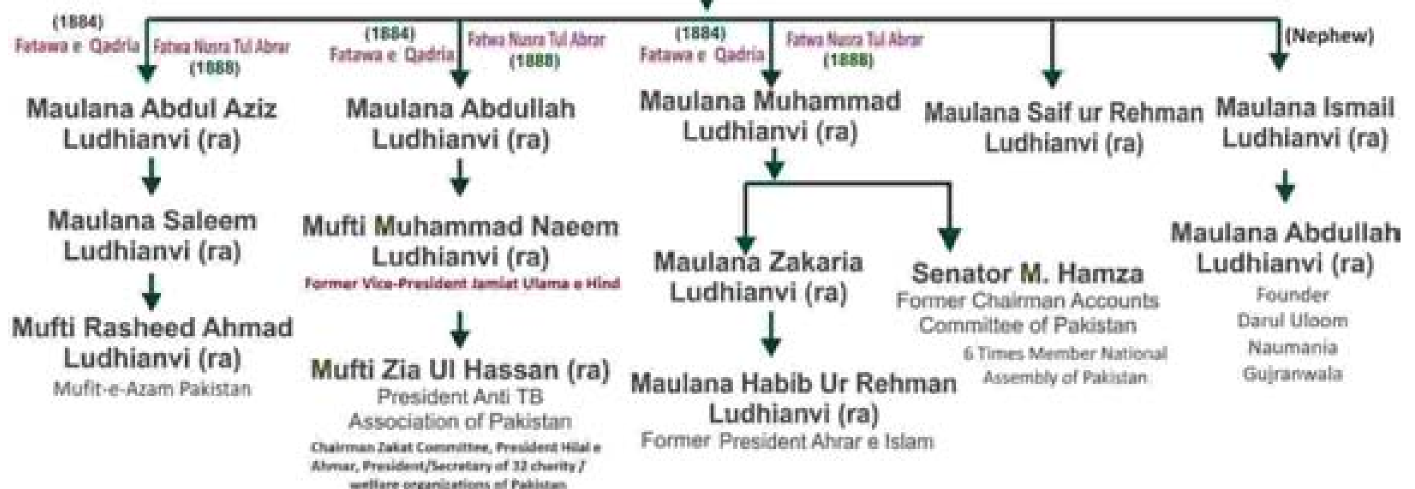
Mufti Zia ul Hussain Ludhianvi (ra)
Al Madinah Al Munawarah (Saudi Arabia)

FAMILY OF
Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (ra)



[Leader of the Independence Movement of India in 1857]

Student of Shah Abdul Aziz Muhadis Dehlavi (ra)



خاندان مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ

سالار کاروان آزادی 1857

شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

- مولانا اسماعیل لدھیانویؒ
  - مولانا عبداللہ لدھیانویؒ
    - سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
- مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ
- مولانا محمد لدھیانویؒ — [illegible]
  - مولانا زکریا لدھیانویؒ
    - حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ — صدر مجلس احرار اسلام
  - سینیٹر ایم حمزہ
- مولانا عبداللہ لدھیانویؒ — 1884 — [illegible]
  - مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ — شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، نائب صدر جمعیت علمائے ہند
    - مفتی ضیاء الحسنؒ — شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
- مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ — [illegible]
  - مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ
    - مفتی رشید احمد لدھیانویؒ — بانی جامعۃ الرشید کراچی، مفتی اعظم پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده وأنجز وعده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد قال الشيخ المحدث الدهلوي صبحت للتهجد ورأيت حياً فضربته فجآء بعد ساعة عسكري وقال لي يطلبك الملك فذهبت معه فقال الملك أ أنت ضربت صاحبنا؟ فقلت ما ضربت لصاحبكم ولكن قتلت حياً فقال لي الملك إني ملك الجانّ وإني سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الحديث:

أقول وأنا العبد الضعيف (المفتى) ضياء الحسين قال حدثني أبي المفتى محمد نعيم اللدهيانوي قال حــدثني أخــي الاكبر المفتى محمد رمضان قال حدثني أبي المفتى عبد الله قال حدثني ابي العلامة عبد القادر قال حدثني الشــاه عبد العزيز المحدث الدهلوي قال حدثني ملك الجانّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وســلم إنّ لهــذهِ البيــوت عوامر فإذا رأيتم شيئاً منها فحرجوا عليها ثلاثا فإن ذهب وإلا فاقتلوه فإنه كافر وقال لهم اذهبوا فأدفنوا صاحبكم.

(الصحيح المسلم – باب قتل الحيات – جلد ٢ صفحة ٢٢٥)

وفي رواية اخر من شاه اهل الله اخي الصغير شاه ولي الله- قال الشيخ اهل الله كنت أقرأ القرآن فــي المســجد بعد صلاة الظهر فإذا رأيت بحية صغيرة فقتلتها، فجاء رجلان فقالا ان الملك يطلبك (وظن الشيخ أنه يطلبه ملك الإنس وكانت دولة المغول تحكم على الهند حينئذ) فقام الشيخ معهما وذهبا به الى البرية والشيخ يســير معهمــا وهو يحسب أن ملك الإنس خرج الى الأصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يزل يمشي معهما حتى رأى بابــا فــى الارض فدخل فيه فإذا هناك ملك الجن يحكم فى المخاصمات، فسلم الشيخ وجلس فى ناحية المجلس، فلمــا فــرغ الملك من القضايا طلب الشيخ وبرز المدعى قائلا ان هذا قتل ابنى ، وأطلب القود منه ، قال الشيخ اهل الله إنــى لم أقتل أحدا، ثم بأن أن المراد بقتل ولده هو ماقتله فى صورة الحية ، فأقرالشيخ بقتله ، وكاد أن يقتــل قصاصــا بأمر الملك ، لكن ظهر هناك في ذلك الحين صحابي جني وقرأ حديث ، من قتل في غير زيه فدمه هدر فأبطــل الملك دمه ، لما سمع من حديث النبي صلى الله عليه وسلم ،وأبلغوالشاه أهل الله مأمنه.

فقد أجزت مولانا محمد ابرالحسن صاحب ________ هذا الحديث بهذا السند المذكور.

المجيز ضياء الحسين عفي عنه

المفتي ضياء الحسين ، فاضل ديوبند ، مقيم مكة المكرمة و جدة.
رقم الهاتف: مكة المكرمة: ٠٠٩٦٦ ٢٥٧٤٠١٢٣
جــــدة: ٠٠٩٦٦ ٢٦٢٠٩٥١٧

التاريخ: ١٠/٠٦/١٤٢٦هـ
الموافق: ١٦/٠٧/٢٠٠٥م

سند الفراغ من المدرسة العربية العالية الإسلامية الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياسا للحلال والحرام وأنار لها منارا وأعلاما يهتدي بها المتخبطون في غياهب الظلام وأقام لها أئمة قائمين
بأمر الله لا يضرهم من خذلهم لا يخافون في الله لومة لائم [illegible] المدام ثم خلفهم في كل عصر أئمة يحفظون الدين وينقلون الأحكام فيا لهم من حملة العلوم
وطوبى لهم من ورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسله حين أظلمت الدنيا وأحاطت بها حنادس الكفر ورجس الأصنام [illegible]
العوام وطهر بها عن درن الشرك ونجاسة الأصنام والأزلام محمد صلى الله عليه وسلم أسس الشريعة أصولا وبين فروعها وفصولا حتى صارت منيعة الأركان
وعلى آله وأصحابه الذين هم قدوة الأنام وسائر الأئمة المجتهدين خصوصا سيدنا أبي حنيفة النعمان وأصحابه الكرام أما بعد فإن العلوم شأنها رفيع وجنابها منيع
لا سيما العلوم الدينية الحقيقية فإنها آيات بينات لا يعرف إلا من فقهه الله في الدين وهداه إلى معالم الحق واليقين وبعد فإن الأخ الصالح الموفق
من الله الكريم المولوي محمد نعيم ابن مولانا المولوي المفتي محمد عبد الله الدهيانوي نور الله مرقده قد دخل هذه المدرسة العربية العالية
الإسلامية الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها ومنبع أنهارها وبحارها الثاني عشر من شوال المكرم سنة ثمان وعشرين بعد الألف
وثلاثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف تحية فقرأ من علم التفسير الجلالين والبيضاوي ومن علم الحديث صحيحي الإمامين البخاري ومسلم
وسنن أبي داود وابن ماجة والترمذي وشمائل الترمذي والموطائين للإمامين مالك بن أنس ومحمد ومعاني الآثار للإمام الطحاوي رحمهم الله تعالى ومشكوة المصابيح
ومن علم أصول الحديث نخبة الفكر ومن علم الفقه الجلدين الأولين والأخيرين من الهداية ومن علم أصول الفقه نور الأنوار ومختصر الحسامي والتوضيح والتلويح
ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشيته للخيالي ومبحث الأمور العامة من شرح المواقف والتعليقات الزاهدية على الأمور العامة من شرح المواقف
شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول ومن علم الأدب المقامات الحريرية وديوان المتنبي وديوان الحماسة ومن علم الفرائض السراجي ومن علم المناظرة
ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشية حسن لمولانا أحمد الله ولمولانا القاضي مبارك والتعليقات الزاهدية على الرسالة القطبية وحاشية
شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول [illegible] الزاهد الهروي ومن علم الفلسفة الميبذي وصدرا والشمس البازغة ومن علم العروض
الرشيدية ومن علم المعقول شرح السلم للعلامة مولانا محمد [illegible] على طريقة رضي عنهما الأساتذة وكان لمدرسة وهو [illegible] الطبع مستقيم الفهم
مولانا علامة محي شرح [illegible] جلال الدين المولوي [illegible] أجزناه وكتبنا هذه الورقة لتكون سندا وتذكرة عند من الحاجة وتوصيه
عرض المفتاح ومن علم الصرف [illegible] شرح الحمدية [illegible] مشتغلا بنشر الأحكام الشرعية مكبا على مطالعة الكتب الدرسية وفي ترويج العلوم
ذو استعداد [illegible] العلوم والآن [illegible] من الإخوة في الدين [illegible] على ما مضى عليه القرون
بالله التوفيق أن يتقي الله سرا وعلانية ويتبع السنة [illegible] في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله
الدينية وأن يكون مقتفيا لآثار السلف الصالحين [illegible] من شهر [illegible] سنة [illegible] وثلاثمائة من الهجرة النبوية صلى الله عليه وسلم
المشهود لهم بالخير من الصحابة والتابعين والأئمة
رب العلمين وكان ذلك لثلاثة أيام

[illegible] المدرسين

امضاءات الأ[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد و اصحابہ و بارک وسلم

بعد الحمد و الصلوۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب لودیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض رساں ہے کہ احوال فرخ مآل اپنے خاندان کا بطور اختصار بیان کرتا ہوں ۔ اصلی مسکن ہمارے جد امجد اعنی حافظ عبد الوارث کا موضع نوکہر وال ضلع جالندھر میں تھا۔ حکیم اور حافظ تھے مولوی عبد اللہ صاحب وانگوی جو اپنے وقت کے زبردست عالم اور ولی مشہور تھے۔ صدہا ان سے فیض پاکر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا ہو گئے۔ خوردسالی میں قرآن شریف اڑھائی ماہ میں حفظ کرلیا تھا۔ قصیدہ بردہ شریف جس کے اشعار عربی زبان میں دوسو سے زیادہ ہیں دو دفعہ سننے کے بعد تیسری دفعہ یاد سنایا ۔ آپکی کرامات بے شمار ہیں ۔ انتقال کے بعد جب ان کو بسبب لحد میں پانی جانے کے قبر سے بعد چالیس روز کے نکالا تو کل جسم آپکا زندوں کی طرح نرم پایا۔ ناخون اور بال بڑھے ہوئے تھے ۔ ۔ آپ نے علم ظاہری مولانا مولوی جان محمد صاحب جالندھری سے حاصل کیا اور فیض باطن میں آپ حاجی لطف اللہ صاحب سے (جو مرزا جان جاناںؒ کے مرید تھے) بیعت کر کے کمال حاصل کیا۔ آپ کی صاحبزادی سے ہمارے جد امجد مذکور کا نکاح ہوا۔ ان سے دو فرزند ہوئے ۔ ایک عمویم میاں غلام نبی صاحب جن کے تین فرزند ہوئے ۔ ایک میاں جی کریم بخش جو حکیم اور مدرس تھے۔ دوسرے میاں جی عبد اللہ، جو علم فقہ میں کمال رکھتے تھے۔ تیسرے مولوی اسماعیل صاحب جو دیندار عالم تھے۔ دوسرے مولونا مولوی عبد القادر صاحب ہمارے والد تھے۔ آپ کے چار فرزند باقی رہے ۔ پہلے مولوی سیف الرحمن صاحب ، جو مولوی محمد آفاق کے والد تھے ۔ دوسرے راقم الحروف اعنی محمد ۔ میرا ایک بیٹا حافظ ذکریا ہے۔ جس نے بعد تحصیل علوم کے کچھ اوپر تین ماہ کے اندر قرآن شریف حفظ کر کے ستائیسوں شب رمضان کو ایک رکعت میں کچھ اوپر چھ گھنٹے کے اندر سنا دیا۔ تیسرا فرزند آپکا مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم تھے۔ جنکی ہمت مردانہ سے فرقہائے باطلہ خصوصا غیر مقلدین اور نیچری اور قادیانی از حد خوفزدہ تھے ۔ انکے چھ بیٹے ہیں ۔ ایک عبد القادر ہے جو تحصیل علوم میں قدرے ساعی ہے۔ دوسرے حافظ محمد یحیٰ جو علوم عربیہ میں بھی اس کو ملکہ ہے اور قرآن کا حافظ بھی ہے۔ عبادات کی طرف اس کو بہت رغبت ہے۔ تیسرا مولوی محمد رمضان جو اس نے علوم عربیہ میں پورا ملکہ حاصل کیا ہے۔ اور چہارم عبد الرحمن جو ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا ہے۔ پنجم ولی اللہ اور ششم محمد نعیم جو قرآن کے حفظ کرنے میں کوشش کر رہے ہیں ۔ چوتھا فرزند آپکا مولوی عبد العزیز صاحب ہیں ۔ جو اس دیار میں علوم ظاہری اور باطنی میں از حد مشہور ہیں ۔ ان کے دو فرزند ہیں ۔ ایک مولوی محمد اسحاق اور دوسرا عبد الرشید جو حافظ قرآن ہے۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل میں ساعی ہے۔ چونکہ ہمارے والد صاحب ہمہ تن امور دینیہ میں مصروف رہے جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اب تک ان کی اولاد میں سے کسی نے انگریزی ملازمت کی

خواہش نہیں کی۔سنا گیا ہے کہ ایام طفولیت میں آپ کو پاوے کے پاس واسطے تعلیم کے سپرد کیا گیا۔وہاں آپکو کہا گیا کہ یوں کہا کرو! پاوا جی کے پیریں پو! یعنی اپنے استاد کے سر پر پاؤں کو رکھو۔آپ نے بس اس لفظ کو زبوں جان کر دوبارہ اس کے پاس نہ گئے۔طالب علمی کی حالت میں ایک دفعہ آپ جے پور سے دہلی آئے۔کسی نے روٹی نہیں دی اور نہ آپ نے کسی سے طلب کی۔کئی دن بعد دہلی میں آ کر کھانا کھایا۔ایک دفعہ بریلی کے قاضی نے آپ سے التجاء کی کہ آپ سو روپے مشاہرہ پر میرے لڑکے کو پڑھایا کرو۔آپ نے وعظ میں رشوت کی تردید کر کے قاضی کو فرمایا! آپ کے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے۔اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کر لی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جائے گی۔تو پھر ہم اپنی باقی عمر کس طرح گزاریں گے۔جب یہ خبر آپ کے استاد آخون عبدالرحمن صاحب کو (جو بڑے زبردست عالم بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔جن سے مفتی شرف الدین رامپوری جو اسی علموں کو بلا مطالعہ پڑھانے کا دعوی رکھتے تھے خوف کھاتے تھے۔) پہنچی فرمانے لگے۔علم اسی کا نام ہے۔ہم لوگ تو مثل گدھے کے کتابوں سے لدے ہوئے ہیں۔ایک دفعہ آپ کے استاد نے مغرب کے وقت مجمع میں آپ کو امام بنایا۔آپ نے سورہ واقعہ درد آمیز آواز سے جو پڑھنی شروع کی۔آپ کے استاد نماز میں با آواز بلند زار زار روتے رہے۔فرمانے لگے میں ولایتی سخت آدمی ہوں۔میں نے ایک آنسو چشم سے نہیں نکالا لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے ایسا متاثر ہوا گویا حشر قیامت برپا ہے۔اور جو کچھ اس سورۃ میں بیان ہے۔سب کچھ میرے روبرو گزر رہا ہے۔ایک دفعہ آپ نہنک خان قوم افغان کا (جو موضع کوٹلہ متصل روپڑ رہتا تھا) خلاف شرع حال سن کر گئے۔جب کھانا آیا تو فرمایا۔اول تم دعوت خدا اور رسول ﷺ قبول کرو۔بعد میں ہم تمہاری دعوت قبول کریں۔نہنک خان نے کہا، شاہ عبدالعزیزؒ اور بڑے بڑے واعظوں کے وعظ سنے۔آپ کھانا کھائیں۔آپ نے جوش میں آ کر خان صاحب مذکور کو وعظ کرنی شروع کی۔فورا متاثر ہو کر تائب ہوا۔کچھ زر انعام میں آپ کو دینے لگا۔آپ نے انکار کیا۔اور شاہ زمان کابلی سے فہمائش کر کے ایک لڑکی کا نکاح کروا دیا۔اور خود شاہ زمان نے مسجد میں آ کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ بلکہ چالیس روز تک پنج وقتہ خود شاہ زمان نے آذان دی۔ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر لودیانہ نے آپ کو واسطے تفتیش مقدمہ مولدل کے طلب کیا۔آپ نے اثناء گفتگو میں بیان کیا کہ بعض انبیاء اور اولیاء پر سکر کی حالت غالب ہوتی ہے۔ان سے خرق عادات زیادہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ، حضرت علیؓ اور حضرت پیران پیرؒ پر یہ حالت غالب تھی۔اس واسطے ان حضرات سے معجزات و کرامات زیادہ سرزد ہوئے۔جس کی باعث غلو محبت میں آ کر عیسائی عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہہ کر گمراہ ہوئے۔اہل تشیع اور بدعتی لوگ

زیادہ محبت میں آ کر راہ امت چھوڑ کر گمراہی میں پڑے۔

حصہ اول　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　فتاوی قادریہ

بعد الحمد والصلوۃ خادم الطلباء محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ جو فتوے ہمارے خاندان کے متفرق ہیں ان کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ کل فیض ہمارے والد بزرگوار کا ہے۔ اس لیے نام اس کا فتاویٰ قادریہ رکھا۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اجر آخرت ہم کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو عطاء کرے۔ آمین یارب العالمین

تحریر در تکفیر　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　غلام احمد قادیانی

بعد الحمد والصلوۃ اہل اسلام کو معلوم ہوا کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہذا اس کے کافر اور مرتد ہونیکا حال بطور اختصار حیز تحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لودیانہ میں آ کر 1301 ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان معہ مریدان اور مولوی محمد حسن معہ اپنے گروہ اور مولوی شاہدین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعوی کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہدین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لودیانہ میں تشریف لائیں گے۔ اور اسکی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف بیان کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔ راقم الحروف نے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی حق میں زبان طعن کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن اخرالامر یہ کلام جو خدا جل

شانہ نے جو میرے لیے اس موقع پر سرزرد کروایا ہے ۔خالی از الہام نہیں ۔اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے ۔کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مکان بلند پر مولوی محمد صاحب اور خواجہ احسن شاہ صاحب کے ساتھ بیٹھا ہوں ۔تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہبند کی طرح باندھ لیا۔خواب ہی میں غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے ۔اسی وقت خواب سے بیدار ہو گئے ۔اور دل کی پراگندگی یکلخت دور ہو گئی ۔اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندؤوں کے لودھیانہ میں آیا ۔استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم اور دوسرے نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہنہ تن کو اپنی گود میں لیکر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔جسکی تعبیر یہ ہے کہ دنیا جمع کرنے کے درپے ہے۔دین کی کچھ پرواہ نہیں ۔فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں کچھ بھی نہیں ۔مرزا کو سوائے انشا پردازی کے اور کچھ نہیں آتا۔خصوصا علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے ۔ورنہ براہین احمدیہ کو قبل از تصنیف بلا تعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعا ناجائز ہے ۔پس جو لوگ اس کتاب کی تشیع میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ کے مساعی رہے ہیں کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں ۔اور قادیانی کا صرف حطام دنیا جمع کرنے کا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے ۔کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزاء میں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول کیے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی ۔اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتا فوقتا ہر خریدار کے پاس پہنچتی رہیں گی ۔جب لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے تو باقی کتاب کا طبع کرانا یکلخت موقوف کر دیا ۔کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں ۔یعنی جس قدر مطبوع ہو گی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ۔ان کو بلا قیمت دینی پڑے گی لہذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقاء کرنا مناسب سمجھ کے نئی نئی تالیفات شائع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔جس روز قادیانی شہر لودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے ۔اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ ملحد اور زندیق ہے۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد ونواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اسکی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ صاحب نے ہماری تحریر کی تر دید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا۔اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر کے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چناچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان ومتبعان قادیانی یہ کہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحب نے مولوی صاحبان کی تر دید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے۔ پھر اس کے اٹکل پچو معنی کر کے اس کو خوب سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بد شکل ہو کر لٹک پڑا۔غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط متناقض یکے بار دیگرے حیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تر دید لکھی

-یظھر ھذا من عدم

انطباق العنوانین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علی المعنونین

بعد الحمد والصلوۃ بمکرمی و معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ نوازش نامہ آپکا در باب تعدیل صاحب براہین احمد یہ بجواب تحریر اینجانب پہنچا۔چونکہ اکثر اقوال جناب کے میری سمجھ میں نہیں آئے اور نیز سکوت بحکم السکوت عن الحق شیطان اخرص میں نہیں کر سکتا۔لہذا یہ عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرمادیں یا بموجب انظر الی قال ولا تنظر الی من قال خدشات مذکورۃ الذیل کو مقالات حقہ قرار دیں۔

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

قال: اگر چہ بعض اقوال در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اسکی تصحیح ممکن ہے۔لہذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امر متبادر معنی کو دیکھ کر تکفیر و ارتداد کا حکم فرمایا اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

اقول: وباللہ التوفیق۔توقف کرنا علماء کا ایسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ تاویل کا وہ نام تک نہیں جانتے

۔ دیکھئے علماء اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مار ڈالا ورنہ اس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا جو قابل تاویل نہ ہو۔ لہذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے۔ بدیدہ ودانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا۔ دیکھئے صاحب طریقہ محمدیہ کیا لکھتے ہیں مایدعیہ بعض المتصوفة فی زماننا اذا انکر بعض امورھم المخالف للشرع ان حرمة ذالك فی العلم الظاھر وانا اصحاب العلم الباطن وانه حلال وانکم تاخذون من الکتاب وانا ناخذ من صاحبه علیه الصلوٰة والسلام فاذا اشکل علینا مسئلة استفتیناھافان حصل قناعة فبھا الا راجعنا الی الله تعالیٰ فناخذ منه ونحو ذالك من التھات کله الحاد وضلال واز وراء للشریعیة الحنیفة وعدم الاعتماد علیھا العیاذ بالله تعالیٰ من ذلك فالواجب علیٰ کل من سمع مثل ھذه الاقاویل الباطلة الانکار علی قائله و الجزم ببطلان مقاله بلا شك ولا تردد ولا توقف ولا تلبث والا فھو من جملتھم بحکم علیه بالزندقة

قال: تکفیر مسلم کی ایسا سہل امر نہیں کہ اسی طرح ذراسی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جاوے۔ خیال فرماویں کہ فخر عالم ﷺ کیا فرماتے ہیں مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے۔

ثلاث من أصل الإیمان: الکف عمن قال لا إله إلا الله, ولا نکفره بذنب, ولا نخرجه من الإسلام بعمل

دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر مسلمان کی کرتا ہو تو دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپ کے کلام کے مؤید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد نہیں لیے۔ ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکاری ہیں کافر نہ ہوئے اور اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر ناضر اور قبروں کو سجدہ کرنا اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہ ہوئے۔ اور نیز جہاد خلیفہ اول کا منکرین زکوۃ پر باتفاق صحابہ اس تعمیم کو اٹھاتا ہے غرض آیات اور احادیث اسی کی تعمیم کو دور کرنے والی بکثرت ہیں۔ آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔ سو مولانا صاحب اسلام ایسی شئی ہے کہ ذراسی بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا۔ جو شخص پردہ الہام ومجددیت میں پیمبروں سے بڑھ کر برملا دعویٰ کر رہا ہے اور صدہا آیات قطعیات کو اس ضمن میں پس پشت ڈال رہا ہے۔ کیونکر کافر نہ ہو۔

قال: اور صاحب مذہب سے منقول ہے کہ لانکفر احد من اہل القبلۃ کہ جس کے باعث علماء نے تکفیر معتزلہ وغیرہ سے اجتناب کیا ہے اگرچہ ہفوات معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں۔ علیٰ ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردد ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ جبتک اہل قبلہ سے کوئی موجبات کفر ثابت نہ ہوتب تک اس کی تکفیر کوئی درست نہیں۔ خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

لانکفر مسلما بذنب من الذنوب وانکانت کبیرۃ اذا لم یستحلھا انتہیٰ بلفظہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ان المراد بعدم التکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ والجماعۃ انہ لانکفر مالم یجد شئی من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر شئی من موجوباتہ انتہیٰ۔

اس واسطے اہل اسلام نے فرقہائے اہل ہوا کو جو ضروریات دین کے منکر ہیں برملا کافر کہا ہے۔ صاحب مواقف بعد نقل اقوال اہل ہوا معتزلہ، شیعہ، خوارج وغیرہ کی تکفیر اور تضلیل ان کے اہل سنت والجماعت سے بلا خلاف صاف صاف نقل کرتا ہے۔ قال فی المواقف ناقلا بعض المعتزلۃ الناس قادرون علی مثل القرآن واحسن نظما وبلاغۃ ولادلالۃ فی القران علی حلال و حرام وللعالم الھان قدیم و محدث ھوالمسیح الذی یحساب الناس فی الاخرۃ والیھود والنصاریٰ والمجوس والزنادقۃ یصیرون فی الاخرۃ ترابا لایدخلون الجنۃ وناقلا عن بعض الشیعۃ انہ کفر الصحابۃ بترک بیعت علی و کفر علی بترک طلب الحق وقال بتناسخ اللہ تعالیٰ جسم فی صورۃ الانسان بل رجل من نور علی راسہ تاج من نور کان روح اللہ فی آدم ثم فی شیث ثم فی انبیاء والائمۃ حتی انتھت الی علی واولادہ الثلثۃ ثم الی عبداللہ والائمۃ انبیاء وابو طالب نبی کفر علی بالتحکیم وابن ملجم محق فی قتلہ وعن بعضھم استبعث من المعجم کتاب یکتب فی السماء و ینزل علیہ جملۃ واحدۃ وعن بعض المرجئۃ الایمان ھو معرفۃ باللہ ورسلہ بما جاء من عنداللہ اجمالا لاتفصیلا قد فرض اللہ الحج ولاادری این الکعبۃ ولعلھا بغیر مکۃ وبعث محمد ولا ادری ا ھو الذی بالمدینۃ ام غیرہ وحرم الخنزیر ولاادری اھذاہ الشاۃ ام غیرھا وغسان کان یحکیہ عن ابی حنیفۃ ویعد من المرجئۃ وھوافتراء علیہ وقال بعد ذکر الفرق الضالۃ عند اختتام عقائد اھل السنۃ والجماعۃ لایکفر احد من اھل القبلۃ الابما فیہ

نفی الصانع القادر العالم او شرك او انكاره النبوة او انکار ما علم مجیئه علیه الصلوة والسلام به ضرورة او انکار المجمع علیه کاستحلال المحرمات واما ما عداه فالقائل به مبتدع غیر کافر وللفقهاء فی معاملتهم خلاف هو خارج عن بحثنا هذا انتهی ملخصا

اب آپ نظر غور سے فرمایئے کہ ہم ان فرقہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہوکر کافر نہ کہیں یہ آپ ہی کا منصب ہے کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ ہو اور دو خدا ہونے کا اور کل صحابہ کے کفر کا اور ابو طالب کی پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے اوپر نازل ہونے کا اور ترک عبادات اور ارتکاب محرمات کو مضر نہ سمجھنے کا قائل ہو اس کو مسلمان قرار دینا - کبرت کلمة تخرج من افواههم

قال: کونسا قول صاحب براہین احمدیہ کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ کے اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت اس کو قبول نہ کرسکے۔ کہ جس پر آپ نے قائل پر ارتداد کا فتوی دے دیا۔

اقول: وباللہ التوفیق، الارض والسماء معك كما معی خلقت لك لیلا و نهارا وغیرہ چند اقوال اس کے اس قبیل کے ہیں کہ تاویل صحت کی اس کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔ اور نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات قطعیات سے قطعی تو پرا انکار ظاہر کیا ہے۔ البتہ اگر قرامطہ کی طرح دور از کار تاویلات کا دروازہ کھولا جائے جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہے۔ حیث قال تحت قول المصنف وتاویل الشرائع کقولهم الوضوء عبارة من موالاة الامام والتیمم هو الاخذ من الماذون عند غیبة الامام الذی هو الحجة والصلوة عبارة عن الناطق الذی هو الرسول بدلیل قوله تعالیٰ الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر والحتلام عن افشاء السر والغسل عند تجدید العهد والزکوة تزکیة النفس والکعبة النبی والباب علی الی غیر ذالك من خرافاتهم انتهی ملخصا

تو کوئی کلمہ کسی اہل ردہ کا کفر تو کیا گناہ بھی نہیں بن سکے گا۔

قال: مولانا بلکہ اس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ کلمات کفریہ نقل کرنے کے بعد ان کے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اس کو ممد اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں آپ جیسے باذوق سے کمال بعید ہے۔

قال: مولانا اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اولین آخرین لوگ نجات نہ پاویں۔ جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے۔ اور خلق ان کی معتقد ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ تحقیق ماتقدم سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فرقہائے باطلہ کی جو ضروریات دین سے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کر رہے ہیں صرف آپ کے نزدیک فرقہائے مقدمۃ الذکر سب کے سب اسلام سے خارج نہیں ہیں۔ ان ہذا الا اختلاق

قال: مولانا۔ علماء محققین نے ان کلمات کفریہ میں جو اہل فتاویٰ نے کفریہ نقل کیے ہیں بھی تامل درباب تکفیر کیا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ بلکہ محققین نے تکفیر کو پایہ تحقیق تک پہنچا کر غیر محقق کو تامل کا حکم فرمایا ہے۔ دیکھئے محقق دوالی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں۔ حیث قال لایکفر احد من اهل القبلة الا بما علم فیه نفی الصانع القادر المختار او شرك او انکار النبوة او انکار ما علم مجئی محمد ﷺ به ضرورة او انکار امر مجمع علیه قطعا اه فان قلت نحن نری الفقهاء یکفرون بکلمات لیس فیها شئی من الامور التی عدها المصنف من موجبات الکفر کما ذکرو فی باب الردة انه لو قال لشخص انی اری الله فی الدنیا یکلمنی شفاها کفر قلت حکمهم بالردة فی الکلمات مبنی علی انه یفهم منه احد الامور المذکورة والظاهر ان التکفیر فی المسئلة المذکورة بناء علی الدعویٰ المکالمة فانها منصب النبوة بل اعلی مراتبها وفیه مخالفة ماهو من ضروریات الدین وهو انه ﷺ خاتم النبیین علیه و علیهم افضل صلوة المسلمین وقس علیه البواقی من الکلمات وتامل فیها لیطهر لك اشعارها باحد الامور التی فصلها المصنف غفر ذنوبه انتهیٰ ملخصا۔

حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو بعض فتاویٰ میں درج ہیں کوئی وجہ کفر کی ان میں جو علماء متکلمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے کلام کی ہے کافر ہوجاتا ہے۔ تو اس کا کیا جواب ہے۔ محقق دوالی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا دنیا میں روبرو ہوکر کا دعوی اعلیٰ درجہ پیغمبری کا دعویٰ ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا کو کہ نص سے ثابت ہے باطل ہوتا ہے اسی طرح بعض کلمات کا حال ہے۔

قال: مولانا ! روی الطحاوی عن اصحابنا لایخرج الرجل من الایمان الا جهودنا ادخله فیه ثم یتیقن انه ردة یحکم بها وما یشك انه ردة لایحکم بها اه

اقوال: وباللہ التوفیق۔اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کلمہ کے معانی میں تردد پیدا ہو یعنی مفتی کو یہ معلوم نہ کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتویٰ کفر دینا درست نہیں۔لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو ماول نہیں بن سکتا۔آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر آیت وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی ماصدق علیہ اس آیت کا کیونکر ہو سکتا ہے۔اگر ایسے نصوص قطعیہ کو بزور تاویل کلیہ ٹھہرایا جاوے تو آنحضرت ﷺ کی خاتمیت تو درکنار ہے نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام تو متعذر بلکہ محال ہو جاوے گا۔

قال: سواد ملت کا اتفاق ہے ترادف وحی والہام پر/ صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہے۔اور بیضاوی وغیرہ نے واوحینا الی ام موسی کی تفسیر میں الہمنا فرمایا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق۔اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا وہ یہ ہے۔سواد اعظم علماء کا الہام کو مرادف وحی قرار دینے میں متیقن ہیں سواسی سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے وحی اور الہام کو باصطلاح علماء مرادف قرار دیا ہے۔چنانچہ خود اس نے اسی مقام میں صراحتا لکھا ہے اور کسی سے سن لیا ہے کہ لفظ الہام کے کتب دینیہ میں وہی معنی کرنے چاہیے کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں جبکہ سواد الی آخرہ۔۔حالانکہ سراسر غلط ہے۔دیکھئے امام غزالی کیا فرماتے ہیں۔قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغیر حیلة ینقسم الی مالایدری کیف حصل والی یطلع اسباب الذی منبی استفادذالك العلم وهو مشاهدة الملك الملقیٰ فی الملك والاول سمی الهاما والثانی وحیا یختص به الانبیاء والاول یختص به الاولیاء والاصفیاء انتهیٰ ملخصا ۔

صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک معانی وحی میں منسلک کیا ہے۔حیث قال الوحی الاشارة والکتابة مکتوب والرسالة والالهام والکلام الملقی اه

اگر اسی کا نام ترادف ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کے مرادف ہوئے۔ان ھذا الاعجاب۔بیضاوی وغیرہ کا اوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الہمنا دال اوپر ترادف کے نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنے معنی متعارف میں مستعمل نہیں۔دیکھئے صاحب بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیت وما کان لبشر ان یکلمه اللہ کی تفسیر میں قرار دیتا ھے ۔حیث قال المراد به الهام والقاء والوحی المنزل به الملك انتهیٰ ۔

قال: ایک عجیب بات ہے خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بتکلف کفریہ بنایا جاوے۔

اقول: وباللہ التوفیق مقدمات مسلمہ خصم کے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہوسکتا ورنہ دلائل الزامیہ کے قیاسات کو عقیمہ سمجھنا چاہیے۔ کما تریٰ البتہ جو شخص اصل عبارات کو چھوڑ کر اور اس کی تائید میں نقل غیر تام لا کر غلط کو بتکلف صحیح بنارہا ہے بڑی جانفشانی سے تو یہاں نقل کو بجائے اصل پھول پھل لگا رہا ہے۔

قال: الہام کو قطعی کہنا قطعیت اسکی یہ معنی ہے کہ ملہم کے نزدیک جو بہت صاف طرح الزام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلاف وحی اھ۔

اقول: وباللہ التوفیق۔ اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے کہ اگر آپ کہیں کہ الہام اولیاء کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے قبل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے الہامات میں فاکتب و لیطبع، ولیرسل فی الارض، اور انی راض منک اور فانی قد غفرت لک کا بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بنسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اس قطعی طور پر برملا ثابت کررہا ہے۔ بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحا بیان کیا ہے۔ وہو ہذا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الٰہی نازل وہ اس کے لیے اور ہر ایک کے لیے واجب التعمیل ہے۔ انتھی ملخصا۔ اب آپ کی اصطلاحات پر قضیہ کیف یصلح العطار ما افسدہ الدھر صادق آرہا ہے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ در مکتوبات دوصد نہم میفرمایند در رسالہ مبداء و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوۃ اللہ تعالیٰ علیہ و معنیٰ فضیلت ایشان از بعض دیگر دو چوں مبناء آن بر کشف والہام است کہ ظنی است ازاں نوشتن و تفرقہ نمودن در فضل نادم و مستغفر است چہ دران باب سخن کردن جز بدلیل قطعی جائز نیست استغفر اللہ و اتوب الی اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولا و فعلا انتھیٰ ایضا در مکتوبات چھل و یکم فرق درمیان ایں دو علوم آنستکہ در وحی قطع است و در الہام ظن زیرا کہ وحی بتوسط ملک است و قلب از عالم امر است اما قلب را با عقل و نفس نحوے از تعلق متحقق است و نفس ہرچند بتزکیہ مطمئنہ گشتہ است: بیت ہرچند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفیات خود نہ گردد پس خطارا آن موطن مجال پیدا شدا انتھیٰ

قال: یا احمد یتم اسمک والا یتم اسمی تمامی کا معنی انقضاء و فنائے جان این طور تاویل میں کیا حرج ہے؟ دوسری معنی لے کر کیوں تکفیر کی جائے۔ کہ خدا تعالیٰ کے نام کو ناتمام لکھا اور اپنے نام کو تمام بتایا کیوں یہ معنی مقرر کرتے ہوئے علی ہذا القیاس سب امور جو اپنے کہتا ہے اس کو ظلال کمالات انبیاء کہہ کر اہ۔۔۔۔

اقول: وباللہ التوفیق ۔دوسرے معنی اس واسطے لیے جاتے ہیں کہ یہ مقام در باب مدح ملہم (مفعول) کی ہے نہ کہ در باب مدح ملہم (فاعل) اور نیز آیت ولیتم نعمته علیك ویهدیك صراطا مستقیما ۔ برتقدیر فرضیت علاقہ اصلیت وظلیت دوسرے معنی کو موید ہے ۔اور نیز اس شخص نے دوسرے مقام میں خود یہی معنی دوسرے کیے ہیں ۔دیکھئے جلد چہارم صفحہ 517 سطر 17) یرضی عنک ربک ویتم اسمک خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کرے گا۔انتہی ۔اب آپ انصافا فرمادیں کہ ہم باوجود فہم وعلم کے معنیٔ مدلل ومصرح کو کس طرح پس پشت ڈال کر معنی اول اختیار کریں ۔اگر صاحب براہین آیت تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلك ،وما رمیت از رمیت ولکن اللہ رمی ،وما ارسلناك الا رحمة العالمین ، اور سورۃ انا اعطیناك الکوثر فصل لربك وانحر وغیرہ کا ترجمہ حسب واقعہ کرتا ہے یعنی ماصدق علیہ ان آیات کا آنحضرت ﷺ کو ٹھہراتا اور ان کے القاء اور الہام کو بطور فال وشگون نیک سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے موقع پر ہوتے ۔اس شخص نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپ کو ماصدق علیہ ٹرنے ایا ہے ۔اگر اس کا نام ظلیت ہے تو اگر کوئی منکر اسلام مع اعانت فبهداهما قتده ، و اتبع ملة ابرهیم الی غیر ذلك من الآیات خاتم النبیین کے کمالات کو ظلال انبیاء ماسبق قرار دے کر انکار نبوت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکو گے ۔شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزمان کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق میں موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے بعض کمالات بھی اسی قسم کے ہیں ۔کہ وہ انبیاء ماسبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے ۔جیسا کہ انگریزی فارسی عربی اردو زبان میں الہامات کا نازل ہونا ، الارض و السماء معك کما هو معی ، وخلقت لك لیلا ونهارا الی غیر ذلك مم لم یخاطب احد من الانبیاء فیما علم قطعیة ۔

قال: مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صاحب یا دیگر سب لوگ ان کے ان مقالات کو حق تصور کریں یا ان کو ایسا اعتقاد رکھو جیسا کہ وہ کہتے ہیں یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ سب افتراء کیا ہے ۔یا ان کو یہ امور بطور القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث النفس قسم کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات من اللہ تعالیٰ ہوں مگر اس میں ان کی مخیلہ اور ہوا جس کا اختلاط ہوگیا ہو یا اختلاط نہیں ہوا مگر ان کی تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اس کے معنی درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر مشروع مراد نہیں مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں اگر القاء شیطانی ہی ہوئے تاہم اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہوسکتی ۔

اقول ۔ وباللہ التوفیق: اگر آپ کا یہ مطلب نہیں تھا تو آپ نے مولوی عبدالقادر اور شاہ دین و مریدون اپنوں کو کتاب براہین کی ترویج سے کیوں مانع نہ آئے اور جو اپنے احتمالات ستہ مقالات اس کے کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ فی حد ذاتہا محتمل ہیں لیکن جب آپ نے اس کی ولایت سے انکار ظاہر کیا تو احتمالات ثلاثہ اخیر جو اقسام الہامات سے ہیں ہر گز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے اور احتمال اول واقعی تصور کیا جاوے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیۃ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا وقال اوحی الی ولم یوح الیہ شئی بوجہ اکمل دلالت کر رہی ہے۔ باقی احتمال ثانی وثالث اگرچہ فی حد ذاتہا مؤدی بہ تفسیق و تضلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی و شہوات نفسانی کو قطعیات رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے ۔ بہر حال کلیہ آپ کا کہ تکفیر اسکی کسی وجہ اور شق میں جائز نہیں جزئیہ کے مقام سے بھی گرا پڑا۔

قال: اور فرمانا کہ دعویٰ اس کا انبیاء سے بڑھ کر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔

اقول: وباللہ التوفیق ۔ دعویٰ الارض والسماء معک کما ھو معی کا پیغمبروں سے بڑھ کر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں۔

قال: مولانا کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے اھ۔

اقول: وباللہ التوفیق ۔ اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریات دین سے انکار ظاہر کرے یا اور کلمات کفریہ زبان پر لائے اس کی تضلیل و تفسیق و تکفیر سے اعراض کر کے مسلمان قرار دے کر اپنے پر بار جہالت وضلالت لینا سخت حماقت ہے ۔ اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام سے اسی طریقہ پر چلے آئے ہیں جب کسی شخص سے کوئی کلمہ شریعت سرزد ہو اس وقت تکفیر و تضلیل کر کے لوگوں کو مبتلا کر دیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ دیکھیے منصور کو علماء وقت نے باوجود غلبہ حال کے مروا ڈالا۔ اگر اسی کا نام نادانی اور حماقت ہے تو کل علماء امت بموجب فرمائے آپ کے نادان واحمق ہوئے۔ اب زمانہ عجائب کل ذی رائیٍ برأیہ لعن آخر الامۃ اولہا کا بموجب فرمان واجب الاذعان آنحضرت ﷺ کے آگیا اعاذنا اللہ منہ وکرمہ

قال: یہ بندہ جیسا اس بزرگ کو کافر نہیں کہتا ان کو مجدد ولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق ۔ جب آپ نے اپنی تحقیق ماتقدم میں اس پر مفتری ہونے کا احتمال بھی جاری کر چکے ہیں تو اب اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں۔ اگر بلحاظ بعض احتمال یہ صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر اور مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپ کو کیا تردد ہے۔

قال: اوران کے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض وسکوت ہے فقط والسلام

اقول: وباللہ التوفیق: جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں ان پر جو خدشات میرے ذہن ناقص میں آئے عرض کر چکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپ کے ذہن میں ہے تو اس کو تحریر فرما دیں۔ اور واضح رہے کہ مقالات اس شخص سے قابل تاویل ہیں کہ جس شخص کی دیانت میں شک نہ ہو۔ اور دنیا داروں سے از بس متنفر ہو۔ البتہ ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ احیانا غلبہ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو اس کی تاویل کے در پے ہونا اس کو معذور سمجھ کر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے۔ اور تقلید ان کلمات کی اہل تصوف کے نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں۔ امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب جلد اول مکتوبات بست سوم میں فرماتے ہیں۔

وما وقع من بعض المشائخ فی السکر من مدح الکفر فمصروف عن الظاہر وانھم معذورون وغیر السکاری غیر معذور فی تقلیدھم ال عندھم ولا عند الشرع انتھیٰ ایضا در مکتوبات جلد 2 نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکریم یمنی گفتہ است کہ سبحانہ تعالیٰ عالم غیب نیست مخدوما فقیر را تاب استماع امتثال ایں سخناں ہرگز نیست باختیار رگ دار فاروقیم در حرکت می آید وفرصت تاویل و توحید نمیدید۔ قائل آں شیخ کبیر سنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی درکار است نہ کلام محی الدین عربی درکار است وصدر الدین قونوی وعبدالرزاق کاشی مارا بنص کار نیست فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔ حق تعالیٰ در کلام مجید خود را بعلم غیب خود می ستاید نفی علم غیب کردن باز سبحانہ بسیار مستقبح ومستکرہ است۔ وفی الحقیقت تکذیب است برحق سبحانہ غیب را معنیٰ دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کبرت کلمۃ تخرج من افواھم فیالیت شعری ما حملھم علی التفوہ بامثال ہذہ الکلمات الصحیحۃ فی خلاف الشرعیۃ منصور اگر انا الحق می گوید وبسطامی سبحانی معذور اند در مغلوب بہ غلبات احوال امام ایں وسم کلام مبنی بر احوال نیست۔ قال کلام السکاریٰ یحمل ویصرف عن الظاہر لا غیرہ اگر متکلم ایں کلام مقصود از اظہار ایں کلام ملامت داشتہ باشد ونفرت اینہا آن نیز مستکرہ است و مستہجن از برائے تحصیل ملامت راہ ہا بسیار است بچہ ضرورت کسی را تا بسر حد کفر رساند انتھیٰ

پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر یہ تشدد فرما رہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفض کی تعریف بسبب نفع دنیاوی اس قدر کر رہا ہے کہ ان کو اپنا مخدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو اہل اسلام اس کی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں انکی مذمت اخبار نویسوں کی طرح اپنی کتاب میں کر رہا ہے۔ کیونکر تشدد نہ کریں۔ آپ کی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام نیچر بھی معاذ اللہ صالح بلکہ اصلح مسلمان قرار

دیا جاوے۔ کیونکہ ہفوات اس کی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں بہرحال اس کو صالح مسلمان قرار دینا اور اس کی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپ کا گویا عوام اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپ نے گمراہ کرنے کا سامان محقق طور پر از سر نو پیش کیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھئے صاحب در مختار نے مطالعہ کلمات ابن عربیؒ سے کس قدر تہدید نقل کی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر و دجال اور جناب گروہ ماولین میں شمار کیے جاوینگے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم فقط والسلام۔

رقمہ محمد لودیانوی وعبداللہ واسمعیل عفی عنہم

پھر اس تحریر کو ہم تینوں ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ 12 جمادی الاول 1301ھ ہجری میں پہنچے۔ دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ بعد از مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے۔ راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمالی زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہے تو اس پر کیا عجب ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں۔ ایسے ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے۔ بلکہ بسبب اتباع ابراہیمؑ کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں۔ اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ 14 جمادی الاول 1301 ہجری کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی مظہر صاحب موصوم وغیرہ علماء فضلاء نامدار موجود تھے۔ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت واما السائل فلاتنھر پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کو جواب عنایت فرما دیں۔ مولوی صاحب کی تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولونا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں اس باب میں جو ارشاد فرمائیں

مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر باواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔ اس کے بعد ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولوی محمد یعقوب صاحب کے ہاں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحب زادہ نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آکر شور مچایا۔ مولانا یعقوب صاحب نے فرمایا سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔ فریق ثانی نے کہا اب انکار کرتے ہیں میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا ہمارا اول سے یہ عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر ہے اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔

جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آکر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے۔ ایک ناک والہ جب سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے ناکو آیا۔ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے۔ کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہیں لیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔ آپ نے فرمایا میں بھی لکھ دونگا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں دو تین روز بعد لکھ کر روانہ کر دونگا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔ چناچہ مولونا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔ اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بوقت ملاقات فرمایا کہ مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ منہ اس کا دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب بھی متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔ قاری عبدالکریم صاحب ساکن قریہ ومن ملانا نے بھی اس کو سخت ملحد اور زندیق تحریر کیا۔ چونکہ یہ شخص غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا۔ محمد حسین لاہوری نے جو غیر

مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔ یعنی کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ اشاعۃ السنۃ قرار دیتا رہا۔ مصرع بر عکس نہند نام زنگی کافور لیکن اس ماہواری رسالہ کے ذریعے سے بموجب شعر

عدد شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔۔۔ خمیر پایہ دوکان شیشہ گر سنگ بہت

اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے ۔ اور ہمارے فتوی کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی ۔ یہاں تک کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے ایک استفتاء قادیانی کے باب میں علماء حرمین کی خدمت میں روانہ کیا ۔ مولانا مولویؒ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالہ جات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ باقی علماء حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں ۔ پھر کچھ دیر بعد قادیانی نے بنا کنجر کی سرائے میں قیام کر کے بذریعہ مولوی عبد القادر کے ہم کو صلح کا پیغام بدیں مضمون کہلا بھیجا کہ مخالفین دین محمدی ﷺ میرے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب علماء اسلام تیرے پر تکفیر کا فتویٰ شائع کر رہے ہیں تو تو ہم کو اسلام کی طرف کس طرح دعوت دے رہا ہے ۔ مصرع ۔ کو خود گمراست راہبری کند ۔ مولوی عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اگر صلح کرنی منظور ہے تو اپنے کلمات کفریہ سے بروز جمعہ برسر وعظ اگر تائب ہو یا گفتگو کر کے ہم کو ساکت کرے یا ہم سے مباہلہ کر لے بجا ۔ جواب الجواب مرزا اپنے مسکن قادیان میں جا کر خواب خرگوشی اختیار کر کے سو رہا بعد اس کے ایک شخص نے کانگرس کی بابت آ کر یہ سوال کیا کہ کانگریس میں شامل ہونا بہتر ہے یا نیچری کی جماعت میں شامل ہونا اولیٰ ہے ۔ ہم نے جواب دیا کہ نیچری کے ساتھ ملنا ہرگز درست نہیں ۔ یہ شخص مرتد ہے ۔ مرتد کے ساتھ علاقہ رکھنا شرعاً حرام ہے ۔ اس شخص نے عیسیٰؑ کو یوسف نجار کا بیٹا بر خلاف قرآن مجید کے قرار دیا ہے ۔ عبد القادر و شاہ دین وغیرہ معتقدین قادیانیوں نے غیر مقلدین سے مشہور ملکر یہ مشہور کیا کہ مولوی صاحب ہندوؤں سے مل گئے ہیں اور ایک فتویٰ علماء کو دھوکہ دے کر ایسا تیار کیا کہ جس کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص ہندو کی اعانت کرے اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ شخص فاسق و کافر ہے ۔ بعد ازاں مولوی عبد العزیز کے نام منسوب کر کے طبع کرا کے شائع کیا ۔ جب علماء کو دھوکہ دینا ان کا معلوم ہوا فوراً ہر عالم نے اپنا معذرت نامہ مولوی عبد العزیز صاحب کی خدمت میں روانہ کیا ۔ کہ ہمارا فتویٰ بالکل بھی آپ کی نسبت نہیں ہم آپ کو مصداق اس فتویٰ کے نہیں جانتے ۔ آپ کو کافر جاننے والے خود کافر ہیں ۔ مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی و مولوی غلام رسول صاحب امرتسری بھی اس معذرت میں شامل

ہیں۔ان سب صاحبوں کے معذرت نامے رسالہ نصرت الابرار میں بطور اختصار کے درج کر کے شائع کیے گئے۔جس شخص کو تفصیل دار حال معلوم کرنا ہو اس رسالہ کا ملاحظہ کر لے۔اس وقت موقع پا کر مولوی شاہ دین وعبدالقادر نے غیر مقلدین سے ملکر محمود شاہ غیر مقلد کو بلوا کر ہمارے مقابلہ میں وعظ شروع کروایا۔ہم نے فوراً جو اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب نے بابت چوری اور قید ہونے محمود شاہ مذکور کے سالہا سال سے شائع کیا ہوا تھا ازسرنو طبع کر کے شائع کر دیا ۔اس وقت اکثر سکان بندہ ہذا نے اس کو بہتان سمجھا جب کچھ دیر بعد محمود شاہ مذکور نے مولوی محمد حسن غیر مقلد لودیانوی سے کچھ مبالغ بطور فریب کے بذریعہ منی آرڈر سہارنپور میں منگوائے۔اور مولوی محمد حسن نے اس پر نالش کی اور اہل پولس نے وہی مثل جس میں اس کا قید ہونا بابت چوری کے درج تھا برآمد کرائی۔تب سب کہنے لگے کہ مولوی صاحبان کا اشتہار سچا تھا۔اسی طرح محمد حسین لاہوری نے جب خیال کیا کہ علماء حرمین اور اکثر علماء ہند نے قادیانی کی تکفیر پر مولویان لدھیانیوں کے ساتھ جن کے میں برخلاف ہوں اتفاق کر لیا تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی امداد سے دستبردار ہو کر اس کی تکفیر پر کمر باندھوں۔اسی اثناء میں قادیانی نے اپنے عیسیٰ موعود ہونے کا دعویٰ کر کے اشتہار جاری کیے اور ان اشتہاروں میں اہل علم کا نام لے کر مخاطب کر کے لکھا کہ اگر آپ کو شک ہو تو میرے ساتھ مباحثہ کرلو۔اشتہاروں میں ہمارا نام بھی درج کر دیا ہم نے جواب میں یہ اشتہار جاری کیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحق یعلو ولا یعلیٰ علیہ

چراغ را کہ ایزد برفروزد　　　　ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

بعد از حمد وصلوٰۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شائع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں۔مولوی محمد مولوی عبداللہ مولوی عبدالعزیز وغیرہ جو میرے برخلاف ہیں میرے سے جلسہ عام میں روبرو ایک افسر یورپین کے برمکان احسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کر لیں۔چونکہ ہم نے فتویٰ 1301ھ مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا اور رسالہ نصرت الابرار اور فیوضات مکی میں بحوالہ حرمین تحریر کر چکے ہیں۔کہ یہ شخص اور ہمعقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں۔پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اول سرکار سے اجازت طلب کر لے کیونکہ حاکم شہر ہذا چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص اجنبی اس شہر میں آ کر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ

مذہبی منعقد نہ کرے۔ ورنہ سرکاری مجرمہ قرار دیا جاویگا۔ بعد اجازت حاصل کرنے کے شہزادہ قادر صاحب یا مکان خواجہ احسن شاہ صاحب یا کسی اور رئیس کے مکان کو واسطے گفتگو کے مقرر کر کے ہم کو مرزا صاحب اور صاحب مکان تحریری طور پر اطلاع دیں کہ ہمارے مکان پر مرزا سے آپ آ کر بحث کر لیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہو گی۔ اگر مرزا قادیانی بسبب کم لیاقتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکے تو اپنے متبعین کو ہمراہ لیکر میدان گفتگو میں آوے۔ اگر اس نہج پر بھی وہ مطمئن نہ ہو تو ان اہل علموں کو جو مرزا قادیانی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں جانتے ہمراہ لیکر مکان گفتگو پر حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کرے۔ چونکہ ہر ایک شخص بموجب زعم اپنے کے اپنے آپ کو حق پر جانتا ہے۔ لہذا تمیز حق و باطل کے کوئی منصف مقرر کرنا ضروری ہے۔ لہذا پہلے مبادی بحث جلسہ اولیٰ میں فریقین مل کر کے مقاصد میں بحث شروع کریں۔ اگر مرزا قادیانی کو اس بحث کرنے میں دشواری معلوم ہو تو ہم ایک طریق بحث کا جو نہایت آسان بتاتے ہیں۔ اس کو اختیار کر لیں۔ جس میں ان کا ایک حبہ بھی خرچ نہ ہو وہ امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ بلا خرچ مکہ معظّمہ و چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدعا کو ظاہر کرے تا کہ اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا نمودار ہو اور آئندہ کوئی ایسے دعاوی باطلہ کے دعویٰ کرنے میں جرات نہ کرے۔ اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندئ شرائط کے منظور ہو تو عید یا جمع کے مجمع میں حاضر ہو مستفید ہوں۔ اور اگر امورات مذکورہ بالا سے کسی امر کی تعمیل کرنے میں پہلو تہی کریں تو ان کو لازم ہے کہ آئندہ ایسے دعاوی سے اپنا تائب ہونا ظاہر کریں۔ خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کر لے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں تصریح کے ساتھ موجود ہیں۔ اگرچہ عوام کالانعام بعض مسائل کو سن کر کہتے ہیں کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مسئلہ کی صداقت ظاہر کر دیتا ہے۔ تو پھر اسی منہ کہتے ہیں کہ ان کا مسئلہ ٹھیک نکلا۔ دیکھو محمود شاہ کا جو ہم نے حال اشتہار میں لکھا تھا خدا تعالیٰ نے اس کے مددگاروں کے ہاتھ سے صداقت ہمارے اشتہار کی ظاہر کی۔ اسی طرح جیسا ہم نے 1301 ہجری میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت بھی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی تحرارت سے ظاہر کر دی جو اس کے اول درجہ کے مددگار تھے۔ اور علماء مکہ معظّمہ نے بھی ہمارے فتویٰ کو صحیح قرار دیا

۔اب مسکنائے شہر ہذا کو جواس پر عقیدہ رکھتے ہیں یا کچھ ان کے دل میں اس کے کافر ہونے کا شبہ ہے مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آویں۔اور سرکاری انتظام اگر مرزا نہ کر سکے تو اس کے مرید جواس پر دل وجان سے فدا ہیں ۔اس امر کا بندوبست کر لیں ۔ورنہ سکنائے شہر سے چندہ کر لیں ۔اگر صرف لقلقہ ہی غرض ہے تو مثل برادر اپنے کے چماروں کے پیغمبر بن کر اپنا کام چلاویں یعنی جیسا مرزا امام الدین قوم جاروب کش میں امام مہدی بن بیٹھا ہے تو مرزا غلام احمد چماروں کے عیسیٰ بن کر اپنا مطلب حاصل کر لیں ۔چونکہ مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے ۔لہذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاویگا۔اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر مع ترجمہ کرنی پڑیگی ۔تا کہ عوام کالانعام جو مرزا کو بڑا عالم جانتے ہیں ظاہر ہو جاوے کہ مرزا کو سوائے مرزائیت کے یعنی انشاء پردازی کے جو اس قوم کی جبلی خاصیت ہے کچھ علمی لیاقت نہیں ۔خصوصا علم دینی سے تو بالکل نابلد ہے۔ورنہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کو قبل از اتمام معرض بیع میں نہ لاتا کیونکہ بیع شئی معدوم کی بدون شرائط سلم جو فیما نحن فیہ میں مفقود ہیں شرعا ہرگز درست نہیں ۔پس جو شخص مرزا کو مجدد یا عیسیٰ موعود اعتقاد کرتے ہیں پرلے درجے کے نادان ہیں ۔خدا تعالیٰ اس گروہ کو ورطہ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت پر لائے یا ان کے شر سے عوام کو محفوظ رکھے ۔اگر کسی طرح حیلہ یا بہانہ مرزا قادیانی کسی شرط کی بابت پیش کرنا چاہیں تو بالکل لغو ہے۔کیونکہ سرکاری طور پر فیصلہ اس کا بروقت بحث ہو سکتا ہے ۔یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے شرائط بروقت حاضری سرکار میں داخل کریں جن شرائط کو سرکاری افسر منظور فرمادے وہی فریقین کو تسلیم کرنا پڑیں گی ۔بعد میں مباحثہ اس طرز سے شروع ہوگا کہ جس کی ایک ایک فرد شامل مثل سرکاری ہوگی ۔اور ایک ایک فرد فریقین کے پاس رہے گی ۔تا کہ کسی کو کمی زیادتی کی گنجائش نہ ہو۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

المشتہران ۔مولوی محمد ومولوی عبداللہ ومولوی عبدالعزیز سکنائے لودیانہ عفی عنہ مرقوم 29 رمضان المبارک 1308ھ

اس اشتہار کے شائع ہونے سے مرزا قادیانی مثل نمرود کے آیہ فبہت الذی کفر کا مصدق علیہ ہو گیا۔اور کل کاروائیاں اس کی ھباء منثورا ہوگئیں ۔عالم حیرت میں آکر اپنے حواریوں کو طلب کیا خصوصا حکیم نورالدین جس کو ساٹھ سال کی عمر میں دوازدہ سالہ دختر منشی احمد جان صاحب لودیانہ کی بذریعہ قادیانی ہاتھ لگی ۔فورا لاہور سے فریادرسی کے واسطے طلب کیا۔بعد مشورہ یہ امر قرار پایا کہ ان مولویوں سے ہم کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے ۔کیونکہ جب یہ تقرری ثالث ایمان میں مباحثہ شروع ہوا تو فتویٰ حرمین جس میں دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا بہ نسبت آپ کے ذکر ہے ۔تو

فورا منصف ہمارے فریق پر ارتداد کا حکم لگا کر فریق ثانی کو فتح یاب کرے گا جس سے ہمارے کل دعاوی پر پانی پھر جائیگا پھر عیسیٰ موعود ہونے میں کسی طرح گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ بے ایمان کا عیسیٰ ہونا دائرہ امکان سے خارج ہے ۔القصہ آپ نے ان مولوی صاحبان کو مخاطب کرنے میں کمال غلطی کی ۔البتہ جو اہل علم برخلاف ہر سہ مولویان آپ کو مسلمان جانتے تھے ان کے مخاطب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ۔کیونکہ ان سے صرف عیسیٰؑ کی زندگی میں بحث کرنے کا موقع ہم کو مل سکتا ہے ۔ایمان کی بحث کا نام بحکم المرء یوخذ باقرارہ زبان پر نہیں لا سکتے لہذا اب اس سے بہتر اور کوئی مشورہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان مولوی پر کوئی الزام قائم کر کے گفتگو کرنے سے اعراض ظاہر کریں ۔اگر آپ کی بحث مولوی محمد حسین لاہوری سے مقرر ہو جو آپ کے اسلام کا اقرار کر چکے ہیں تو نہایت مناسب ہے ۔اس عاجز کو تاریخ مقررہ سے چندروز پہلے اطلاع دیں تا کہ بخوبی انتظام کیا جاوے ۔بنابریں قادیانی نے ایک اشتہار یازدہم شوال 1308ھ میں بنام پادریان جاری کیا ۔جس کا حاصل یہ تھا کہ مسلمان ہمارے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں اس واسطے ہم پادریوں سے بحث کرنے کا اشتہار دیتے ہیں ۔۔سختی سے برتاؤ کا اطلاق کفر وارتداد وغیرہ جو ہمارے مذکورۃ الصدر میں ہے مراد لیا ہے اکثر عوام بلکہ خاص بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے کو خلاف تہذیب خیال کرتے ہیں اگر بنظر غور خیال کریں تو ان الفاظ کا مہذب ہونا اظہر من الشّمس و وابین من الامس ہے ۔کیونکہ خنزیر کو خنزیر کہنا خلاف تہذیب نہیں ۔البتہ جو شخص بکری کو خنزیر یا خنزیر کو بکری قرار دے تو وہ ضرور تہذیب سے خارج ہے ۔چونکہ ہمارا اشتہار مذکورہ خلاف واقع نہیں اور واسطے خیر خواہی عوام کے قادیانی کا حال مثل کتب اسماء الرجال کی ظاہر کر دیا تا کہ عام لوگ گمراہ ہونے سے بچ رہیں ۔آمین ثم آمین ۔

کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین لاہوری نے اپنا ذمہ قادیانی کی امداد سے بری کرنے کے واسطے بحث شروع کر کے فتویٰ کفر کا لگا کر علماء ہندوستان کی مواہیر اس پر ثبت کروالیں ۔جب بوقت واپسی اس شہر لودیانہ میں آیا تو مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مدرسہ سرکاری و خانصاحب بہرام خان افسر پولس کو ہمارے پاس اس عرض سے بھیجا کہ مجھ کو مولوی صاحبان اپنے مکان یا مدرسہ یا مسجد میں بلا کر جلسہ عام میں میرے سے مضمون ان مواہیر کا جو قادیانی کی تکفیر پر علماء سے ثبت کرو کر لایا ہوں معلوم کریں ۔ہم نے جواب دیا کہ ہم اس کو ہرگز اپنے پاس بلانا نہیں چاہتے کیونکہ ہم قدیم سے وعظ میں بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے ہرگز ملاپ نہ رکھو رشتہ داری نہ کرو اب ہم مولوی محمد حسین لاہوری کو اپنے پاس کس طرح بلاویں ۔البتہ اگر غیر مقلدی سے تائب ہو کر آوے تو ہم اسکی ملاقات کر سکتے ہیں ۔خانصاحب بہرام

خان نے کہا کہ پہلے مولوی محمد حسین قادیانی کا طرفدار تھا اب وہ اس کے برخلاف ہوکر اس کو کافر کہنے میں آپ کے موافق ہو گیا ہے۔اگر آپ نرمی فرمادیں تو شاید غیر مقلدی سے بھی رجوع کر کے بالکل مقلد ہو جائے۔میں نے جواب دیا کہ برخلاف ہونا اس کا ہماری نرمی سے نہیں ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرف سے برگشتہ کیا۔اسی طرح جب خدا تعالیٰ کو اس کی ہدایت منظور ہوگی غیر مقلدی سے بھی اس کو برگشتہ کر دے گا۔پھر خان صاحب موصوف نے کہا کہ اگر آپ اس کو بلانا نہیں چاہتے تو اپنے معتقدین کو اس کے پاس بھیج دیں کہ مضمون مواہیر کا ان کے گوش زد ہو جاوے۔میں نے کہا اچھا آپ اس سے یہ کہہ دیں کہ باغ والی مسجد میں آ کر مضمون تکفیر قادیانی کا آ کر بیان کرے ہم اپنے لوگوں کو کہہ دیں گے کہ تم لوگ بھی اس جلسہ میں جا کر قدرت ایزدی کا معائنہ کرو کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے فتویٰ کی صداقت اسی مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھ سے کروائی جو اس کا پرلے درجہ کا مددگار تھا اپنے رسالہ ماہواری میں بڑے زور شور سے اس کی تعریف لکھتا تھا اور ہمارے فتویٰ کی تردید چھاپتا تھا۔عباس علی صوفی و مولوی شاہ دین و مولوی نور محمد وغیرہ نے بھی قادیانی کے خلاف پر اپنا عقیدہ برخلاف زمانہ ماضی کے ظاہر کیا لیکن مولوی عبدالقادر اب تک اس فعل قبیح اور کفر صریح سے باز نہیں آیا اگرچہ کلمات کفریہ اس کے بہت ایسے ہیں جن سے صراحتا کفر ثابت ہوتا ہے جیسے یوسف نجار کا عیسیٰؑ کو بیٹا قرار دینا اور جو معجزات ان کے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ان کو مشرکانہ خیال بتانا اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا وغیرہ وغیرہ جو بالکل کفر صریح ہیں۔کوئی صاحب خواب قادیانی سے پہلوتہی کرنا ہمارا گفتگو عیسیٰ موعود میں خیال نہ کرے کیونکہ اگر قادیانی اپنا ایمان قائم کر کے اس بارے گفتگو شروع کرتا تو فوراً اس کو جواب میں ہم یہی رسالہ پیش کرتے

حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر و ھی ھذا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد الحمد والصلوۃ محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفریہ کے اول 1301 ہجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق کیا۔حتی کہ علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی نے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ تحریر کر دیا جیسا کہ رسائل مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب میں تفصیل وار موجود ہے۔اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس

آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ شعر: تہی دستاں قسمت راچہ سود از رہبر کامل۔ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آورد سکندر،

یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ رسالہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کے معجزے مثل احیاء اموات اور مادرزاد نابینوں کو بینا کرنا، جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ اکثر مباحثات میں قادیانی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور ان کے فوت ہونے کا ثبوت آیات قرآنیہ میں موجود ہے۔ اگرچہ اس کا جواب علماء اسلام نے دندان شکن اپنی اپنی تصانیفوں میں دے چکے ہیں لیکن ہماری طرف سے بھی اس امر کا جواب دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس عاجز نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا اور نام اس کا کشف العطاء عن ابصار من ضل دعویٰ رکھا۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم الکفیل

اور ترتیب دیا گیا یہ رسالہ اوپر مقدمہ مقصد اور خاتمہ کے۔ مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول کی بیان کی جاتی ہیں جو واسطے استنباط احکام کے معلوم ہونا ان کا نہایت ضروری ہے۔ ظاہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہو۔ قال فی المنار الظاہر اسم لکلام ظہر المراد بہ للسامع بصیغتہ نص وہ جس کے واسطے کلام چلائی گئی ہو۔ النص ماسیق لاجلہ کذا فی نور الانوار مثال ان دونوں کی یہ آیت ہے۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔ یہ آیت بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کر رہی ہے۔ بیع اور سود میں جو فرق اس آیت سے شارع کو مقصود ہے اس پر دلالت اس کی بطور نص کی ہے۔ اور حکم ظاہر اور نص کا یہ ہے کہ جو ان دونوں سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ قال فی نور الانوار وحکمہا وجوب العمل بالذی ظہر منہما علی سبیل القطع والیقین۔ یعنی ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں۔ مفسر وہ ہے جو اپنی مراد پر ایسا واضح ہو کہ کسی تاویل کی اس میں گنجائش نہ ہو۔ قال فی المنار المفسر ماازداد وضوحا علی النص علی وجہ لایبقیٰ معہ احتمال التاویل ببیان الشارع وحکمہ وجوب العمل بہ۔ یعنی ظاہر اور نص اگرچہ قطعی ہیں لیکن احتمال تاویل کو مانع نہیں۔ یعنی اگر کوئی دلیل قطعی اس امر پر دلالت کرے کہ یہاں ظاہری معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہیں تو اس

وقت ظاہری معنی ظاہر اور نص کے مراد نہیں لیے جاویں گے۔ اور مفسر میں ایسے احتمال کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ شارع کے بیان کرنے سے اس کی اصلی مراد معلوم ہوگئی۔ جیسا کہ آیت وقاتلوا المشرکین کافۃ میں لفظ کافۃ کا واسطے بیان کرنے اس امر کے زیادہ کیا گیا کہ تا کہ احتمال اس امر کا باقی نہ رہے۔ کہ مشرکین سے بعض مشرکین مراد ہوں کل مشرک مراد نہ ہوں۔ اور حکم مفسر کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ ساتھ احتمال منسوخ ہوجانے کے۔ یعنی اس کے منسوخ کرنے کے واسطے شارع حکم لگا سکتا ہے۔ قال فی نورالانوار وحکمہ وجوب العمل بہ علیٰ احتمال النسخ ای فی زمان النبی و فیما بعدہ فکل القرآن محکم لا یحتمل النسخ۔ اور محکم اس کا نام ہے جس کا مفہوم قابل نسخ وتبدیل نہ ہو۔ قال فی المنار وحکمہ وجوب العمل بہ من غیر احتمال کقولہ تعالیٰ ان اللہ بکل شئی علیم۔ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شئی کو جانتا ہے۔ یہ مضمون قابل نسخ وتبدیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ ہر شئی کا علم ہے۔ خفی وہ ہے جس کی مراد بغیر غور کرنیکے معلوم نہ ہو۔ قال فی المنار الخفی فما خفی مرادہ بعارض لا ینال الا بلطلب۔ جیسا کہ آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما کی ظاہر ہے چور کے حق میں خفی ہے طراز یعنی کیسہ بر کے حق میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بلا غور کرنے کے فورا معلوم ہوجاتا ہے لیکن طراز کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بعد غور کرنے کے مفہوم ہوتا ہے۔ کہ طرار کی چوری معمولی چوریوں سے بڑھ کے ہے۔ اس واسطے اس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہیے۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس میں غور کر کے معلوم کرے کہ اس کے خفی ہونے کا سبب کیا ہے۔ تا کہ اس کی مراد معلوم ہو۔ قال فی المنار وحکمہ النظر فیہ لیعلم ان الخفاء لمزیۃ اونقصان لیظہر المراد بہ۔ اور مشکل اس کا نام ہے جو اپنے جیسوں میں داخل ہوکر مشتبہ ہوجاوے۔ حکم اس کا یہ ہے اس کی مراد پر حق ہونے کا اعتقاد کرنا۔ پھر متوجہ ہوکر غور اور تامل کرنا یہاں تک کہ اس کی مراد ظاہر ہوجاوے۔ قال فی نورالانوار والمشکل فہو الداخل فی اشکالہ وحکمہ اعتقاد الحقیقۃ فیما ہو المراد ثم الاقبال علی الطلب والتامل فیہ الیٰ ان یتبین المراد۔ جیسا کہ آیت فاتوا حرثکم انی شئتم۔ میں لفظ انیٰ کا مشتبہ ہوگیا۔ کیونکہ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک معنیٰ اس کے من این یعنی کسی مکان سے اور دوسرے معنیٰ اس کے کیف یعنی کس طرح۔ جب غور و تامل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کیف کے معنوں میں مستعمل ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جو زراعت کے معنوں میں ہے۔ وہ اسی معنی کو متعین کرتا ہے۔ اور مجمل وہ ہے جس میں معانی کے ازدہام سے مراد اسکی ایسے مشتبہ ہوجاوے کہ اس کی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہ ہو بلکہ اجمال کرنے والے سے اس کی تفسیر معلوم کرنے کی حاجت پڑے اور حکم اس کا اسکی مراد کو برحق اعتقاد کرنا اور توقف کرنا یہاں تک کہ ظاہر ہو ساتھ بیان کرنے اجمال کنندہ کے۔ قال فی نورالانوار اما المجمل فما ازدہمت فیہ المعانی واشتبہ المراد بہ اشتباہا لا یدرک

بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التامل وحکمہ اعتقاد الحقیقۃ فیما ھو المراد والتوقف فیہ الی ان یتبین بیان المجمل کالصلوۃ والزکوۃ۔ یعنی لفظ صلوۃ وزکوۃ کا آیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ میں مجمل تھا۔ کیونکہ معنی صلوۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہ ہے کہ کونسی دعا یہاں مراد ہے۔ پس استفسار کرنے سے آنحضرت ﷺ نے بیان کردیا اور اس کو ادا کر کے ہم کو معلوم کرادیا کہ یہاں قیام، رکوع سجود والی دعا مراد ہے۔ اسی طرح زکوۃ کے معنی لغت میں پڑھنے کے ہیں اور یہاں یہ مراد نہیں۔ بعد استفسار کرنے کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمادیا کہ اس کے معنی چالیسواں حصہ مال کا بعد ایک سال کے ادا کرنا ہے۔ اور متشابہ وہ جس کی مراد کا معلوم ہونا قبل روز قیامت ممکن نہ ہو اور حکم اس کا یہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے حق جاننا قبل معلوم ہونے اس مراد کے جیسا کہ حروف مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں مثل الٓمٓ وغیرہ کے۔ قال فی نور الانوار المتشابہ فھو اسم لما انقطع رجاء معرفۃ المراد منہ ولا یرجیٰ بدوہ اصلا کالمقطعات فی اوئل السور مثل الٓمٓ حٰمٓ ۔ ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ مفسر کا درجہ نص سے اور نص کا ظاہر کا اعلیٰ ہے۔ پس سب سے محکم کا درجہ اعلیٰ اور ظاہر کا سب سے ادنیٰ ہوا۔ اور خفاء میں سب سے زیادہ خفی متشابہ ہے اور مجمل مشکل ہے۔ اور مشکل خفی سے زیادہ ہے۔ پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلی ہوا اور خفی کا سب سے ادنیٰ، بروقت تعارض جس کا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہوگا اس عمل کیا جاویگا۔ اور کا مرتبہ خفا میں کم ہوگا وہ اس میں جس خفا زیادہ ہے غالب ہوگا۔ جیسا کہ تفصیل اس کی نور الانوار وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

مقصد اس کا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا بیان ہے۔ دلائل شرعیہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں۔ آیات قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔ بعد اس کے حدیث ہے بعد ازاں اجماع ہے اگر ان تینوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو قیاس مجتہد سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔ چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور آحادیث اور اجماع موجود ہیں قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضروری نہیں۔ لہذا ترتیب وار دلائل ثلاثہ کو واسطے اثبات اس مقصد کے بیان کرتا ہوں۔ حسبی اللہ و نعم الوکیل، نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

قال اللہ تعالیٰ: انا قتلنا المسیح وَقَوۡلِهِمۡ إِنَّا قَتَلۡنَا ٱلۡمَسِيحَ عِيسَى ٱبۡنَ مَرۡيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُۚ مَا لَهُم بِهِۦ مِنۡ عِلۡمٍ إِلَّا ٱتِّبَاعَ ٱلظَّنِّۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينَۢا

ترجمہ اس کا بامحاورہ موضح القرآن سے معہ بعض فوائد کے نقل کیا جاتا ہے۔ اور لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنے ان کے کہ تحقیق ہم نے مارڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کے جو پیغمبر اللہ کا تھا اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں۔ اس سے نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا اور نہ مارا اس کو یہ یقین بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

فائدہ۔ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو اللہ نے فرمایا اس کو ہرگز نہیں مارا خدا تعالیٰ نے اس کی ایک صورت ان کو بنادی اس کو صولی چڑھایا پھر فرمایا کہ اول سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن وہ تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ بدن کو مارا ان کی روح اللہ کے پاس چڑھ گئی۔ بعضے کہتے ہیں کہ مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے۔ ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا۔ سو یہ خبر اللہ کو ہے اس نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے۔ اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے۔ اس دن کی خبر نہ ان کو نہ ان کو تمام ہوئی۔ عبارت موضح القرآن کی بقدر حاجت چونکہ اس آیت کا واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدہ اصول نص قطعی الدلالۃ تھا لیکن تاکیدا بار بار بیان کرنا شارع کا اس مضمون کو اور اخیر میں آپ کا اٹھالینا جتلا کر کل احتمالات کا سلسلہ یک لخت کاٹ ڈالا۔ پس یہ آیت بموجب قاعدہ اصول قسم مفسر میں داخل ہوئی۔ البتہ لفظ بل رفع اللہ میں کسی قدر اجمال تھا سو احادیث میں یہ مضمون تفصیلا آنحضرت ﷺ نے بیان فرما کر اس کا اجمال دور کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح وغیرہ سے بجنسہ نقل کیا جاوے گا۔ خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ اس آیت سے زندہ اٹھالینا آپ کا اسی جسم عنصری کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں۔ پس یہ واسطے ثبوت مضمون مذکور کے آیت اقیموا الصلوۃ سے جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے یقینی ہونے میں بدرجہا عالی ہیں۔ یہ آیت اصل میں مجمل تھی۔ نماز کا ثبوت اس سے قبل بیان کرنے آنحضرت ﷺ کے نہیں ہوسکتا تھا۔ اور آیت وما قتلوہ آہ واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسر ہے۔ خود بخود یہ آیت واسطے ثبوت زندگی کے عیسیٰؑ کے کافی اور وافی ہے جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے اس پر اہل اسلام فتویٰ کفر کا دینا ضروری سمجھتے ہیں پس جو شخص زندگی عیسیٰؑ کا منکر ہو اس پر فتویٰ کفر کا دینا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ یہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے۔ کما مرہ غیر مرہ۔ پس جو شخص نماز

کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰؑ کی زندگی کے منکر کو ایماندار اعتقاد کرے پر لے درجے کا ضال اور مضل ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے زندگی عیسیٰؑ کی یقینی طور پر بیان فرمائی اب بعد میں آپ کے انتقال کا حال بیان فرمایا۔ وان من اہل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شہیدا۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے پہلی موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اس پر گواہ یعنی اہل کتاب آپ کو زندہ دیکھ کر ایمان لائیں گے اور ان کے کل شبہے رفع ہو جاویں گے۔ بعد اس کے آپ انتقال فرمائیں گے جیسا کہ ابو ہریرہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا واقراوان شئتم وان من اہل الکتاب الایۃ۔ اگرچہ آیت میں اجمالا بیان تھا۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے صاف ظاہر کہ آپ آخری میں ضرور نزول فرمائیں گے۔ یعنی جیسا کہ نماز کے واسطے اقیموا الصلوۃ اور زکاۃ کے بارے میں واتوا الزکوۃ وارد ہے ان دونوں آیتوں میں حکم نماز اور زکوۃ کا اجمالا مذکور ہے اوقات اور عدد رکعات وغیرہ جو نماز میں ضروری ہیں کسی ایک کا بھی ذکر نہیں۔ اسی طرح جو زکوۃ واجب ہونے کی شرائط اور اسباب شرعا ضروری ہیں اس آیت میں ان میں سے ایک بھی مذکور نہیں۔ فقط۔ آنحضرت ﷺ کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا۔ اسی طرح اگرچہ اس آیت میں ایمان لانا اہل کتاب کا حضرت عیسیٰؑ پر بیان ہے۔ نزول وغیرہ امور کا حال حضرت ﷺ کے بیان کرنے سے معلوم ہوا۔ پس جیسا کہ آیت اقیموا الصلوۃ وایۃ واتوا الزکوۃ واسطے فرضیت نماز اور زکوۃ کے قطعیات سے ہے۔ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی عیسیٰؑ کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے۔

فان قلت لایستقیم ھذا الاستدلال الا ان ایکون الضمران راجعین الی عیسیٰ علیہ السلام لکن البیضاوی زیف ھذہ الاحتمال ورجح عود ضمیر موتہ الی اھل الکتاب مؤیدا لقراۃ ابی ابن کعب قبل موتھم وتبعہ مصنف المظھری حیث قال قلت نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ حق وان یھلك فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام حق ثابت بالصحاح من الاحادیث المرفوعۃ لکن کونہ مستفادا من ھذاہ الایۃ وتاویل الایۃ بارجاع الضمیر الثانی الی عیسیٰ علیہ السلام ممنوع و کیف یصح ھذا التاویل مع ان کلمۃ ان من اھل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی ﷺ البتۃ سواء کان ھذا الحکم خاصا بھم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال وال وجہ الان یرد بہ فریق من اھل الکتاب یوجدون حین نزول عیسی فالتاویل الصحیح ھو ارجاع الضمیر الثانی الی اھل الکتاب ویؤید

قراۃ ابی بن کعب انتہی قلت قولھما باطل لکونہ مخالفالما علیہ الجمھور من المحقیقن کصاحب
المدرک والامام الرازی وشرح البخاری وغیرھم قال فی مدارک الضمیران لعیسیٰ لیؤمنن
عیسیٰ قبل موت عیسیٰ وھم اھل الکتاب الذین فی زمان نزول عیسیٰ روی انہ یزل من السماء فی
آخر الزمان لایبقی احد من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ حتیٰ تکون الملۃ واحداۃ وھی ملۃ الاسلام
وبمثلہ فی تفسیر الکبیر وغیرہ من التفاسیرو شروح البخاری وغیرھا من کتب الحدیث وتمسکھا
بقراءۃ ابی ابن کعب اوھن من نسج العنکبوت فی قولہ تعالیٰ حتی یطھرن بقراۃ التشدید
والتخفیف بوجوب الغسل للحائض لجواز الواطی عملا بقراۃ التخفیف وھاھنا ایضا کذلک فان
ایمانھم قبل موت عیسیٰ فی زمن نزولہ لایمکن الا قبل موتھم لان ما بعد الموت لم یبق احد
مکلفا ولم بل لم یبق اھلا للایمان قبیل الموت وقت معاینۃ الملائکۃ العذاب کما بین فی
موضعہ واما قول صاحب المظھری لا وجہ لان مراد من لفظ اھل الکتاب فریق یوجدون الی اہ
ظاھر الفساد لان اضافۃ والام تکونان للعھد ما لم تکن القرینۃ علی خلافہ وھھنا ایضا لعھد
الذین یوجدون فی زمن نزول عیسیٰ ولم تکن قرینۃ علیٰ خلافہ بل القرائن قائم علیٰ ھذا العھد
سنذکرھا عن قریب۔ان شاء اللہ تعالیٰ الاتری ان ماذکر فی المدارک من لفظ الحدیث فلا یبقیٰ
احد من اھل الکتاب اہ لایمکن ان یراد بہ غیر الذین یوجدون فی زمانہ نزول عیسیٰو کذا من لفظ
الخطاب الذی ھو موضوع للحاضر ارید بہ الذین یوجدون فی آخر الزمان قطعا ھو قول علیہ الصلوۃ
والسلام لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الحدیث وبالجملۃ قول بعدم کون نزول عیسیٰ
مستفادا من ھذہ الایۃ بعد اداء حقیۃ نزولہ فی آخر الزمان مستدلا باحادیث الصحاح کمامر من
صاحب المظھری لیس علیٰ ما ینبغی لان احادیث کلھا وحی من اللہ عزوجل لقولہ تعالیٰ وما ینطق
عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ۔ فی الواجب علینا ان نعتقد انھا مطابقۃ لقرآن سیما اذا طھر لنا
وجھہ المطابقۃ فی نفسہ مع کونھا مویدۃ باقوال الصحابۃ الذین شاھدو الوحی وکانوا معصومین فی
تبلیغ الشرائع کما ھو فیما نحن فیہ فالتمسک بھا واجبۃ وعلینا ان نذکروجوہ التی تدل علی ان
الضمیر الثانی راجع الی عیسی علیہ السلام الوجہ الاول ان یلزم علی تقدیر ارجاع الضمیر الثانی

الی اهل الکتاب الاشتباہ فی الضمائر وھو قادح للبلاغة فاختیارہ فی الکلام القدیم فریة بلا مرئیة ولذا لم یذھب الیہ اکثرھم قال بدر الدین العینی فی شرح البخاری روی عن طریق الی رجاء عن الحسن قال قبل موت عیلہ السلام واللہ انہ لحی ولکن اذا نزل آمنو بہ اجمعون وذھب الیہ اکثر اھل العلم انتھی والوجہ الثانی ان السیاق والسباق کلاھما یرجحان ان الضمیر الثانی راجع الی عیسیٰ لان الکلام لما انجر الی ان عیسیٰ حی فمقتضی المقام ان یذکر موتہ وذلک لایستقیم بارجاع الضمیر الثانی الی عیسیٰ والوجہ الثالث علی ان ھذا التقدیر تکون ھذہ الایة دلیلا اخریٰ علی منکر حیاتہ فان ایمان اھل الکتاب لما کان منوطا بحیاتہ استحال ان یموت قبلہ ۔والوجہ الرابع انہ اذا ارید من الضمیر الثانی اھل الکتاب لایکون افادة بل اعادة لان قولہ تعالیٰ لئومنن دال علی انھم وقت الایمان یکونون احیاء لان الحیوة من اوازم الایمان والشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ فاثبات حیاتھم ثانیا لایکون الا اعادة بخلاف ما اذا ارید منہ عیسیٰ فانہ حینئذ یکون افادة قطعا لان مفادہ ھو کون عیسی حیا فی وقت ایمانھم بہ لم یکن معلوما من قبل ومن المعلوم ان حمل الکلام البلیغ سیما الکلام المعجز علی افادة اولی لاسیما الافادة التی ازداد بھا اعجاز القرآن لکونہ دالا علی نزولہ من السماء لان الموت لاتکون الا فی الارض لقولہ تعالی وفیھا نعیدکم وذلک یستلزم نزولہ من السماء یعنی کما ان الایة السابقة دلت علی کونہ مرفوعا الی السماء کذلک بھذہ الایة دلت علیٰ موتہ فی الارض بعد نزولہ وھو من المغیبات الخارجة عن طوق البشر الدالة علی اعجاز القرآن بابلغ وجہ والوجہ الخامس انہ یلزم علی تقدیر ارجاع الضمیر الی اھل الکتاب ان کل احد منھم یومن بعیسیٰ قبل موتھم وھو خلاف الظاھر والتاویل بان المراد انھم یومنون وقت معائنة العذاب قبیل الموت وان لم یطلع علیہ احد من جلسائہ لا طائل تحتہ لانہ لم تقم بہ حجة علیھم بل لھم ان یقولوا لو کان القرآن من کلام اللہ لم یتخلف لانہ یستلزم الکذب فی کلامہ تعالیٰ اللہ عن ذلک علو کبیر بخلاف ما اذا ارید بہ عیسی فان الایة حینئذ تصریحة لنا بعد مان کانت حجة علینا قال العلامة بدر الدین العینی فی شرحہ للبخاری ولاحکمة فی نزول عیسیٰ الرد علی اھل الکتاب فی زعمھم الباطل انھم قتلوہ وصلبوہ

فبین اللہ تعالیٰ کذبھم انتھیٰ۔

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب کا فقط مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں قرات ابی ابن کعب جو قبل موتھم کے لفظ کے ساتھ مروی ہے پیش کی ہے۔ اور نیز صاحب مظہری نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود و نصاریٰ مراد لینا بے وجہ ٹھہرایا ہے ۔اس کا جواب یہ ہے کہ قول ان کا بالکل بے اصل ہے۔ اسی واسطے اکثر اہل علم نے حضرت عیسیٰؑ کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے۔ اور قرات ابی ابن کعب جو قبل موتھم کے لفظ سے مروی ہے قبل موتہ کے مخالف نہیں ہے۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ جہاں دو قراتیں باہم مخالف نہ ہوں دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ لفظ یتطہرن میں دو قراتیں تخفیف و تشدید کے ساتھ مروی ہیں۔ دونوں پر عمل کر کے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قرات سے وہ عورت مراد لی جاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے۔ اس سے مجامعت کرنی شوہر کو اسی وقت درست ہے۔ عورت کا غسل کرنا شرط نہیں۔ اور تشدید کی قرات سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گزرنے دس روز کے حیض اس کا بند ہو گیا ہو تو ایسی عورت جب تک غسل نہ کرے اس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی دونوں قراتوں پر عمل ہو سکتا ہے ۔قبل موتہ زندگی عیسیٰؑ کی اور قبل موتہم سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا درست ہے۔ یعنی جب عیسیٰؑ آسمان سے آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ جو اس وقت اہل کتاب بقید حیات ہوں گے آپ کو زندہ دیکھ کر آپ پر ایمان لائیں گے ۔جیسا کہ احادیث صحاح سے اس امر کا برحق ہونا خود صاحب مظہری نے بڑی شد و مد سے بیان کیا ہے۔ پس اہل کتاب کا مراد لینا ضمیر ثانی سے بوجوہات ذیل بالکل بے محل ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ ضمیر بہ سے عیسیٰؑ کا اور ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے۔ اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم و قبیح ہے۔ پس کلام الہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بے جا ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ جب آیت کا سیاق و سباق آپ کی زندگی و انتقال کے بیان میں ہے۔ پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجع کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔

وجہ سوم یہ ہے عیسیٰؑ مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے رد منکرین حیوۃ کے قائم ہوتی ہے۔ یعنی جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان نہیں لائیں گے وہ فوت نہ ہوں گے۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ ایمان لانے والے کا زندہ ہونا لازمی امر ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد تو کوئی شخص مکلف نہیں رہتا

۔پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے لفظ ایمان سے جو لیؤمنن میں موجود ہے ثابت ہو گیا۔۔قبل موتہ کی ضمیر سے دوبارہ ثابت کرنا بے فائدہ ہے۔البتہ عیسیٰؑ پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا واسطے ایمان والوں کے شرط نہیں۔یعنی جیسا اور انبیاء پر ایمان لانے میں ان کا زندہ ہونا ضروری نہیں اسی طرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہو سکتا تھا چونکہ یہ واقعہ وقت نزول عیسیٰؑ زمانہ آئندہ میں بقید حیات آپ کے ہونے والا تھا۔خدا تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی کے قرآن شریف میں بیان فرما دیا اور وہ بلا ارجاع ضمیر ثانی طرف عیسیٰؑ نہیں بن سکتا۔اسی واسطے جمہور کا یہی مذہب ہے کہ ضمیر ثانی سے مراد عیسیٰؑ ہیں جیسا کہ گزر چکا بیان اس کا پہلے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عیسیٰؑ جو بموجب آیت پہلی کہ آسمان پر زندہ ہیں پس انتقال کرنا آپ جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے بعد نزول کے ہوگا۔کیونکہ مر کر دفن ہونا زمین میں بموجب فرمانے پروردگار کے وفیما تعیدکم ، بدون نزول کے ممکن نہیں۔پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور ہے ثابت ہوا۔

وجہ پنجم یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر ہر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسیٰؑ پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت شہرت پکڑتا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب وقت مرنے کے خفیہ طور پر ایمان لاتا ہے کسی کو اس کے ایمان کی خبر نہیں ہوتی۔لاطائل اور خلاف ظاہر ہے۔اور بر تقدیر مراد لینے عیسیٰؑ کے یہ آیت واسطے رد منکرین حیقۃ کے دلیل قاطع ہے۔یعنی جب عیسیٰؑ آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ معلوم ہوں گے اس وقت ان کے سب شبہ رفع ہو جائیں گے۔یقینی طور پر ان کو یہ امر ثابت ہو جاویگا کہ جو حال عیسیٰؑ کا مسلمان بیان کرتے ہیں وہی ٹھیک نکلا۔اور ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا۔

فان قلت ان قوله تعالیٰ انی متوفیك ورافعك الی یدل علی ان الرفع كان بعد موته معارضا لقوله تعالیٰ وماقتلوه وماصلبوه آه وقاعدة التساقط فی المعارضة مشهورة فانهدم استدلالكم بقوله تعالیٰ وماقتلوه آه قلت اولا ان المعارضة لاتتصور فی كلام الشارع لانها دلیل الجهل كما صرح به صاحب التوضیح لكنها توجد فی الاحكام بانسبة الینا لجهلنا بالتاریخ ویحمل ذالك فی الحقیقة علی النسخ كمابین فی الاصول وما فی الاخبار كما فی نحن فیه فلا یمكن ان یوجد فی كلام احد فضلا عن كلام الشارع لان النسخ معارضة لایتصور فی الاخبار اذ تحقق المحكی عنه فی زمانه لا بد لصدق الخبر ولا یمكن ارتفاعه بالنسخ ولو حملنا التعارضبمعنی التخالف فنقول لا تعارض لان كون

التوفی بمعنی الموت او مساویا له لم یثبت بعد دونه خرط القتاد بل هو مشترک بین استیفاء
الحق والقبض وهما من لوزمه العامة لان کون الاستیفاء عاما ظاهرا و کذا القبض لوجوده فی
النوم ایضا فی قوله تعالیٰ الله یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی الایة
وفی قوله وهو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنهار ثم یبعثکم فیه لیقضی الایة فان
التوفی استعمل فی الایة الاولی للقبض الذی یعقبه الموت او المنام وفی الثانیة النوم خاصه
فثبت کون التوفی عاما من الموت وذلك ما اردناه ولان آیة القتل مفسر فی اثبات الحیاة کما مر
وایة التوفی وان کان مشترکا لکن وقوله تعالیٰ ورافعك الی و قوله وعلیه السلام لیوشکن ان ینزل
علیکم الحدیث کم مر یشعر الی ان التوفی بمعنی القبض الذی لا یعقبه الموت کما لا یخفی و کون
المتوفی محتملا لایجدی ایضالان التوفی بسبب الاشتراك واحتمال کونه بعد نزوله مشکل
والمشکل لایعارضه مفسر اللذی هو آیة القتل لان المفسر مقدم علی المشترك بمراتب کما مر
فی المقدمة والتعارض لایکون الا فی الادلة المساویة فی درجة کما بین فی موضعه فان قلت احتمال
فی کون التوفی فی آخر الزمان بعد الرفع یبطله تقدیم ذکره قبل الرفع قلت عطف الرفع علی التوفی
لایدل علی کونه مؤخرا عنه فی الوجود ایضا لان الواو لیست للترتیب کما فی قوله تعالیٰ واوحینا
الی ابراهیم واسماعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وهارون وسلیمان الایة
فان سلیمان ذکر بعطف الواو بعد عیسیٰ فی مرتبة خامسة ومن المعلوم ان سلیمان مقدم علیه
بزمان کثیر ولهذا ذهب المفسرون الی ان فی بعض الفاظ القرآن تقدیم و تاخیر وعدهم لفظ
التوفی والرفع المذکورین فی هذه الایة منه کما صرح السیوطی فی الاتقان حیث قال واخرج عن
قتادة فی قوله انی متوفیك ورافعك الی قال هذا من المقدم والمؤخر انی رافعك الی ومتوفیك انتهیٰ
وبه یرتفع التدافع ویحصل الموافقة بین الایتین ولو فرض التعارض بینهما فلیس السبیل ال
الرجوع الی الاحادیث کما بین فی اصول الحدیث تنادی باعلیٰ نداء ان عیسی بن مریم علیه
السلام حی ینزل فی آخر الزمان الی الارض ولنذکر نبذا منها ما یشفی العلیل ویردی الغلیل روی
البخاری عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ :"والذی نفسی بیده لیوشکم ان ینزل ابن مریم

حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیها ." ثم یقول ابوھریرة:واقرؤا ما شئتم وانّ من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیھم شھیدا. وعن ابی ھریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم رواه البخاری قال الطیبی ای یومکم عیسیٰ حال کونه فی دینکم قیل ینکر علیه قوله فی حدیث مسلم فیقال له صل لنا فیقل لا ان یعضکم علی بعض امراء تکرمة لھذه الامة قال ابن الجوزی لو تقدم عیسیٰ علیه السلام اماما اوقع فی النفس اشکالا ویقبل اثره تقدم نائبا او مبتدعا شرعا فصل ماموما لئلا یتدنس وجه قوله ﷺ لانبی بعدی وذکر فی کیفیة نزولھا انه ینزل و علیه ثوبان مصران رواه احمد عن ابی ھریرة مرفوعا والمصر ما فیه صفرة خفیفة وفی کتاب الفطن لابی نعیم ینزل عندالقطرة البیضاء علی باب دمشق شرقی تحمل حمامة واضعا یدیه علی منکبی ملکین علیه ریطتان اذا کب راسه یقطر منه کالجمان فاتته الیھود فیقولان نحن اصحابك فیقول کذبتم والنصاریٰ کذلك انما اصحابی المھاجرون بقیة الصحابة الملحمة فیجد خلیفتھم یصلی بھم فیتاخر فیقول له صل فقد رضی اللہ عنك فانی بعثت وزیرا ولم بعث امیر وعن کعب یحاصر الدجال المومنین ببیت المقدس فیصیبھم الجوع الشدید حتی یاکلوا اوقار قسیھم فبیناھم کذلك اذا سمعوا اصواتا فی الفلس فاذا عیسیٰ علیه السلام وتقام الصلوة فرجع امام المسلمین فیقول عیسیٰ علیه السلام تقدم فلك اقیمت الصلوة فیصلی لھم ذلك الرجل تلك الصلوة ثم یکون عیسیٰ امام بعد ولیس فی ایامه امام ولاقاض ولا مفت وقد قبض اللہ العلم وخلی الناس عنه فینزل وقد علم بامر اللہ فی السماء ما یحتاج الیه من علم ھذه الشریعة لیحکم بین الناس والعمل به روی ابو نعیم فی کتاب الفتن فی مدة اقامته وله عن ابی ھریرة یقیم بھا اربعین سنة روی احمد وابوداؤد باسناد صحیح من طریق عبدالرحمن ابن آدم عن ابی ھریرة مرفوعا ومثله عن کعب مکث اربعین سنة منھا عشر حج یبشر المؤمنین بدرجاتھم فی الجنة وعن یزید بن حبیب یتزوج امراة من الازد لیعلم الناس انه لیس باله وقیل یتزوج ویولد ویمکث خمسا و اربعین

سنة ویدفن مع النبی ﷺ فی قبرہ وقیل یدفن فی الارض المقدسة ولما کان نزول من السماء امر یقینا عند اهل السنة ادخلوه فی العقائد واجمعوا ولی انه ینزل لامحالة وفی العقائد النسفی وشرحه ماخبر به النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الدجال ودابة ویاجوج ماجوج ونزول عیسیٰ علیه السلام وطلاع الشمس من مغربها فهو حق لانها امور ممکنة اخبر بها الصادق وقال خذیفة من السید الغفاری طلع النبی ﷺ ونحن نتذاکر فقال ما تذکرون قلنا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترد قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال ودابةوطلاع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیه السلام ویاجوج ماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم والاحدیث الصحاح فی هذه کثیرة جدا وقد روی فی تفاصیلها و کیفیتها فلیطلب من کتب التفسیر والسیر والتواریخ انتهیٰ ۔

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ انی متوفیک ورافعک الی دلالت کر رہی کہ اٹھانا اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ کو اپنی طرف بعد توفی کے جو بمعنی موت کے ہے۔پس ثابت ہوا اس آیت سے برخلاف آیت وماقتلوہ اہ مذکورہ بالا کہ فوت ہونا عیسیٰؑ کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیات قرآنی میں اصل مخالفت نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے خصوصا جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں ان میں مخالفت کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے کلام الٰہی میں کذب لازم آتا ہے۔اہل علم پر لازم ہے کہ ایسے مقام میں سوچ سمجھ کر تاویل کرے جو کسی احکام قطعی کے برخلاف نہ ہو اس طرح اگر اس میں بنظر غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہے گا۔کیونکہ بنا اس مخالفت کی اس امر پر ہے کہ معنی توفی کے ہر مقام میں موت کے ہیں حالانکہ یہ امر غلط ہے بلکہ معنی اس قبض اور استیفاء حق کے ہیں جو بغیر موت کے پائے جاتے ہیں۔جیسا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمیٰ۔اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت ان کی کے اور جو نہیں موئے قبض کرتا ہے ان کو بیچ نیند ان کی کے پس بند کر رکھتا ہے۔جس کو کہ مقرر کی ہے اوپر اس کے موت اور بھیج دیتا ہے۔اوروں کو ایک وقت مقرر تک فائدہ اس آیت میں توفی بمعنی قبض کے مستعمل ہے۔خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے۔اور دوسری آیت میں توفی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے۔قال اللہ تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضیٰ اجل مسمیٰ اور وہ جو قبض کرتا ہے تم کو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو بیچ

دن کے پھر اٹھاتا ہے تم کو بیچ اس کے تو کہ پورا کیا جاوے وقت معین ۔ فائدہ ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ قبض کے ہیں پس اس بنا پر پر آیت انی متوفیک آہ کے معنی آیت وما قتلوہ کے بالکل موافق ہو گئے ۔ یعنی میں تجھے اپنے قبضے میں کر کے کہ اٹھالوں گا اگر بالفرض دونوں آیتوں میں تعارض صوری قرار دیا جاوے تو اس کے واسطے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے یعنی جس آیت کو حدیث تائید دے سو اس پر عمل کرنا لازم آتا ہے ۔ سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں کہ عیسیٰؑ آکری زمانہ میں نزول فرما کر انتقال فرمائیں گے ۔ اس مقام پر چند احادیث بطور اختصار بیان کی جاتی ہیں ۔ عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "والذی نفسی بیدہ لیوشکم ان ینزل ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتّٰی لا یقبلہ احد حتّٰی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا۔" ثم یقول ابوھریرۃ: واقرءوا ما شئتم وانّ من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا۔

یعنی امام بخاریؒ نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جان میری اس کی ہاتھ میں ہے نزدیک ہے کہ نازل ہوں گے تم میں عیسیٰ بیٹے مریمؑ منصف عدل کرنے والے توڑ دیں گے صلیب نصاریٰ کی اور قتل کرینگے خنزیر کو اور ان کے زمانہ میں کافروں سے جزیہ لے کر ان کو امان دینے کا حکم نہیں رہے گا بلکہ جو شخص ایمان قبول نہیں کرے گا اس کو قتل کر دیا جاوے گا یعنی کوئی کافر ان کے زمانہ میں بر عیت منکر زندہ نہیں رہ سکے گا ۔ اور امل اس وقت بہت ہو جاوے گا یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کریگا ایک سجدہ اوسوقت میں سب جہاں سے بہتر ہوگا ۔ پھر پڑھا ابوہریرہ نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت وان من اہل الکتاب اہ ۔۔۔۔ یعنی اگر تم کو اس مضمون میں شک ہے تو اس ایت سے اپنے شک کو رفع کرو ۔ کیونکہ اس کا مضمون بھی اسی حدیث کے موافق ہے ۔ اور حدیث میں وراد ہے کہ جب عیسیٰؑ نزول فرماویں گے نماز میں امام تمہارے میں سے ہوگا ۔ یعنی عیسیٰؑ مقتدی بن کر نماز ادا کرینگے تا کہ کسی کو یہ گمان نہ کہ یہ اپنی نئی شریعت جاری کریں گے اور نزول آپ کا دمشق میں ہوگا ۔ قوم یہود آپ کے پاس آ کر کہیں گے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں آپ فرمائیں گے کہ تم جھوٹے ہو ۔ اور اسی طرح نصاریٰ کو کہا جاوے گا فرماویں گے کہ اصحاب میرے وہ ہیں جو مہاجرین ملحمہ سے باقی رہے ۔ پس پاویں گے ان کے خلیفہ کو جو ان کو نماز پڑھا رہا ہوگا آپ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہو جاوے گا ۔ آپ فرمادینگے کہ تو ہی پڑھا ۔ تحقیق خدا تعالیٰ تیرے لیے راضی ہے مجھ کو خدا تعالیٰ نے قرزیر کر کے بھیجا ہے نہ امیر کر کے اور ٹھہرنا آپ کا بعد زمین پر بقید حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے اور نکاح

کرینگے تاکہ معلوم ہولوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کیے جائیں گے پیغمبر ﷺ کی قبر میں ۔ یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے ۔ چونکہ نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے یقینا ثابت ہے اسی واسطے کتب عقائد میں درج کیا گیا ہے ۔ تاکہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کر کے ایمان لائے کہ عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرماویں گے ۔ عقائد نسفی جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے لکھا ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قیامت کی نشانیان بیان کی ہیں دجال کا آنا اور نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے ۔ اور طلوع آفتاب کا مغرب کی طرف سے سب حق ہے ۔ کیونکہ مخبر صادقؐ نے اس کی خبر دی ہے ۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ آئے اور ہم باتیں کر رہے تھے ۔ آپ نے فرمایا کیا باتیں کرتے ہو ۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کے آنے کا ذکر کر رہے ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آوے گی جب تک دس نشانیاں نہیں ہوں گی پھر ذکر کیا دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں اور نشانیاں کے بعد آگ نکلے گی یمن سے ہانکے گی لوگوں کو میدان محشر کی طرف اس بیان میں احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں بڑی بڑی کتابوں میں یہ امور تفصیلوار بیان ہیں پس جب بموجب تحقیق بالا حیات اور نزول آپکا آیات احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا ۔ منکر ان امور کا بیشک کافر ہوگا ۔

خاتمہ

عرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ مذکورہ کے منکر ہونے کے باعث ہی کافر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیق حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد کی نہ ہوتی تو بھی اس مسئلہ کے انکار سے اس پر کفر عائد ہوسکتا ہے ۔ لیکن اس کا مرتد ہونا اور کئی وجوہ سے ثابت ہے ۔ چند وجوہ بطور اختصار بیان کی جاتی ہیں ۔ ضمیمہ انجام آتھم لے صفحہ 7 پر اس مرتد نے لکھا ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار تھیں اور ازالہ اوہام کے صفحہ 304 میں لکھا ہے کہ عیسیٰؑ اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام کیا کرتے رہے ہیں ۔ یہ سب کفر ہے خدا تعالیٰ کلام پاک میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰؑ کو بلا باپ پیدا کیا یہ مرتد ان کا باپ یوسف نجار بیان کرتا ہے ۔ اور جو معجزے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے عیسیٰؑ کے بیان فرمائے ہیں ان کو ازالۃ الاوہام کے صفحہ 102 میں اس نے لکھا کہ وہ شعبدہ بازی کی قسم سے ہیں اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے ۔ اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔ خدا تعالیٰ وہ معجزات برخلاف عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے عیسیٰؑ کے ہاتھ پر ظاہر کیے ان کو یہ مرتد عمل مسمریزم اور بے سود بتاتا ہے ۔ ازالۃ

الاوہام کے صفحات 129 ،128 میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سورۃ زلزال کے معنیٰ نہیں سمجھے۔توضیح مرام میں اس نے لکھا ہے کہ جبرائیلؑ کبھی زمین پرنہیں آئے نہ آتے ہیں۔ملخصا صفحہ 68 تا 75۔لکھتا ہے انبیاءؑ جھوٹے ہوتے ہیں ازالۃ الاوہام صفحہ 629 ، 628 حضرت محمد ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی ازالۃ الاوہام صفحہ 688۔حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریمؑ اور دجال یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی خبرنہیں دی۔ازالۃ الاوہام ص 691۔براہین احمد یہ خدا کا کلام ہے۔ازالۃ الاوہام صفحہ 533۔قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں ازالۃ الاوہام صفحہ 728 تا 753 قرآن شریف میں انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے۔ازالۃ الاوہام صفحہ 77، 76۔مکہ، مدینہ قادیان تین شہروں کا نام قرآن مجید میں اعزاز کے ساتھ لکھا گیا ہے ازالۃ الاوہام صفحہ 77، 76۔حضرت اکرم ﷺ خاتم النبین والمرسلین نہیں ہیں ازالۃ الاوہام صفحہ 421۔قیامت نہیں ہوگی، تقدیر کوئی چیز نہیں صفحہ دوم ٹائٹل پیج ازالۃ الاوہام۔آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ازالۃ الاوہام صفحہ 515۔عذاب قبر نہیں ہے۔ازالۃ الاوہام صفحہ 415۔تناسخ صحیح ہے۔صفحہ 84 ست بچن۔ایسے ایسے کلمات بے شمار ہیں جن کا کفر ہونا علماء اسلام پر کیا عوام عوام پر بھی ظاہر ہے۔اور جو شخص اعتراض کرے کہ قادیانی اہل قبلہ ہیں اس کو کافر کہنا درست نہیں۔اور نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہو اور ایک اسلام کی ہو اس کو کافر قرار دینا شرعا منع ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس میں کوئی وجہ کفر کی یقینی موجود نہ ہو مثلا اگر کوئی رافضی نماز روزہ کا پابند ہو کر اصل پیغمبری حضرت علی کا حق گمان کرے تو اس کے کفر میں کس کو کلام ہے۔اور سو وجہ کفر کے مسئلے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسا کلمہ کہا کہ جس کے ایک کم سو معنیٰ کفر کی طرف عائد ہوتے ہیں۔اور بموجب ایک معنیٰ کے وہ لفظ کفر کا نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر کفر کا فتویٰ جاری نہ کرے۔جیسا کہ ایک شخص کو کسی نے نماز کے واسطے تاکیدا کہا اس نے نماز سے انکار کیا تو انکار اس کا نماز کو برا جان کر یا نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو کر یا نماز کا پڑھنا یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک حقیر لوگوں کا کام ہے وغیرہ وغیرہ مرجع کفر کی ہے تو بے شک وہ شخص کافر ہے۔اگر غرض اس کی اس انکار سے صرف یہی ہئ کہ میں نماز کو تیرے کہے سے نہیں ادا کرونگا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں ہے۔ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق کفر کا فتویٰ نہ دے اور جو امر یقینا کفر کا کسی میں پایا جاوے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا، پیغمبروں کی اہانت کرنی اس کے کافر ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہو۔ملا علی قاریؒ نے ان دونوں امروں کو شرح فقہ اکبر میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔پہلے فتویٰ میں جو مولانا مولوی رشید احمد

صاحب کے جواب میں لکھا گیا ہے اس میں ملا علیقاریؒ کی عبارت درج ہے۔ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس فرقہ کو ہدایت پر لاوے ورنہ ان کے شر سے عوا، اہل اسلام کو بچاوے۔ وما توفیقی الا باللہ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ والہ واصحابہ اجمعین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں سید احمد خان نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ اگست 1888 میں یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف شامل ہیں ہر شخص جو شامل ہووے پانچ پانچ روپیہ ماہواری میرے نام علیگڑہ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوسی ایشنیں انجمنیں اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے خلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبرا ملانا چاہتے ہیں آیا ایسی جماعتیں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعا درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب

الھم ارنا الحقاً والباطل باطلاۃً۔اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ اور رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں اصل میں شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے اور بنیاد اس فرقہ کی عبدالوہاب نجدی سے شروع ہوئی ہے تخمیناً کچھ اوپر سو برس کا عرصہ ہوا کہ متبعین محمد عبدالوہاب نے سلطان سے باغی ہو کر مکہ معظّمہ ومدینہ مطہرہ پر بھی قبضہ کر لیا اور اکثر علماء اسلام کو قتل کر ڈالا آخر لشکر ظفر پیکر سلطانی نے 12 36 ہجری میں فتح پا کر انکے شہروں کو برباد اور تاراج کیا یہ سب ردالمحتار معروف بشامی شرح درمختار میں مذکور ہے ابتک یہ حال ہے کہ جس شخص میں کوئی علامت وہابیت کی حکام حرمین شریفین پاتے ہیں فوراً اسکو گرفتار کر لیتے ہیں مولوی نذیر حسین مذکور جب حج کو گئے اسی وجہ سے حکام حرمین نے انکو قید کر دیا آخرش بہزار سفارش ومنت تائب ہو کر رہا ہوئے چونکہ اس ملک کے دہابی یعنی جو غیر مقلد اور کبھی موحد اور کا ہے محمدی اور اہلحدیث کے نام سے اپنے نامزد کرتے ہیں مولوی نذیر حسین کے مقلد اور تابعدار ہیں پس انکو نیچری کے جو ہم سبق انکا ہے ضرور بالضرور مدد کرنی پڑی اور عقائد اس کے بالکل شریعت کے برخلاف ہیں اس نے اپنی تفسیر میں روزہ رمضان حج بیت اللہ کی فرضیت سے انکار ظاہر کیا اور وجود ملائکہ خصوصاً صاحب جبرائیل جنکے

ذریعہ سے کل کتب سمادیہ انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں نہیں مانتا اور دوزخ بہت کا صاف منکر ہے۔ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے کو بت پرستی کہتا ہے اور سود کا لینا دینا درست جانتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل جواہر عضیہ فی ردنیچر یہ مصنفہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مطبوعہ 1304 ہجری میں جس پر علماء لاہور وغیرہ کی مواہیر ثبت میں موجود ہے اور نیز یہ شخص معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیاء عظام کا سخت منکر ہے دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی طرح بیٹا یوسف نجار کا معاذ اللہ بتاتا ہے حالانکہ خدا جل جلالہ نے مدلل طور پر پایہ ثبوت پر پہنچا دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بینے بلا باپ پیدا کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون یعنی تحقیقی مثال عیسیٰ کے نزدیک خدا کی مانند مثال آدم کی ہے پیدا کی ہے پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو پس ہو گیا۔ فائدہ۔ نصاری اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ علیہ السلام بندہ نہیں خدا کا بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کہ کس کا بیٹا ہے اسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آدم علیہ السلام کا نہ ماں نہ باپ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تو کیا عجب ہے غرض یہ شخص بسبب تکذیب آیات قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ کیف یهدی الله قوما کفروا بعد ایمانهم وشهدوا ان الرسول حق وجآءهم البنیات والله لایهدی القوم الظالمین۔ آولئك جزآءو هم ان علیهم لعنت الله والملائکه والناس اجمعین خالدین فیها لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون یعنی کیونکر ہدایت کرے خدا اس قوم کو کہ کافر ہوئے پیچھے ایمان لانے کے اور گواہی دی یہ کہ رسول ﷺ سچ ہے اور آئیں انکی پاس دلیلیں اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو یہ لوگ سزا ان کی یہ ہے کہ اوپر ان کے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ جنکی بیچ اس کے نہ ہلکا کیا جاویگا ان سے عذاب اور نہ ڈھیل دئے اجاوینگے۔ اب بنظر انصاف خیال کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو خدا تعالیٰ ابدالاباد ملعون قرار دے تو اس سے خط و کتابت تعظیما الفاظ سے اور اس کو امور دنیاوی میں پیشوا قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ دیکوے ہنود، یہود نصرانی مجوس وغیرہ کافروں کا نکاح آپس میں موجب دین ان کے جو درست ہے شرعا بھی اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔ قال فی الهدایۃ۔ اذا تزوج الکافر بغیر شهود وذالک فی دینهم جائز ثم اسلما اقرا علیه انتہیٰ لیکن جو شخص مثل نیچرویوں کے اپنے دین سے مرتد ہو جائے۔ تو اس کا کسی عورت مسلمہ کافرہ مرتدہ ہو نکاح درست نہیں پس اولاد انکی ہرگز ثابت نسب ہوگی۔

قال فی الهدایته لایجوز ان یتزوج المرتد مسلمة ولا کافرة ومرتدة وکذالا یتزوج المرتدة مسلم

ولا کافر انتھی ملخصا ۔ یعنی مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتدہ عورت کا کسی مرد سے شرعاً نکاح درست نہیں غرض بلا قبول اسلام مرتد اسلامی عملداری میں بودوباش نہیں کرسکتا انجلاف کافر کے تنال فی الھدایۃ۔ توضع الجریتہ علی اھل الکتاب و عبدۃ الاوثان ولا توضع علی المرتدین لایقیل منھم اللا الاسلام ۔ انتھی ۔ یعنی اہل کتاب اور ہنوو وغیرہ جزیہ قبول کر کے بلا قبول اسلام مرتد اسلامی عملداری میں بودوباش نہیں کرسکتا بخلاف کافر کے ۔قال فی الھدایۃ توضع الجزیۃ علی اہل الکتاب وعبدۃ الاوثان والاتوضع علی المرتدین ۔لایقبل منھم الاالاسلام انتھی ۔یعنی اہل کتاب اور ہنود وغیرہ سے جزیہ قبول کر کے بلا قبول اسلام رعایا ہو کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں ۔لیکن مرتد جزیہ قبول کر کے بلا قبول اسلام رعیت ہو کر نہیں رہ سکتا۔ مفسدہ پردازی دین اسلام میں قتل سے بڑھ کر ہے۔ قال اللہ۔ والفتنہ ۔ اشد من القتل۔ اگر کسی کو دوسرے خیالات کی نسبت کچھ کلام ہو۔تقریراً یا تحریراً تسلی حاصل ہوسکتی ہے۔ یا حکام کے ذریعہ سے اپنی دادرسی چاہے لیکن صرف سینہ زوری اور فتنہ پردازی پر قائم ہو کر امن خلائق میں خلل انداز ہونا شرعاً اور قانوناً سخت منع ہے خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ نیچریوں کی جماعت میں داخل ہونا اوران کی مدد کرنی اوران کی شاخیں شہر بہ شہر قائم کرنی اور فساد برپا کر کے لوگوں کو دھمکا کر نیچری بنانا اور نیچری کو اپنا مقتداد ینی یا دنیاوی امور میں ٹھہرانا ہرگز ہرگز درست نہیں جو فتوی نیچروں نے علماء کو دھوکا دیکر یا خود تیار کر کے نیشنل کانگریس کا حرام یا کفر ہوتا ان سے ثابت کرتے ہیں انہیں پر عائد ہوتے ہیں کیونکہ نیچریوں کی ایسوسی ایشن میں بڑے بڑے متعصب ہندو مثل راجہ بنارن جو کمال دشمن اہل اسلام کا ہے داخل ہیں ۔ پس اگر نیشنل کانگریس بسبب شمولیت ہنود کے بالفرض ممنوع قرار دیجائے تو جماعت نیچری کی جو ہنود متعصبین اور مرتدین وغیرہ سے فراہم کیجاتی ہے بطریق اولی مآل کار اور انجام اس کا مرا اسلام سمجھ کر کفر قرار دینا بحکم المراء یوخذ باقرارہ۔ انکو پڑا۔ پس ائے بھائیو! دیدہ دانستہ اپنے آپ کو قعر ضلالت میں نہ ڈالو اور اپنے اسلام کو ہاتھ سے نہ دو۔ قال اللہ تعالیٰ ۔تعاونوا علیٰ البر والتقویٰ ولا تعاونو علیٰ الاثم والعدوان۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مدد کرو اوپر نیکی اور پرہیز گاری کے اور نہ مدد کرو اوپر گناہ اور ظلم کے۔ وما علینا الا البلاغ آخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العالمین دالصلوۃ والسلام علی رسول محمد ﷺ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ خادم الطلباء محمد ﷺ علی عنہ لودیانوی۔

یہ خلاصہ اس تقریر کا ہے جو میں نے روز جمعہ روبرو تخمیناً ایک ہزار آدمی جن میں وکلاء ضلع بھی موجود تھے۔ علی کہ متوطن بمبئی کے سوالات کے جواب میں بیان کیا تھا مولوی محمد صاحب اخویم مفتی لودہیانہ نے میری تقریر کو لباس فاخرانہ پہنا

کر یہ استفتاء تحریر فرمایا۔ جزاہ اللہ عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء فی دار الفناء والبقار وھو خر المحسنین صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد ﷺ آجمعین۔ عبدالعزیز عفی عنہ لودیانوی۔ کل اجوبہ صحیح طور پر اخویصاحب مدظلہ نے تحریر فرمادئیں۔ اور تحریرات سید احمد خان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ منکر کتب سمادیہ کا صریح طور پر ہے اس کے کافر مرتد ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفر الم یکن الہ لیبغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا۔

نیچری اور ہم عقیدہ اس کا دونوں کافر اور مرتد ہیں اور انکا کوئی عمل مقبول نہیں۔ قال الھن تعالیٰ۔ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمل وھوفی الآخرۃ لمن اخاسرین۔ جمیع انجمن ہائے اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس نیچری کے کلمات اور اخبارات کا معاملات دینی ودنیاوی میں ہرگز اعتبار نہ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔

درمختار میں لکھا ہے کہ جس کا فتوی ملک عرب وعجم خصوصاً حرمین شرفین میں جاری ہے۔ ویبطل من المرتد اتفاقا مایعتمد الملتہ وھی خمس النکاح والذبیحتہ والصید والشھادۃ والارث۔ اس مسکین کے خیال میں ایک اور امر ضروری ہے۔ اگرچہ متعلق فتویٰ کے نہیں ہے وہ یہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے سرکار دولت مدار ہمارے دینی امور میں حارج نہیں اس امر کا شکریہ ادا کرکے حاکم وقت سے اس امر کی التجا کرنی چاہیے کہ ایک ایک قاضی ومفتی شہروں میں اور ایک ایک نائب ان کا قصبات میں مقرر کئے جاویں اور جمیع مقدمات دیوانی اہل اسلام کے سپردان کے کئے جاویں۔ امید قومی کرتا ہوں کہ اراکین نیشنل کانگرس بھی اس امر پر اتفاق کریں گے کیونکہ ان کوفوائد عام خلائق کے مدنظر میں اور قانون مجریہ حال کے یہ امر مخالف نہیں۔ صلی الھی علی خیر خلقہ محمد ﷺ والہ واصحابہ اجمعین الراقم عبداللہ لودیانوی عفی عنہ۔

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشراء اور تجارت میں کرلیویں اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شروع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔ اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام ومسلمان کو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کرلینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شروع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی دلت یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہودہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ نیچری لوگ شریعت کی رو سے

مرتد میں معاملہ دنیاوی ان کے ساتھ کرنا شرعاً مسلمانوں کو حرام ہے۔ مدد کرنی ان کی کسی امر میں ہرگز جائز نہیں بلکہ مدد گاران کا بھی ان میں شرعاً گنا جاتا ہے۔ قال الہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فان منھم ۔ یعنے جو کوئی محبت کرنیگا تم میں سے ساتھ ان کے پس تحقیق وہ انہیں میں سے ہے۔ اور ہنود سے معاملہ دنیاوی کرنا بشرط حفاظت دین اپنے کے منع نہیں۔ فقط اسمٰعیل عفی عنہ لودیانوی ء لاشک فی صحۃ الاجوبۃ عبدالواحد لودیانوی۔ یہ سب تحریر میری نظر سے گذری اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ نیچریوں سے ارتباط واختلاط موجب مضرت دین ہے اور ہنود سے معاملہ بیع وشراء یا اور معاملہ دنیا کا رکھنا بشرط عدم نقصان دین موافق جواب مذکور کے جائز ہے۔ فقط ناصر الاسلام محمد شفیع رامپوری۔ یہ تمام تحریر پر جناب مولوی صاحبان کی موجب شریعت احمدی ﷺ نہایت مدلل ہے۔ نظام الدین عفی عنہ لودیانوی حسب الفہم جوابات کو دریافت کیا بہت صحیح اور عمدہ موافق قرآن اور حدیث کے پائے۔ الاقم بندہ رکن الدین عفی عنہ سکنہ لودیانہ۔ کل اجوبہ کو بخوبی نظر غور سے دیکھا صحیح پایا۔ الراقم بندہ محمد اسحاق لودیانوی۔

خلاصہ انتظام المساجد　　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　باخراج اہل الفتن والمقاصد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی مذہب کا مذاہب اربعہ سے مقلد ہو کر تقلید کو شرک وحرام جان کر ترک کرے اور آئمہ دین خصوصاً امام اعمہ کو موردان آیات کا قرار دے جو کفار کے حق میں وار دہیں اور سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب کو بسبب بس وتراویح کے بدعتی کہے اور استقرار خدا جلالہ کا عرش پر ثابت کرے اور مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کرنے کے واسطے شوہر اول کے جواز نکاح کا فتویٰ دے اور واسطے جواز مواکلت و مشاربت اہل کتاب کے یہ سند افترائی گزارے کہ جو قروط باآمیزش چربی خنزیر تیار کئے ہوئے اہل کتاب کے یمن سے آیا کرتے تھے معاذالہا آنحضرت ﷺ انکو کھایا کرتے تھے جیسا مولوی عطا محمد ﷺ ہوشیار پوری نے رسالہ اظہار الحق میں لکھا ہے اور اس رسالہ پر مواہیر مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی ثبت ہو کر لاہور میں چھپ کر پادریان لودیانہ کے پاس آیا اور اخبار نور افشاں میں دیر تک چھپتا رہا۔ آیا ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو بایں نیت کہ اس کے آنے سے عوام اہل اسلام کے عقائد بگڑ جاتے ہیں مساجد سے اخراج کرنیوالا وعید آیت۔ ومن اظلم ممن منع مساجد الہاان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔ میں داخل ہے یا نہیں۔ بنیوا توجروا۔

جواب - الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے کیونکہ تقلید آئمہ دین کی جمیع

ممالک اہل اسلام بمعہ حرمین شرفین و اولیاء کرام و سلاطین عظام میں ورقدیم الزمان سے جاری ہے اور منکرین پر تعزیر لگائی جاتی ہے اور ان لوگوں کے حق ہونے پر آیات اور احادیث ناطق ہیں یعنی وراثت زمین بطور غلبہ اور امن اور اقامت جہاد وغیرہ جوامت محمدیہ ﷺ کے حق میں شارع سے منصوص ہیں سب ان میں موجود ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

وعد اللہ الذین آمنو امنکم وعملو الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا فرمایا الھف جل جلالہ نے وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے تم میں سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کریگا انکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کریگا واسطے ان کے دین انکا جو پسند ہے واسطے انکے اور البتہ بدل دیگا ان کو پیچھے ڈر ان کے کئے امن۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے واسطے حقیقت سنت جماعت وابطال مذہب رفض انہیں آیات کو تحفہ اثناء عشریہ میں دلیل پکڑا ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ الجہاد ماض مذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر ہذہ الامۃ الدجال۔ یعنی فرمایا رسول خدا ﷺ نے کا جہاد ہمیشہ قائم رہیگا جب سے پیغمبری عطا ہوئی ہے کہ مار ڈالے گا آخر اس امت کا دجال کو (فائدہ۔ پس اگر تقلید اماماں دین کی مرضیات حق سے نہ ہوتی تو ہرگز ممالک اہل اسلام میں بموجب قولہ تعالیٰ ولیمکنن لھم دینھم جو آیت مذکورہ بالا میں خدا جل شانہ بطور دین جاری نہ ہونے دیتا اسی طرح مردود ہے اماماں دین خصوصاً حضرت عمرؓ کو بدعتی کہنے والا جن کی شان میں آیات و احادیث وارد ہیں بلکہ چودہ آیات حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں اور حضرت ﷺ نے ان کے حق میں فرمایا وعن ابن عمر قال قال رسول ﷺ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔ یعنی مقرر اللہ نے پیدا کیا حق بات عمر کی زبان اور دن پر اور اسی طرح عرش پر مستقر جاننے والا خدا جل شانہ کو مردود ہے۔ قال الرازی تحت قولہ تعالیٰ ثم استویٰ علی العرش ان القول بانہ تعالیٰ مستقر علی العرش او جالس علی العرش او بجہتہ فوق وطرف علو باطل مردود بوجوہ عقلیۃ ونقلیۃ۔ اور شاہ ولی الہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ مطلقہ ثلثہ کو بدوں حلالہ کے درست کہنے والے عالم کو روسیاہ کر کے نکالدینا لازم ہے۔ وہذہ عبارتہ فقہیۃ یفتیٰ بمذہب سعید بن المسیب ویزوج للزوج الاول یقیت مطلقۃ بثلث تطلیقات کما کانت ویسود وجہ ویبعد انتھیٰ۔ چونکہ تقلید شخصی کی وجوب اور عدم وجوب ہیں اگرچہ بعض مقدمین کو کلام ہے لیکن مستحسن ہونے اس کے میں کسی اہل حق کو کلام نہیں کیف۔ وقد قال اللہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الی ولا شک ان الایمۃ الاربعۃ من المنیبین الی اللہ۔ پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعا کافر بلکہ مرتد ہوا۔ لان تحریم ما احل الہ واکفار المسلم کفر

والکفر بعدالاسلام ارتداد ولذا قال فی التفسیر النیشاپوری اجمع العلماء ان مسلما ذبح ذبیحہ وقصد بذبحہا التقرب الی غیرالہو صار مرتدا۔ اور افتراء مندرجہ استفادر باب اکل قروط مذکور آنحضرت ﷺ پر کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے۔

وذکر صاحب تحفة الاخلاء بما ھاسله قتل انسان ولمفتری خدا دان ظهر التوبة منه ولا یقبل عذره بالجهل لان معرفته ذات اله وصفانه وما یتعلق بانبیاء فرض عین ولهذا افتی فقهاء الامذس مستقبل ابن خاتم باستخفانه بحق یعنی دیجب علی العلماء انکاره وبیان کفره لایجوز التهاون عنها ازا سمعت هذا فلا شکسان اخراجهم سن المساجد من الواجبات المهته ، خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر افتراء کرنیوالا مرتد ہے اور حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اسکو قتل کریں اور عذر داری اسکی بایں وجہ کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا شرعا قابل پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اسکو مارنا لازم ہے۔یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہوجاتا ہے۔لیکن ایسی شخص کے واسطے شرعا یہی سزا ہے کہ اسکو حکام اہل اسلام قتل کرڈالیں یعنی جیسے حدزنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہ حد بھی تائب ہونے سے دور نہیں ہوتی اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اسکے کفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردونہ کریں ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہونگے کیونکہ صیانت انبیاء کی طعن اور نقص سے ہر فرد مکلف پر ہر لحظہ ضروریات دین سے ہے اسیواسطے علماء شہر اندلس نے ابن حاتم کو جوذی علم اور ہم جلیس مفتی وقت کا تھا بمجرد اطلاق کرنے لفظ یتیم کے آنحضرت ﷺ پر حکام وقت سے قتل کرواڈالا اور عوام اہل اسلام پر لازم ہے کہ بمجر وقوع ایسے مفسدہ کے مدعی اور گواہ ہوکر حکام سے سزا یابی اس کے میں کوئی دقیقیہ فروگذاشت نہ کریں اور اس کے نزدیک جانے سے لوگوں کو باز رکھیں یعنی ملاقات اور صحبتیّ اس کے کوزہر قاتل سے بدتر تصور کریں ورنہ بموجب آیت ومن یتولہم منکم فانہ منہم اور آیت تری کثیرا منہم یتولون الذین کفروا الیٰ قولہ ما اتخذ وہم اولیاء الآیہ زمرہ مرتدین میں داخل ہوگا۔ اور آیت ومن اظلم ممن منع مساجد الہ الایہ۔ جوسوال میں درج ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ کسی کو مسجد سے نکالنا درست نہیں۔ دیکھو خود پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ پیاز وغیر بودار چیز کھانیوالا ہماری مسجد میں نہ آوئے اور حضرت عمرؓ نے ایک مجذومہ عورت کو طواف کعبہ سے بسبب ایذا کے منع کردیا یہ دونوں مسئلے مشکوۃ شریف اور موطا امام محمد میں موجود ہیں اور تفسرے عزیزی میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک واعظ کو جوناسخ منسوخ کا علم نہیں رکھتا تھا مسجد سے نکال دیا۔ اور کتاب اشباہ نظائر میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا پہنچادے اسکو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔ پس جبکہ روکنا مسجد سے بہ سبب بوئی پیاز اور

طواف سے یہ سبب علت جزام اور نکالنا واعظ کا یہ سبب عدم امتیاز ناسخ ومنسوخ اور زبانی ایذا دینے والی کا نکالنا شرعاً درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریق اولیٰ درست ہوا اور نیز یہ سبب لحقوق بھی مرض باطنی کے جو جذام سے بڑھ کر ہے اور مساجد میں انکے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے خدا تعالیٰ مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔قال اللہ تعالیٰ ۔ واللہ لایحب المفسدین ۔یعنی خدا تعالیٰ جل شانہ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ نہیں درست رکھتا فساد کرنے والو کو ۔پس اس فرقہ فسادی کا مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہوا راقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔قبل وطی کرنے اور خلوت کے وہ عورت خانہ شوہر سے چلی گئی وہ عورت مستحق کل مہر لینے کی ہے یا نہیں ۔ جواب ۔اللھم ارنا الحقا والباطل باطلا ۔

بلا وطی اور خلوت صحیحہ کے کل مہر ذمہ شوہر کے واجب نہیں ہوتا۔البتہ اگر ایسی صورت میں طلاق دیجاوے تو نصف مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔ ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی اوخلوۃ یعنی واجب ہوتا ہے نصف مہر اگر طلاق قبل وطی یا خلوۃ کے شوہر نے زوجہ کو دی ہو۔واللہ اعلم وعلیہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدے تو اس شخص کا پھر دعویٰ اپنی زوجہ پر باقی رہتا ہے یا نہیں اور اس عورت کو نان نفقہ شوہر سے ملنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا فقط۔

جواب:

اللھم ارنا الحق حقا والباطل بطلا ۔ بعد تین طلاق دینے کے شوہر کا دعویٰ بالکل ساقط ہوجاتا ہے بعد گزرنے عدت کے عورت کو اختیار ہے۔سوائے شوہر اول کے جس سے چاہے نکاح کرے۔اور ایام عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے - قال فی الرد المختار ویجب النفقته للمطلقة الرجعی والبائن واللہ اعلم وعلیہ ا تم الراقم خادم الطلباء محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ۔اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدیں بعد دو ماہ کے اس عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کرلیا اس عرصہ میں اس کو تین حیض آچکے تھے۔شوہر ثانی نے وطی کرکے اس کو طلاق دیدی۔اور عدت بھی گذر گئی آیا اب اس عورت کا شوہر اول سے نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا فقط۔

جواب:

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔شوہر اول پر وہ عورت شرعا جائز ہے کیونکہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں مہینوں کی قید اس میں نہیں بس جب اس عورت نے بعد تین حیض گذرتے کے نکاح دوسرے شخص سے کرلیا اور اس نے بعد وطی کرنے کے طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی اب یہ عورت شوہر اول کو بالکل حلال ہے کذافی کتب فقه والله اعلم وعلیه اتم الراقم محمدلودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو اس شرط پر طلاق دی کہ سوائے موضوع راہوں وکریام وکھای چوں جس جگہ چاہے نکاح کرے۔

مذکورہ میں نکاح نہ کرے آیا شرعا یہ شرط باطل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا فقط

جواب

الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔شرط مذکور باطل ہے یعنی طلاق اس عورت پر پڑ گئی۔اور جو شرط اس کے شوہر نے لگائی ہے وہ باطل ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد القرض الی قوله والطلاق والخلع۔ انتھی۔ وفی الشا می کطلقتك ان لا تتزوجی غیری اله۔ یعنی طلاق میں اگر کوئی شرط لگادے کہ نکاح تو کسی سے نہ کرنا۔تو یہ شرط باطل ہے اور طلاق صحیح ہے یعنی جن تین مقامات سے شوہر نے منع کیا تھا اگر ان مقامات جاکر نکاح کرے تب بھی درست ہے شرعا منع نہیں واللہ علیہم وعلمہ اتم الاقم محمدی ﷺ لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین وسفیان شرع متین ۔اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ طلاق کا کیا اور شوہر نے انکار ظاہر کیا۔جانبین سے شہادت بالمقابل عدالت میں پیش ہوئیں آیا اس صورت میں گواہاں مدعیہ سے طلاق

ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا نہ فقط

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً ۔ بشہادت مدعیہ طلاق شرعاً ثابت ہوسکتی ہے۔ صرف مدعیہ کے گواہوں کا اعتبار ہے۔ مدعیٰ علیہ یعنی شوہر کو یہ رتبہ نہیں کہ اپنی طرف سے شہادت پیش کر کے طلاق سے بریت ظاہر کرے۔ اگر مدعیہ کے پاس طلاق کی شہادت کافی نہ ہوئی تو مدعیٰ علیہ یعنی شوہر اپنے انکار پر عدالتمیں حلف کرے تو ضرور طلاق سے بری ہوجاتا۔ قال فی ردالمختار ویسئل القاضی المدعیٰ علیه بعد صحة الدعویٰ فان اقر و انکر خبر المدعی یقضی علیه والاحلفه ولو اصطلاحا ان المدعی لو حلفا فالحکم ضامن وحلف لم یضمن والیمین لاترد علی المدعیٰ انتھیٰ۔ والله اعلم و اتم محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے عدت کے اندر نکاح کرلیا۔ اور اس کے حرام ہونے کا اس کو علم نہیں تھا۔ اس واسطے اس کو حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہی نکاح شرع حرام ہے آیا ایسے شخص کا جو اس نکاح میں معاون تھے کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا فقط۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً چونکہ نکاح عدت کے اندر حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کے حلال جاننے سے کفر عائد ہوتا ہے وفی الفقه الاکبر ولا یکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرة مالم یستحلها انتھیٰ قال العلی القاری فی شرحه ای لیکن اذالم یعتقد حلیتها لان من احل معصیة قد بینت حرمتها بدلیل قطعی فهو کافر۔ انتھی۔ جھل یعنی اس کی حرمت کا علم نہ ہونا اگرچہ بعض کے نزدیک عذر ہے لیکن اکثر کے نزدیک جہل عذر نہیں۔ قال القاری ایضا ولا یعذر بالجہل وھذا عند عامۃ العلماء خلافاً للبعض انتھیٰ

لہذا احتیاط اس میں ہے کہ جولوگ اس امر میں شامل تھے سب کے سب اپنا اپنا نکاح دوبارہ کرادیں۔ اور اس امر سے برسراعلان توبہ کریں اور حسب مقدور ہر شخص بعد نکاح کے مساکین کو کھانا کھلاوے۔ اول سب سے قاضی اپنا نکاح دوبارہ کرواوے اور سب سے زیادہ جرم قاضی کا ہے کیونکہ یہ مسئلہ قاضیوں کو اکثر معلوم ہوتا ہے۔ اس کا عذر پکڑنا کہ میں جانتا نہیں تھا کہ عدت میں نکاح حرام ہوتا ہے بالکل مقبول نہیں والہٰ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد۔

باسمہ سبحانہ

ماقول العلماء الحقانیة والفضلاء الربانیةان النکاح فی العدة فاسد او باطلا ؟ بینوا و توجروا فقط

جواب - اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ النکاح المذکور فاسد والفرق بین الفاسد والباطل ثابت لا کما زعم بعض ابناء زماننا فان النسب یثبت بالنکاح الفاسد بخلاف الباطل کما ھو مصرح فی الفقه ۔والحد یسقط فی الفاسد عندہ فلا یجد فاحفظه فان من مزلة الاقدام واللہ اعلم وعلم اتم الراقم محمد۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماودین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تین برس سے طلاق دی ہوئی ہے اگر یہ بیان اس کا واقعی نہ ہوتو اس عورت کا شرعا کیا حکم ہے ۔بنیو اوتو جروا۔فقط۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ اس عورت پر فی الحال طلاق پڑ گئی ۔یعنی اگر پہلے سے طلاق دینا اسکا کذب قرار دیا جاوے ۔تو عورت اس بیا کرنے کے وقت سے شرعا مطلقہ قرار دیجا ئیگی جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے ۔لو قال انت طالق امس ونکحا قبل امس یقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال انتھی ملخصا واله اعلم وعلمه اتم الرقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر اہل مسجد بسبب کسی وجہ کے دوسری جگہ میں مسجد تعمیر کر لیں اور مسجد اول کو بالکل چھوڑ دیں یعنی اس میں نمازی نماز پڑھنی ترک کر دیں ۔اور اسکا اسباب نو تعمیر شدہ مسجد میں خرچ کریں شرعا درست ہے یا نہیں؟

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ایک مسجد چھوڑ کر بسبب تنگی وغیرہ کے مسجد کے عوض میں دوسری جگہ فراخ مقام میں تعمیر کر لینا شرعا درست ہے۔ کما قال فی ردالمختار ناقلا عن جامع الفتاوی لھم تحویل المسجد الی مکان آخر ان ترکوہ بحیث لا یصلی فیه ولھم بیع مسجد عتیق لم یعرف بانیه وصرف

والباطل باطلا۔ نکاح مذکور شرعا درست ہے کیونکہ مسمات مذکورہ سبب حیض آنے کے شرعا بالغہ ہوگئی اور بالغہ کے واسطے شرعا ولی کا ہونا ضروری نہیں۔ وہ خودمختار ہے جب اس کی والدہ نے نکاح کرادیا اوراس کے گھرآبادرہی اوراس نکاح سے انکارنہیں کیا جس سے رضامندی اس کے واسطے نکاح کے ثابت ہوگئی۔ کذافی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدلودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ۔مسئلہ میں کہ مابین شیعہ سنی کے نکاح درست ہے یا نہیں۔ فقط۔ بینواتوجروا۔

جواب

اللھم ارناالحق حقاوالباطل باطلا۔ چونکہ اس ملک ہند کے کل اہل رفض سبیہ ہیں یعنی اصحاب ثلثہ وعائشہ صدیقہؓ کے بدی سے یادکرتے ہیں اور یہ امر موجب کفر ہے دووجہ سے۔ وجہ اول یہ ہے کہ سب اصحاب حرام قطعی ہے اورحرام قطعی کوجو حلال سمجھے وہ شرعا کافر ہے چونکہ یہ لوگ سب اصحاب کبار کوحلال بلکہ عبادت جانکراس کاارتکاب کرتے ہیں پس ان کے کفرمیں کیاشک ہے وجہ دوسری یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرکی بزرگی اورحضرت عائشہؓ کی پاکی قرآن شریف میں صراحتہ بیان ہے۔اور یہ لوگ ان کی بزرگی سے بالکل انکاری میں اورجوشخص قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے منکرہووہ سب علماء کے نزدیک کافرہے۔لہذامابین سنی اوررافضی کے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ نکاح کیواسطے ایماندارہونازوجین کایازوجہ کاکتابیہ ہوناشرط ہے۔ بدوں اس کے نکاح درست نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاوی عزیزی میں لکھاہے کہ نکاح مابین شیعہ وسنی کے مذہب حنفی میں درست نہیں عبارت ان کی بجنسہ نقل کیجاتی ہے۔نکاح کردن درمیان مردسنی وزن شیعہ مبنی برتکفیر وعدوم تکفرایں فرقہ است درمذہب حنفی موجب روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتداست چنانچہ درفتاوئ عالمگیری مرقوم است پس نکاح کردن اززن کہ دریں فرقہ باشددرست نیست واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدلودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے لڑکا پیداہوابعدتین سال کے لڑکی پیداہوئی اوروالدپسرمذکورکاقبل ولادت لڑکی کے انتقال کرگیااورلڑکی بھی ایک ماہ زندہ رہ کرانتقال کرگئی بعدوفات لڑکی مذکورکے

والباطل باطلا۔ نکاح مذکور شرعا درست ہے کیونکہ مسمات مذکورہ سبب حیض آنے کے شرعا بالغہ ہوگئی اور بالغہ کے واسطے شرعا ولی کا ہونا ضروری نہیں۔ وہ خود مختار ہے جب اس کی والدہ نے نکاح کرادیا اور اس کے گھر آباد رہی اور اس نکاح سے انکار نہیں کیا جس سے رضامندی اس کے واسطے نکاح کے ثابت ہوگئی۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین۔ مسئلہ میں کہ مابین شیعہ سنی کے نکاح درست ہے یا نہیں۔ فقط۔ بینوا توجروا۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ اس ملک ہند کے کل اہل رفض سبیہ ہیں یعنی اصحاب ثلثہ وعائشہ صدیقہؓ کے بدی سے یاد کرتے ہیں اور یہ امر موجب کفر ہے دو وجہ سے۔ وجہ اول یہ ہے کہ سب اصحاب حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو جو حلال سمجھے وہ شرعا کافر ہے چونکہ یہ لوگ سب اصحاب کبار کو حلال بلکہ عبادت جانکر اس کا ارتکاب کرتے ہیں پس ان کے کفر میں کیا شک ہے وجہ دوسری یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی بزرگی اور حضرت عائشہؓ کی پاکی قرآن شریف میں صراحتہ بیان ہے۔ اور یہ لوگ ان کی بزرگی سے بالکل انکاری میں اور جو شخص قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے منکر ہو وہ سب علماء کے نزدیک کافر ہے۔ لہذا مابین سنی اور رافضی کے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ نکاح کیواسطے ایماندار ہونا زوجین کا یا زوجہ کا کتابیہ ہونا شرط ہے۔ بدوں اس کے نکاح درست نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کہ نکاح مابین شیعہ وسنی کے مذہب حنفی میں درست نہیں عبارت ان کی بجنسہ نقل کیجاتی ہے۔ نکاح کردن درمیان مرد سنی وزن شیعہ مبنی بر تکفیر وعدوم تکفر ایں فرقہ است در مذہب حنفی موجب روایات مفتی بہ حکم فرقہ شیعہ حکم مرتد است چنانچہ در فتاویٰ عالمگیری مرقوم است پس نکاح کردن از زن کہ دریں فرقہ باشد درست نیست واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا بعد تین سال کے لڑکی پیدا ہوئی اور والد پسر مذکور کا قبل ولادت لڑکی کے انتقال کرگیا اور لڑکی بھی ایک ماہ زندہ رہ کر انتقال کرگئی بعد وفات لڑکی مذکور کے

اس کی والدہ چھ ماہ حیات رہ کر انتقال کر گئی اور لڑکا ایام ولادت سے تا وفات والدہ تک بدستور شیر پیتا رہا بعد والدہ پر چمذکور کے اس کی جدہ یعنی نانی نے جو کہ عرصہ سے بیوہ تھی اپنی چھاتی سے لگایا اور پسر مذکور کو بعرصہ دراز شیر پلایا اب پسر مذکور کا دختر خالہ پسر مذکور سے نکاح عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح اس کا دختر خالہ سے درست ہے اور شیر پاا اس پسر کا اپنی نانی سے نکاح کو مانع نہیں کیونکہ اس وقت عمر پسر مذکور کی تین سال سے زائد تھی اور وہ پینے سے رضاعت شرعی تب ثابت ہوتی ہے اگر دہانی سال کے اندر ہو جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔ ہو مص من ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ۔ انتھیٰ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی ہشت سالہ کا نکاح ایک شخص سے ہوا اور اس شخص نے اس منکوحہ سے وطی نہیں کی اور اس کے پاس ایک مکان علیحدہ میں رہی بعد اس کے شوہر نے طلاق دیدی آیا اس مطلقہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرنے میں عدت ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ مطلقہ مذکورہ پر عدت شرعا نہیں ھے کما قال فی الدر مختار وسبب وجوبہا عقد انکاح المتا کد بتسلیم او وماجری مجراہ۔ انتھی۔ والہا اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنی لڑکی کا رشتہ بطریق ایجاب قبول شرعی کے اس طور کیا کہ میں اس شخص کے فرزند کو اپنی لڑکی دیدی۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے اپنے فرزند کے واسطے تیری دختر قبول کی بعد میں معلوم ہوا کہ اس شخص کا کوئی فرزند نہیں اب شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ یعنی شرعا یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو اس شخص کی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ ایجاب وقبول مذکور سے نکاح منعقد نہیں ھوا۔ قال فی الدر المختار غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح وفی الشامی ماذکرہ فی المراۃ یجری مثلہ فی الرجل ان کان الزوج حاضر امشار ا الیہ جاز ولوغائبا فلا مالم یذکراسمہ،واسم ابیہ وجدہ انتھی مخلصاً۔ یعنی اگرعورت یا مرد کے نام ساتھ غلطی سے اس کے والد کا نام نہیں لیا۔ بلکہ کسی دوسرے کا نام لے لیا تو ایسی صورت میں نکاح شرعاً نہیں ہوتا۔ پس دختر مذکورۃ الصدر کا نکاح اور شخص سے کرنا شرعاً درست ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا شرع جواب کر دیا۔ یعنی ایجاب قبول شرعی طور پر مابین فریقین کے واقع ہوا۔ اب شادی کی تاریخ مقررہ پر والد دختر نے شوہر اول سے انکار کر کے اس کے خورد برادر کے ساتھ نکاح کر دیا آیا یہ نکاح ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں۔ پس جو شخص اس نکاح کا مددگا رہا اس کا کیا حکم ہے۔

جواب۔

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح ثانی شرعاً درست نہیں کیونکہ ایجاب قبول جب شوہر اول کے ساتھ ہو چکا ہے وہی اس کا شرعاً شوہر ہو گیا۔ شادی عرفی کے وقت دوبارہ ایجاب قبول ہونا ضرور نہیں۔ قال فی الدر المختار وینعقد ایجاب وقبول انتہیٰ۔ یعنی ایجاب قبول کے ساتھ نکاح ہو جاتا ہے اور جو لوگ نکاح ثانی میں مددگار تھے۔ اگر ان کو علم تھا کہ شوہر اول سے شرع جواب ہو چکا تھا باوجود اس علم کے دوسری جہ خوش ہو کر نکاح کر دیا تو ان سب لوگوں کا نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ نکاح پر نکاح غیر سے کرنا حرام قطعی ہے حرام کو حلال جاننا کفر ہے۔ قال فی العقائد بما حاصلہ استحلال المعصیۃ القطعیتہ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی دختر نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا اب وہ دختر بالغہ ہو کر دعویٰ کرتی ہے کہ میرا نکاح جو میرے سوتیلے والد نے کرایا تھا نہیں ہوا کیونکہ اس کو شرعاً میرا نکاح کرانے کی ولایت نہیں تھی بینوا توجروا۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح مذکور نہیں ہوا۔ کیونکہ سوتیلا باپ شرعاً ولی نہیں ہو جاتا اور نیز

سوائے باپ دادا کے اور کسی ولی کو بھی غیر کفو میں نکاح کرانے کا اختیار نہیں اور نیز اگر کوئی ولی سوائے باپ دادا کے کفو میں نکاح کراوے تب بھی نابالغہ کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کرادینے نکاح کا شرعاً ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔

لزم النکاح ولوبغبن فاحش اور بغیر کفوان کان الولی اباًاوجد اوان کان المزوج غیرھمالا یصح لغیرکفو وبغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہرالمثل صح ولھما اختیار الفسخ بالبلوغ والعلم باالنکاح والھر اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا اور بروقت تندرستی کے اپنی دختر کو کچھ مال دیدیا تھا، اور کچھ اپنے بھائی کو دے گیا تھا بعد مرنے اس کے اس کا برادرزادہ بحیثیت وراثت شرعیہ کے دختر پر بابت مال مذکور دعویٰ کرتا ہے آیا شرعاً یہ دعویٰ درست ہے یا نہیں۔بینوا وتوجروا۔فقط۔

جواب۔اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔جو متوفی اپنی جائداد بروقت تندرستی اپنی کے دیدی ہو اس پر دعویٰ کسی کا نہیں ہوسکتا۔اگر بالغرض قبل فوت ہونے کے نہ دیجاتا تو اس پر وراثوں کا دعویٰ ہوسکتا تھا۔برادرزادہ بموجودگی برادر شرعاً ورثا میں داخل نہیں اور مینا کرنا شرعاً بالکل درست نہیں خدا تعالیٰ نے منی۔کے منع کرنیکے واسطے قرآن شریف میں یہ آیت نازل فرمائی۔ما کان محمد اباًاحدمن رجالکم۔ الآیہ والھو اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بد اس کے ایک ہمشیرہ پدری اور ایک چچازاد بھائی باقی رہے شرعاً ترکہ متوفی کا کس طرح پر تقسیم ہونا چاہے۔بینوا وتوجروا۔فقط۔

جواب۔اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ترکہ متوفی مذکور کا شرعاً دونوں کو نصف نصف ملیگا یعنی کل مال متوفی سے اول قرضہ ادا کرکے باقی ماندہ میں سے نصف ہمشیرہ پدری اور باقی دوسرا نصف چچازاد بھائی کو شرعاً ملیگا۔کذافی سراجی والھف اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔فقط۔

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ خوتنون نے انتقال کیا اس کا ایک مکان تھا جس میں اس کے رضاعی بھائی کی اولاد سکونت پذیر اور قابض ہے۔اس مکان کا ایک شخص مسمی حسینی نے دعویٰ عدالت میں دائر کیا کہ یہ مکان میرے ماموں کی زوجہ کا ہے یعنی متوفی مذکورہ میرے ماموں کی زوجہ تھی اسواسطے وہ مکان مجھ کو ملنا چاہیے۔آیا یہ دعویٰ مدعی مذکور کا شرعاً قابل سماعت ہے یا نہیں۔بینوا توجہ۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ مدعی شرعاً متوفیہ مذکورہ کے ورثا میں سے نہیں یعنی کسی طرح کی قرابت جس سے شرعا وارث ہو سکے متوفیہ مذکور سے نہیں رکھتا۔ لہذا دعویٰ مدعی شرعاً ہرگز لائق سماعت نہیں۔ کذا یفھم من کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وراثت برادر حقیقی میں جو ماں باپ ایک سے ہے اس بھائی پر جو ایک باپ سے ہے لیکن والدہ اس کی اور ہے فوقیت رکھتا ہے یا نہیں یعنی موجودگی برادر حقیقی غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہی ورثہ شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ برادر حقیقی کے ہوتے برادر غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہے شرعاً ورثہ نہیں تھا

- قال فی السرجی ثم یرجحون بقوۃ القرابۃ اعنی بہ ان ذاقرابتین اولی من ذی قرابۃ واحدۃ لقولہ علیہ السلام ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام اولی من الاخ لاب انتہی ملخصاً

خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ بردار حقیقی کے ہوتے برادر علاتی کو ورثہ نہیں ملتا۔ والھو اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس کی دو زوجہ اور ایک بھائی باقی رہا شرعاً اس کا مال کس طرح تقسیم ہونا چاہیے اور ایک زوجہ کا زیور مندرجہ نکاح نامہ سے زائد ہے ایسی صورت میں زیادتی کو اصل مال متروکہ میں شامل کرنا چاہیے۔ یا اس عورت کے مال میں شمار کرنا لازمی ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ صورت مذکورہ میں بعد ادائیگی مہر ووصیت وقرضہ وغیرہ چوتھائی مال دونوں عورتوں کو اور باقی تین حصے بھائی کو شرعاً ملنے چاہییں۔ اور جو زیور زائد مندرجہ نکاح نامہ سے جس عورت کا موجود ہے وہ اس کا مال ہے اس کو ترکہ میں داخل کرنا نہ چاہیے۔ فقہ کی کتاب مسمی کافی میں لکھا ہے القبض دلیل الملک یعنی جو چیز جس کے قبضہ میں ہے وہ چیز اس کی ہے۔ جب تک کوئی دلیل شرعی اس کے برخلاف نہ پائی جاوے۔ کتاب جامع الفصولین میں لکھا ہے۔ ذوالید شیٔ المستعمل المتصرف فیہ الدال علی ان لہ ملکہ ہو احق بالدعویٰ۔ یعنی جو چیز کے ہاتھ میں ہے اور اس کے استعمال میں آتی ہے۔

اس کی ملک پر وال ہے وہی شخص اس پر دعویٰ کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ صرف اس گمان سے کہ یہ زیادہ زیور شوہر نے اپنا امانت اپنی زوجہ کے سپرد کیا ہو گا دعویٰ کرنا وارث کا بالکل باطل ہے جیسا کہ کتاب خزانۃ العلوم میں لکھا ہے۔ الدعوی

بالظن والسماع لایقبل۔ غرض بلا دلیل مال غیر پر دعویٰ شرعاً۔ قائم نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ضاد اور ظا میں فرق کرنا واجب ہے یا نہیں۔ اگر ضاد کی جگہ ظا یا ڈال پڑھا جاوے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ جواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً ورزقنا اتباعه والباطل باطلاً ورزقنا اجتناباً۔ فرق کرنا ضاد اور ظا میں واجب ہے اور فرق نہ کرنے سے نماز نہیں۔ قال فی المنیة اما اذا قراء مکان الذال ظاءً او مکان الضاء ظاءً او علی القلب تفسد صلوته علیه اکثر الائمة۔ انتھی وذکر صاحب العینی شارح البخاری تحت قوله تعالی وماهو علی الغیب بضنین۔ بعد بیان ان عند بعض القراء وبالضاد وعند البعض بالظاء ناقلاعن النسفی حیث قال وقال النسفی فی تفسیر واتقان الفصل بین الضادو الظاء واجب ومعرفته لا بد للقاری فان اکثر العجم لایفرق بین الحرفین۔ انتھی۔ مافی العینی اور جو بعض میں مکان ضاد کے ظا پڑھنے سے نماز درست لکھی ھے وہ بعض متاخرین کا مذھب ھے لیکن وہ بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ اس مقام میں درست ھے جھاں ظا سے معنی میں خرابی نہ پڑے ورنہ نماز بالاتفاق فاسد ھوجائیگی۔

اس امر میں ذال اور ظا برابر ھیں۔ قال صاحب الکبیری شارح المنیه نا قلا عن قاضی خان قرءوا والعا دیات ظبحاً با الظاء مکان الضاد تفسد اذلیس له معنی حسد وبالدال المهملة مکان الضاد المعجمة تفسد للبعد الفاحش فی معنا هما غیر المعظوب والمغدوب بالظاء المعجمه والذال المعجمة تفسد اذالیس له معنی ولا ولا لظالین با الظاء المعجمة اوالدال المعجمة لاتفسد بوجود لفظیهما فی القرآن وقرب لمعنی انتھی۔ مختصراخلاصه المرام ان اکثر الائمة ذهبوافی صورت تبدیل الضاد ظاء اودالا الی فساد الصلوة واما المتاخرون فقالوان کان بعد التبدیل له معنی قریب یصح والا تفسد عندهم ایضاً۔

فحصل کلامهم ایضا ان الظاءالمعجمة لاتقوم مقام۔ الضاد مطلقا بل اذا کان له معنی مناسبا والدال المهملة کذالك لاتقوم مقام الضاد الااذاکان له معنی مناسب فاحفظه والها اعلم وعلمه اتم الراقم محمدلودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مسجد قبرستان میں ایسی زمین پر تعمیر کی گئی ہو

جو قبروں سے خالی تھی لیکن گرد اگرد اسکے قبریں ہوں اور اس مسجد کی چار دیواری موجود ہو تو ایسی مسجد میں نماز پڑھنے کا شرعا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا۔ قبروں کے اندر نماز کا ادا کرنا فقہا نے مکروہ تحریر کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مکان نماز کیواسطے تیار کیا گیا ہو اور اس میں کوئی قبر نہ ہو تو ایسے مکان میں نماز کا ادا کرنا لا باس میں داخل ہے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ قال فی الشامی اذا کان فی المقبرۃ موضع اعدلصلوۃ ولا قبرولا نجاسته لا باس کمافی الخانیة وفی القهستهانی لاتکرہ الصلوٰۃ فی جهته قبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلے صلوٰۃ صلوٰۃ الخاشعین وقع بصر علیه انتهی۔ قال القسطلانی۔ امامن اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقسه التبرك بالقرب منه لالتعظیم له ولا للتوجه الیه فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتهی۔ والله اعلم وعلمه اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شاگرد ہو کر استاد کو ایذا دے تو آیا وہ شخص عاق ہوتا ہے یا نہیں اور جو والدین کے ایذا دینے سے عقوق ہوتا ہے عاق استاد کا سے شرعا کم ہے یا زیادہ۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا۔ حقوق استاد کے شاگر پر والدین کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ عین العلم میں لکھا ہے۔ قال حق المعلم زائد علی حقهما۔ یعنی حق استاد کا والدین کے حق سے زیادہ ہے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے بہتر بابوں کا وہ شخص ہے جو علم سکھاوے اور نیز عین العلم میں ہے کہ نہ ڈھوکے دروازہ استاد کا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے حق میں اس مضمون کا حکم آیت میں وارد ہے۔ حیث قال ولا تصرع باب دارہ قر اولوانهم صبر واحتی تخرج الیهم لکان خیرا هم۔ انتهی۔ جامع التفاسیر میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علیؓ نے۔ انا عبد من علمنی حرفا۔ میں غلام ہوں اس کا جس نے تعلیم کیا مجھ کو ایک حرف اور استاد کے نافرمان کو جنت کی بو نہیں پہنچے گی۔ اور باران انواع میں مولوی عبداللہ صاحب نے لکھا ہے کہ ماں باپ کے عاق کی توبہ درست اور جو استاد کا عاق ہو اس کا قاضی اور مفتی اور حاکم ہونا درست نہیں اور کوئی عبادت اسکی قبول نہیں ہوتی اور اس کو آخر عمر میں محتاجگی لائق ہوتی ہے اور بدوں رضامندی استاد کے اس کی توبہ اور ایمان قبول نہیں ابیات انواع کے یہ ہیں۔

ماں پیو دا حق فرض ہے مسعودی فرماء۔ اس غالب استاد خزانی تحفۃ الفقہاء

ہک لفظ پچھے کوئی پاس کسی تے اس ہوندا استاد۔ ایہ وچہ خلاصی حضرت کہیا منکر دیں فساد

ماپیودا کوئی عاق ہبجہ تس کراہت طاعت۔ توبہ اس قبول ہے اندر خر کنجات

جے عاق ہووے استاد دا قتدا ایہہ مذکور۔ رب الہا خالقا کرتوں حق ظہور

عاق قضا نہ حاکمی نہ فتوٰے سلطان۔ حج زکوۃ صلوۃ نہ کلمہ صدقہ نہ رمضان

لس آخر عمر فقیری آدے برکت عل نہ کجھ۔ ایمان توبہ رد کہن مک وچ کتاباں بجھ

ماں پیو کسی سدنیدا ایہی جو ایہہ نفل کرچیئ۔ ایتھے نقل نہ پہنے پہنے جی استاد سدسیئ

حکایت مشہور ہے کہ ایک خاکروب جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گذرتا تو آپ اس وقت کھڑے ہوجاتے ۔حاضرین نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہہ میرا استاد ہے اس امر کا کہ کتا جب لات اٹھا کر پیشاب کرتا ہے اسوقت بالغ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

شاہ عبداللہ در صاحب نے موضع القرآن کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حق استاد کا نہ فرمایا ماں باپ کا بیان کیا اس واسطے کہ استاد کا حق رسول کے حق میں آگیا کہ نائب رسول ہے۔ انتہی ۔ بما حاصلہ۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء لہذا ضرور حقوق استادی انبیاء کے حقوق میں شمار ہیں ایذا دینے والا نبیوں کا ملعون ابدی ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات میں جابجا مذکور ہے۔ حکم ایذا دینے والے کا بغیر موجب شرعی کے استادوں کو متفرع اس پر ہے لائق امامت واستغنا و دیگر احسانات دینی ودنیاوی کے شرعا کب ہوگا۔ اگر حکومت اسلام ہوتو سخت سزایاب ہو اب مسلمانوں کو اس قدر لازم ہے کہ ایسے شخص سے کنارہ کسی کریں۔ فقط۔ الراقم اسمٰعیل عفی عنہ۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بعد اس کے دو پسر اور ایک دختر اور ایک زوجہ باقی رہی شرعاً ترکہ اس کا کس طرح تقسیم ہونا چاہیے۔ بینو توجروا۔ فقط۔

جواب ۔اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا ۔ اول اس کے مال سے دین اور مہر ادا کیا جاوے بعد ازاں کل مابقی مال کو چالیس حصہ کیا جاوے اس میں سے پانچ حصے زوجہ کو اور سات حصے دختر کو اور چودان چودان ہر دو پسران کو حصے دئے جاویں۔ بہذہ الصلوٰۃ۔ کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ذبح کرتے وقت عقدہ یعنی کنڈی سینے کیطرف رہ جاوے تو اس ذبحیہ کا گوشت درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ جواب ۔۔اللھم ارنا الحق حقاً

والباطل باطلا۔ یہ مسئلہ اگرچہ اختلافی ہے لیکن اکثر علماء محققین کے نزدیک گوشت مذکورہ حرام نہیں۔ قال العینی فی شرح الهدایته سئل الامام المستغنی عمن ذبح شاة وبقیت عقدة الحلقوم مایلی الصدر اتو کل ام لا؟ قال هذا قول العوام ولیس هذا ویعتبر ویجوزا کلها سواء بقیت العقدة مایلی الراس اومایلی الصدر لان المعتبر عندنا قطع اکثر وداج وفی النهایة وهذا صحیح لانا لا اعتبار بکون العقدة من فوق امن تحت الا ثری الی قول محمد بن الحسن فی الجامع الصغیر لاباس بالذبیح فی الحلق کله اسفل الحلق اور وسطه اور اعلاه فاذا ذبح فی الاعیل لابدان تبقی العقدة من تحت ولم یلتفت الی العقدة لافی کلام اله ولافی کلام رسوله بل لزکوة بین اللبته واللحیین بالحدیث انتهی۔ وفی الشامی ومثله فی المسح عن البزازیته وبه جزم صاحب الدر لیکن جرم فی النقایته والمواهب بانه لابدان تکون العقدة بمایلی الراس الیه مال الزیلعی وقال ماقال الرستغنی شکل فانه لم یوجد فیه قطع الحلقوم ولا المری واصحابنا وان اشترطوا قطع الاکثر فلا بدمن قطع احدهما عندالکل واذالم یبق شئی من العقدة بما یلی الراس لم یحصل قطع واحد منهما فلا یوکل بالاجماع آه۔ ورده محشیة الشبی والحموی وقال المقدسی قوله لم یحعل قطع واحد منهما ممنوع بل خلاف الواقع لان المراو بقطعهما فصلهما عن الراس اوعن الاتصال باللبة انتهی۔ وقال الرملی لایلزم منه عدم قطع المری اذیمکن ان یقطع الحرقدوهو اصل اللسان وینزل علی المری فیقطعه فحصل قطع الثلاثة انتهی۔ اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبیح فوق العقده فحصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقاله شراح الهدایته تبعا للرستغنی والا فالحق خلافه اذلم یوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب وفیظهر ذالك بالمشاهدة اوسوال اهل الخبره فاغتنم هذاالمقال ودع عنك الجدال انتهی مافی الشامی۔

حاصل اس عبارت کا ہے کہ اس مسئلہ میں علما مختلف ہیں۔صاحب شامی نے آخیر میں بطور محاکمہ کے یہہ لکھتا ہے کہ اگروقت ذبح کرنے کے مقدہ یعنی گھنڈی سینہ کی طرف رہےاورسوائے حلقوم کے باقی تینوں رگیں کٹ جاویں تو درست ورنہ کھانا اُس کا حلال نہ ہوگا۔واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمدلودیانوی۔باسمہ سبحانہ۔کیا حکم ہےاس مسئلہ میں کہ ایک شخص بوقت وعظ نصیحت یہ کہتا ہے کہ مسلمانی کتنے لمبی چوڑی ہےاورکیا چیز ہےاور میں رسول کونہیں جانتا کہ کون تھا جو

کوئی مجھ کو شراب وبھنگ وچرس ونشے وزنا وغیرہ سے منع کرے میں تو اُس کو سُور کھلاؤں گا اور خود بھی کھاؤں گا اور بعض اشخاص اس شخص کے معاون ہو ثواب بموجب شریعت وہ اور اُس کے معاون کون ہوئے اور اُن کی کیا سزا اور تعزیر اور نیز یہ شخص اور اُس کے معاون توبہ سے بھی منکر ہیں اور اُن سے ملنا برتنا کیسا ہے اس کا جواب مفصل معہ سزا تحریر فرمادیں کیونکہ پیشی مقدمہ 28 ہے۔

جواب۔ افہم انا الحق عقاوالباطل باطلا۔ ایسے شخص کے مرتد ہونے میں شک نہیں کیونکہ انکار کرنا حضرت کا جو بانی مبانی شریعت اسلام کے ہیں۔ اشد کفر ہے اور جو شخص اُس کی اعانت کرتے ہیں اور اس کو کچھ اچھا جانتے ہیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان مرتدوں سے اپنے آپ کو بچاویں اور ان کے ساتھ معاملہ کریں دینی ہو یا دنیاوی اسی واسطے شارع نے ایسے لوگوں سے سوائے اسلام قبول کرنے کے اور کوئی طریق توبہ قبول کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ یعنی کافروں کو رعیت بنا کر حاکم اہلِ اسلام حکومت اسلامی میں رکھ سکتا ہے اور مرتد کو بدوں قبول کرنے اسلام کے رہائی کسی طرح نہیں دے سکتا۔ قال فی الھدائتہ توضع الجزیۃ علیٰ اھل الکتاب وعبدۃ الاوثان ولاتوضع علیٰ مرتدین ولایقبل منھم الاالاسلام انتھی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں میں علماء دین ومفتیان شرع متعین اس مسئلہ میں کہ ظہر کا ادا کرنا بعد جمعہ کے لازم ہے یا نہیں اور تراویح میں بیس رکعت ہیں یا آٹھ۔ بینوا توجودا۔ فقط۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق حقاوالباطل باطلا۔ اس ملک ہند میں بسبب بنا پائے جانے حکومت اسلام کے جمعہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک فرض نہیں ہوگا۔ اس واسطے ظہر کا پڑھنا لازم ہوگا۔ اور تراویح چاروں اماموں کے نزدیک بیس رکعتیں ہیں۔ جو شخص ظہر بعد جمعہ کے ادا کرنے سے مانع ہوا اور تراویح کو آٹھ رکعتیں قرار دے وہ شخص لامذہب ہے۔ ایسے شخص کو جماعت میں امام نہونے دے یہ دونوں مسئلے کتب فقہ میں مثل عینی فتح القدیر وغیرہ میں بطس کے ساتھ موجود ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کا شرع جواب دیکر فوت ہو گیا اب وہ لڑکی چودہ سال کی ہو اور اس کا ایک بھائی سولاں برس کا ہے اور دو عم ہیں اور والدہ سے اب اس کے نکاح کیواسطے شرعاً ولی کس کو قرار دیا جاوے۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقاوالباطل باطلاً۔ اگر ایجاب قبول جانبین سے بروقت شرع جواب پوری طور پر وقوع میں آیا ہوتو

نکاح اسی وقت کا قائم ہے اور نکاح کرنے کی اور ولایت کسی کی درکار نہیں۔ اگر ایجاب قبول وقوع میں نہیں آیا۔ پس اگر وہ دختر متوفی کی اس وقت بالغہ ہے۔ تب بھی ولایت کی حاجت نہیں خود وہی مختار ہے اور اگر بالغہ نہیں تو بھائی اس کا اگر بالغ اور عاقل ہے تو اس کو نکاح کروا دینے کی شرعاً ولایت ہے اور اگر وہ بالغ و عاقل نہیں تو اس کے ہر دو عموں کو ولی قرار دیا جاوے۔ قال فی الدار المختار و ینعقد بایجاب من احدهما و قبول من الاخر والولی فی النکاح العصبته بنفسه علی ترتیب الارث والحجب بشرط حریته و تکلیف وهو ای الولی شرط صحته نکاح صغیرة و مجنونة فینفذ نکاح مکلفة بلا رضاء و انتهی۔ ملتقطا من مواضع شتیٰ۔ والله اعلم و علمه اتم الراقم خادم الطلبا محمدلو دیانوی۔

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عام ولا الضالین کے ضاد کو ارادۃ بصورت ظا ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

بینوا بالدائل الفقهیة جزاکم الله رب البریته۔

جواب: الهم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں۔ و فی الشامی بما حاصله وان لم یمکن التمیز منهما الا بمشقة کا الظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین قال اکثر هم لا تفسد۔ وفی خزا انهما الاان تعمد ذالك تفسد۔ و ان جری علی لسانه ولایعرف التمیز لا تفسد۔ وهو المختار وفی البزازیته وهو اعدل الاقاویل وهو المختار انتهی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح جذری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ علماء مصر سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فتویٰ کفر کا دیا اور لکھا کہ آیتہً۔ وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة۔ میں ناضرہ کے معنی بھی ناظرۃ ہو جاوینگے۔ والله اعلم و علمه اتم الراقم خادم الطلباء محمدلودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے درحالت صحت قبل از وفات دو سال اپنی جائیداد کو مابین ورثا کی حسب رضامندی ان کے تقسیم کر دیا۔ اور اس شخص نے ان کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد اسی تقسیم پر رہنا۔ تنازع فساد برپا نہ کرنا۔ چنانچہ بعد انتقال اس کے عرصہ انیس سال سے اسی تقسیم کے بموجب حسب ورثا برضاء و رغبت قابض ہیں۔ لیکن اب بعض ورثا موجودہ کی اولاد کا ایسا منشاو بیان کیا جاتا ہے کہ اس تقسیم کو وصیت ناجائز میں داخل کر کے فسخ کرایا جاوے اور از سر نو تقسیم جائیداد کی کرائی جائے۔ آیا شرعاً ایسا ہو سکتا ہے۔ بینوا

تو جردا

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ اگر شخص متوفی نے کل جائیداد تقسیم کر کے ورثا کا قبضہ اپنی صحت میں کرادیا تو یہ تقسیم قبیلہ وصیت سے نہیں پس بعد میں کوئی وارث فسخ نہیں کرا سکتا۔ اگر یہ تقسیم بطور وصیت کے کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اس اس طور پر مابین اپنے تقسیم کر لینا اور بعد میں ورثا تی بموجب وصیت کے برضاء ورغبت عمل درآمد کر کے قابض ہوگئے۔ تو البتہ یہی تقسیم داخل وصیت ہے۔ لیکن یہ وصیت شرعاً ناجائز نہیں کیونکہ جو وصیت وارثوں کو کیجاوے اور وارث اس پر رضا مند ہو جاویں تو وہ شرعاً صحیح ہے۔ کما قال فی الدر المختار ولا لوارثه الا باجازة ورثته انتھی۔ ملخصاً جب تقسیم مذکورہ شرعاً صحیح ہوگئی تو اس کو اولاد بعض وارث کی کیا بلکہ خود وارث اس کو فسخ کرا نہیں سکتے۔ کذافی کتب الفقه والله اعلم و علمه اتمه الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے دخول کیا اور بغیر انزال ہونے کے اپنے عضو مخصوص کو فرج عورت سے نکال لیا تو ایسی صورت میں دونوں پر غسل شرعاً واجب ہے یا نہیں۔ بینوا و تو جروا۔ فقط۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا۔ بصورت مذکورہ میں غسل مرد عورت دونوں پر شرعاً واجب ہے۔ قال فی الهداية ولامعانی الموجبته الغسل انزال المنی الی قوله والتقاء الختانين من غير انزال لقوله عليه الصلوة والسلام اذا التقى الختانان وغابت الحشفة وجب الغسل انزل اولم ينزل انتهى و فی الكفاية عن المبسوط واذا التقى الختانان وغابت الحشفة و جب الغسل انزل اولم ينزل و هو قول المهاجرين كعمر و علی وابن مسعود رضی الله عنهم واما الانصار كابی بن كعب وحذيفة وزيد بن ثابت رضی الله عنهم قالوا الايجب الاغسال بالا كسال مالم ينزل وبه اخذ سليمان الاعمش بظاهر قوله عليه الصلوة والسلام انما الماء من الماء ولنا ان النبی عليه الصلوة والسلام قال اذا التقى الختانان وجب الغسل انزل اولم ينزل والاصح ان عمر رضی الله عنه لم يسوغ الانصار هذا الاجتهاد حتى قال لزيد ای عدد نفسه ماهذه الفتوىٰ النهی ظهرت عنك فقال سمعت عمومتی من الانصار يقولون كذالك فجمعهم عمر رضی الله عنه فسئالهم فقالوا كنا نفعل علی عهد رسول اللهﷺ ولا تغتسل فقال اوكان بعلم رسول اللهﷺ فقالو الا فقال ليس بشی و بعث الی عائشه

رضی اللہ عنہا فسالھافقالت فعلت ذالك مع رسول اللہ ﷺ و اغتسلنا فقال عمر لزید لئن عدت الی ھذاالادبتك انتھی۔ خلاصہ مطلب اس مھارت کا یہ ھے کہ اس مسئلہ کا تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ھوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کا واجب ھونا ثابت کر کے سب کو اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو اس کے خلاف فتویٰ دیگا اس کی میں گوشمالی کردوں گا۔ یعنی اسکو درے لگاؤنگا واقعہ اعلم و علمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جوکوئی خلافت خلیفہ اول کی برحق قرار نہ دے اور کہے کہ حق خلافت کا حضرت علی کو تھا۔خلیفہ اول نے زبردستی سے یہ عہدہ لیکرترکہ دبالیا۔اس وقت جماعت کے پاس اس باب میں سوائے اجماع کے کوئی دلیل نہیں اوراس اجماع کو باطل اور ناحق قرار دیتا ہے ایسا شخص شرعاً کافر ہے یا ضال۔بینواتوجروا۔فقط۔

جواب: اللھم ارنا الحق حقاوالباطل باطلا۔ ایسے شخص کے گمراہ ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ خوف کفر کا ہے کیونکہ اجماع خلیفہ اول کی خلافت پر قطعی الثبوت سے اور ایسے اجماع کا منکر شرعاً کافر ہے۔جیسا کہ کتب اصول مثل تلویح وغیرہ میں موجود ہے اور نیز ثبوت خلافت خلفاء اربعہ کا قرآن سے بھی علماء اہل سنت نے مثلاً آفتاب کے ثابت کردیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ جس طرح پر خلفاء ثلثہ کی خلافت واقع ہوئی ہے۔خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی طریقہ پسندیدہ اورحق تھا اوراس امر پردلائل آیات قرآنی اوراحادیث نبوی اوراجماع امت اوراقوال عترت موجود ہیں جیسا کہ کتاب ازالۃ الحفاعن خلافۃ الخلفاء میں ہزاراں دلائل قرآن اور حدیث اوراجماع اوراقوال عترت مدلل طور سے موجود ہیں۔میں اس میں سے بطور مختصر کچھ نقل کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ۔ وعداللہ الذین آمنو منکم و عملو الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذالك فاؤلئك ھم الفاسقون۔ حاصل ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ ایک جماعت کو ان میں سے زمین پر مسلط کریگا جیسا کہ پہلے لوگوں کو زمین پر خلیفہ کیا تھا۔مثل حضرت داؤد کی جیسا کہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یاداؤد انا جعلنا ک خلیفۃ فی الارض اور نیز وعدہ فرمایا کہ دین انکا جو

پسندیدہ پروردگار کا ہے زمیں میں اسکو مکان دیگا۔یعنی خدا تعالیٰ ان کے دین کو رائج اور شایع کریگا اور یہ بھی وعدہ فرمایا کہ جیسا کہ تم کو اب کافروں کا ڈر اور خوف ہے اس کو بدل کر امن عطا فرمائیگا۔غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی ظلم اور باطل معاذ اللہ قرار دیجاوے۔تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ معاذ اللہ کذب ٹھہرتا ہے۔کیونکہ خلافت موعودہ اور کسی زمانے میں پائی نہیں گئی پس انکار خلافت خلفاء کا حقیقت میں انکار قرآن کا ہے اور کلام الٰہی کو کاذب قرار دیتا ہے۔نعوذ باللہ منہ اور اس آیت مذکورہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بیان کیا ہے۔بکذا نقل۔ فی منہج البلاغتہ الذی ہو من مشاہیر کتب اہل التشیع قال اللہ قل للمتخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم اویسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیما۔ اس آیت سے مراد وہ قبائل اعراب ہیں جنھوں نے سفر حدیبیہ میں حضرت کا ساتھ نہیں دیا۔مثل قبیلہ اسلم وجہینہ وغیرہ اور ان سے جہاد بموجب اجماع مورخین دو فریق حضرت کی حیاتی میں نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ہوا۔پس اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اکبر کی خلافت کا حق ہونا قطعی طور سے ثابت ہوا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اطاعت کرنے والوں کو وعدہ اجر کا کیا اور اعراض کرنے والوں کو عذاب الیم کا مستحق قرار دیا، اگر خلیفہ اول کی خلافت حق نہ ہوئی تو ان کی اطاعت معاذ اللہ بموجب عذاب ہوتی نہ موجب اجر۔قال اللہ تعالیٰ۔یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف ہے جو کمالات مذکورہ سے موصوف ہوں۔جو غائت درجہ کے کمالات میں اول خدا تعالیٰ کا قرب جو لفظ یحبھم و یحبونھم میں مذکور ہے۔دوسرا معاملہ انکا ساتھ مومنوں کے تیسرا معاملہ ان کا ساتھ کافروں کے۔چوتھا معاملہ انکا ساتھ منافقوں کے اور ضعیف ایمان والوں کے اور ظاہر کہ امام کا معاملہ یا خدا سے ہے یا خلقت سے اور خلقت یا مومن ہے یا کافر یا منافق یا ضعیف الایمان جب ان معاملوں میں امام پسندیدہ خدا ہو۔تو اس کا امام برحق ہونا ثابت ہوا۔اس واسطے خدا تعالےٰ نے آخران اوصاف کے فرمایا: ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیھم اور جہاد بالاجماع خلیفہ اور اس کے تابعداروں نے مرتدین سے کیا ہے۔کیونکہ حضرت کے اخر وقت میں تین گروہ مرتد ہو گئے تھے۔حضرت ابو بکر نے ان سے جہاد کیا۔یہ تینوں آیات مذکورہ الصدر حقیقت خلافت و امامتِ خلفاء ثلثہ کی ایسی طور سے ثابت کرتی

ہیں کہ کسی غیر کا احتمال بالکل باقی نہیں رہتا۔ البتہ جن کو خدا تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے انکو احتمالات باطلہ کا خیال آتا ہے تمام ہوا ترجمہ کلام مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کا بطور کمال اختصار کے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اس کی زوجہ والد شوہر سے بطور تر کہ حصہ طلب کرتی ہے آیا شرعاً زوجہ مذکور کو مال والد شوہر سے جو اس نے خود پیدا کیا ہے یا جدی جائیداد اس کی ملک میں ہے ورثہ مل سکتا ہے یا نہیں۔

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ زوجہ مذکورۃ الصدر کو والد متوفی کے مال سے شرعاً کچھ نہیں مل سکتا کیونکہ زوجہ پسر ورثا میں داخل نہیں البتہ جو جائیداد شوہر کی شرعاً ثابت ہو اس میں سے زوجہ کو بعد منہا کرے مہر کے چوتھا حصہ شرعاً مل سکتا ہے۔ کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے ایک مسجد تعمیر کی اور اس کی موجودگی میں امام اہل محلہ نے مقرر کیا اور بانی مسجد نے نمازیان محلہ کو کاروبار مسجد کا مختار بنایا۔ اب بعد مرنے عورت مذکورہ کے غیر شرع لوگ جو قوم بانی مسجد کے کہلاتے ہیں ارادہ کرتے ہیں کہ امام قدیم کو معزول کر کے اور امام حرام خور کو مقرر کریں۔ آیا یہ معزول کرنا شرعاً ان کے اختیار میں ہے یا نہیں۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ امام قدیم کا معزول کرنا ان کے اختیار میں نہیں رہا کہ نمازیان محلہ کا اختیار امام کے مقرر کرنے کے بارے میں بانی مسجد سے بھی شرعاً فوقیت رکھتا ہے۔ بشرطیکہ جس امام کو نمازیان مسجد مقرر کرنا چاہتے ہوں افضل اور اصلح ہو اس شخص سے جس کو بانی مسجد امام بنانا چاہتا ہو۔ قال فی الدار المختار والبانی للمسجد اولی من القوم منصب الامام و المومنان الا اذا عین القوم اصلح ممن عینه البانی۔ انتہیٰ۔ واللہ اعلم واتم۔

باسمہ سبحانہ۔ ما قول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فی ان قیام رمضان الذی یعبرون عنه بالتراویح مروی عن النبی ﷺ ام لا وعلیٰ الاول فکمیۃ رکعاته مروی ام لا۔ بینوا توجرو۔ فقط۔

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا و الباطلباطلا۔ اعلم ان قیام رمضان و صلوۃ التہجد کلاھما مرویان عن النبی ﷺ والفرق بینھا ان صلوۃ التہجد کانت فی النصف الاخیر من اللیل و لم یکن بجماعۃ فی

المسجد معهوداً بخلاف قیام رمضان فانه ثابت منه ﷺ من اول اللیل بجماعة فی المسجد کما رواه الترمذی من ابی زر قال صمنا مع رسول الله ﷺ فلم یصل بنا حتی بقی سبع من اشهر فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسة و قام بنا فی الخامسة حتی ذهب شطر اللیل الحدیث و کذا اعداد الرکعات مروی عن النبی ﷺ لحدیث ابن عباس ان النبی ﷺ عشرین رکعة سوی الوتر رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه و الطبرانی فی معجمه و البیهقی فی سننه لا یقال انه ضعیف فلا یستقیم حجته لانا نقول ان تعیین عشرین رکعته فی زمان عمر مع عمل سائر الصحابة علیه دلیل قاطع فی کونه توقیفیا و مسموعا من الشارع لا نه من باب التشریع و مثله داخل فی المرفوع کما بین فی موضعه هذا خلاصه ماذکر شیخ الاسلام فی شرح البخاری حیث قال ثابت شده در حدیث صحیح در قیام رمضان از عائشه که جهد میکر در رمضان آنقدر که نمی کرد ودر غیر رمضان و در عشر آخران قدر که نمیکرد درغیر عشر ودر مسلم از انس آمده بود که آنحضرت قیام میکره در رمضان پس آمدم پس السیادم به پهلوی آن حضرت دآمد مروے۔ پس دے نیز ایستاد تاآنکه جماعت شدیم پس معلوم کرد آنحضرت که ماپس ایستادم گشت که سبك میگذارد۔ نماز پستردر آمد منزل خودرا پس گذارد۔ نمازے که نمے گفارد آنرانزد ماالحدیث (وایں ظاهرور آنست که قیام رمضان زائد بود۔ برمعتاد تهجدویردں میگذارد۔ وحدیث ابی زر درسنن ابو داؤد و ترمذی و نسائی که روزه داشتم بان حضرت رمضان راپس قیام نکرد با مام تا آنکه باقی ماند هفت شب از ماه پس قیام کرد۔ تاتا آنکه گذشت ثلث شب پستر قیام نکرد بامادر ششم شب باقی پستر قیام کرد۔ بمادر پنجم باقی تا آنکه گذشت نصف شب پس گفتیم یارسول الله اگر باقی شب هم نقل کنانے مارا بهتر باشد فرمود کسیکه قیام کند با مام تا آنکه برگردو نوشته میشو و قیام تمام شب او پستر قیام نگرو بماما تاآنکه باقی مانده شب از ماه پس نماز گذارو با ما در سوم شب باقی دخواند اهل خدرا وزنان خداپس تسلیم کرد باماتا آنکه ترسیدیم فلاح رایعنی گورادلالت داردبراشتهار امر قیام رمضان بجماعت و ثبوت عمل آنحضرت بداں در اول شب و آخر شب بجماعت قصدابخلاف تهجد که جز در نصف آخر ثابت شددو جماعت دراں و

گذاردن آن میان مردم در مسجد معهود نگشته و چون آنحضرت بعد گذاردن چند شب عذر ذکر فرمودند لاجرم گذاردن آن بدیں وجه سنت تقدیری بود یعنی اگر خوف نمی بود مواظبت میکرد و بدانکه عدد رکعات دریں قیام که قرار یافت چه بود۔ در موطا از یزید بن رومان آمده که قیام میکردند مردم درزمان عمر بست وسه رکعت وبیہقے در معرفت از سائب بن یزید آورده که قیام میکردیم در زمان عمر به بست رکعت ووترنودی در خلاصه گفته اسناداں صحیح است ومالك ودر موطا نیز از صائب مانند آن ذکر کرده ومحمد بن نظر از طریق عطا آورده دریافتم ایشانرادر رمضان که نماز میکر و هذابست رکعت وسه رکعت و تر و روایت موطا از صائب بیازده رکعت نسبت کرده انداں رابو هم و نزد اختلاف در طریق صائب رجوع باید کرد بطریق دیگر و ثابت شد اندطریق رومان وعطاء بست رکعت پس اعتاید بر اں بالقطع احتمال دارد که یازده در اول امر بود چنانچه مشعر ست بدان لفظ روایت که امر کرد عمر،ابی بن کعب و تمیم داری را که قیام کننده رمضان هزده رکعت الحدیث بعد ازاں قرار یافت و امر بر بست رکعت سواء وتر وازان حضرت ﷺ نیز روایت ابن عباس در رمضان بست رکعت آمده سوائے وتر در مصنف ابن ابی شیبه و معجم طبرانی و سنن بیهقی و لیکن گفته اند که ضعیف است سبب ابی شیبه ابراهیم بن عثمان و ظاهر آنست که تقدیر رکعات قیام رمضان درزمان عمر رضی الله تعالیٰ عنه بی توقیف و سماع از ابن عباس یا از طریق دیگر حدیث رسیده که تغیر داد و امیر المومنین یازده رکعت به بست وسه رکعت با وتر وسکوت کردند۔ سائر صحابه و عمل کردند بدں گویا واقع شد اجماع براں و مارا عمل اصحاب حجت است همچوں مرفوع خصوصاً که با جماع باشد انتهی ملخصار بعد التیاد اللتی ان فرض ان التراویح و کمیتها لم یرویاعن النبی ﷺ بل هما حدثا با مر عمر رضی الله تعالیٰ عنه فلنا ان نثبت الامرین با القرآن بهذا لوجه قال الله تعالیٰ ما آتا کم الرسول فخذوه و وقال علیه الصلوۃ والسلام لاادری مابقائی فیکم فاقتدوابا الذین من بعدی ابی بکر و عمر رواه الترمذی عن حذیفة و لیکن هذا آخر تحریر نا و الحمد الله رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و علی آله والصحابه والا جمته اجمعین الی یوم الدین۔

باسمہ سبحانہ۔ ما قول العلماء والفضلاء فیمن قال ان شد الرجال زیارۃ قبر النبی ﷺ لا یجوز لقولہ، علیہ الصلوۃ و السلام لا تشد الرجال الا الی ثلثۃ مساجد۔ بینوا تو جروا۔ جواب۔ الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ قول ذالك الشخص مردود و لعل کان مقصودہ ترویج قول ابن تیمیۃ الذی ھو امام الفرقۃ الضالۃ التی سمیت فی دیار الھند بغیر المقلدین فانہ ذھب الی منع زیارۃ قبر النبی کما نقل القسطلانی وردمذھبہ باکمل وجہ حیث قال و قد بطل بما مر من التقدیر بلا تشد الرحال الی مسجد الصلوٰۃ فیہ المقصد بحدیث ابی سعید المروی فی مسند احمد باسناد حسن مرفوعا لا ینبغی للمصلی ان تشد رحالہ الی مستجہ تبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والاقصی و مسجدی ھذا وقول ابن تیمیہ حیث منع من زیارۃ قبر النبی ﷺ۔ ھو من الشیع المسائل المشقولۃ عنہ انتھی ملخصا واللہ اعلم و علمہ اتم۔

باسمہ سبحانہ۔ چہ منیر مایند علماءِ دین و مفتیان شرع متیں اندر ایں مسلمہ کہ اگر خبر رویت ھلال از بلدان بعیدہ بذریعہ خطوط یا بزبانی آئیندہ کان چناں معلوم شود کہ در فلاں فلاں شہر بروز فلاں روزہ داشتہ اند بمقتضائے این عمل کردن لازم است یانہ۔ بینوا تو جروا فقط۔

جواب۔ اللھم انا الحق حقا والباطل باطلا۔ اگر خبرمذکورہ بر درجہ تحقیق رسد بمقتضائی آں عمل کردن لازم است۔ بلکہ دریں خبر شھادت ھم شرط ایست لان الدر المختار لواستفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمھم علی الصحیح من المذھب مجتبی وغیرہ۔ انتھی۔ وفی در المختار و فی الذخیرۃ قال شمس الائمۃ الحلوانی الصحیح من مذھب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقیق فی ما بین اھل البلدۃ الاخریٰ یلزمھم + حکم ھذاہ البلدۃ و مثلہ فی الشر بلانیۃ عن المغنی قلت ووجہ الاستدراك ان ھذہ الاستفاضتہ لیسن فیھا شھادۃ علی قضاء قاض دالا علی شھادۃ لکن لا کانت بمنزلۃ الخبر المتواتر و قد ثبت بھا ان اھل تلك البلدۃ صاموا یوم کذالزم العمل بھا لان البلدۃ لا تخلو عن حکم شرعی عادۃ فلا بد من ان یکون صومھم منبیا علی حکم حاکم الشرعی، فکانت تلك الاستفاضۃ بمعنے نقل الحکم المذکور وھو اقوی من الشھادۃ بان اھل تلك البلدۃ راؤالھلال و صاموا لا نھالا تفید الیقین فلئلا لم تقبل الا اذا کانت علی الحکم او علی شھادۃ غیر

لھم لتکون شھادۃ معتبرۃ والا فھی مجرد اخبار بخلاف الاستفاضۃ فانھا تفید الیقین فلا ینافی ما قبلہ ھذا ماظھر لی تامل۔ انتھی۔ باید دانست اگرچہ از خطوط شہادت ثابت نمیشود لیکن استفاضہ جزو تحقیق آن بذریعہ خطوط دریں زمان بسب ڈاک از خبر ھائے زبانی در اعتبار و تحقیق فوقیت تمام جستہ بلکہ در معاملات دور دراز خبر زبانی اعتبار ندارد یعنے تاوقتیکہ تحریری سند نمی باشد اعتبار نمی کند پس آنا کہ خبر خطوط را دریں باب از پایہ اعتبار ساقط گمان کردہ اند بلکہ گویند کہ خط را در احکام شرعیہ اعتبارے نیست۔ بے خبر انداز کتب قوم قال فی الدر المختار بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لا نہ لیس یلزم و فی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان و یلحق بہ البرادت و دفتر بیاع و صراف و سمسار و جوزہ محمد لراو وقاضٍ و شاھدان تیبین بہ قبل و بہ یفتی انتھی و فی در المختار و کذا منشور القاضی والوالی وعامۃ اوامر بسلطانیۃ مع جریان العرف والعاوۃ مقبول ذلك بمجرد کتاب و امکان تزویر ھا علی السلطان لا یدفع ذلك لانہ ان وقع فھوا امر نادر قلما یقع وھو اندر من امکان تزویر الشھود۔ انتھی واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

۔باسمہ سبحانہ۔

ما قولکم رحکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ تابوت یا چار پائی یا جنازہ زن مردہ اجنبی یا شوھر را بر داشتن جائز است یا نیست درمیان برداشتن ولی و شوھر و اجنبی چہ قدر فریق است بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ الھم ارنا الحق حقاو الباطل باطلاً۔ برداشتن جنازہ ھر شخص را درست است محرم و غیر محرم شوھر و اجنبی دریں امر برابر اند۔ زیر انکہ فقھا دریں امر جنازہ زن را از جنازہ مرد جدا ساختہ اند۔ قال فی الشامی تداولھا الناس بالحل علے ایدیھم بحر انتھی ۔ قال فی المستخلص لان حملھا عبادۃ فینبغی ان یتبادر الیہ کل واحد کذا فی الکفایۃ۔ یعنی برداشتیں جنازہ عبادت است ھر شخص را دریں امر عبارتِ باید کرد محرم و غیر محرم دریں امر برابر اند زیر انکہ آنحضرت ﷺ وقت دفن کردن ام کلثوم دخترِ خود ابو طلحہ را فرمود کہ لاز اور قبر فرو بردہ بہ نھد۔ روئ

البخاری عن انس بن مالك قال شهدنا دفن بنت رسول اللهﷺ جالس فرائیت عینیه تدمعان و قال هل فیکم من احد من لم یقارف اللیلته فقال ابو طلحة انا قال انزل فی قبر ها قال فنزل فی قبر ها۔ گفت انس حاضر شدیم دفن ام کلثوم دختر پیغمبر ﷺ حالانکه آنحضرت ﷺ نشسته بود ند برلب قبر پس ویدم دو چشم اور کلاشك میر یخت پس گفت آیا در شما از کسے اسے که جماع مکروه باشد شب پس گفت ابو طلحه منم که جماع مکروه ام فرمود پس فردر آدریں قبر گفت انس پس فردو آمد ابو طلحه در قبر اود دریں دلالت است برآنکه درنیا یند قبر را مکر مرداں اگرچه متیت زن باش دزیر انچه تجویز نکرد آنحضرتﷺ درآمدن زنان راوریں هنگام انتهی معه ترجمه شیخ الاسلام والله اعلم و علمه اتم الراقم محمد لودیانوی۔

الحمد له الذی اغلب اهل الحق علی من البس الباطل با الحق والصلوۃ علی النبی الذی اختص بفصل الخطاب والسلام علی الرسول الذی اختیر من بین الاحباب و علی اله واصحابه الذین خربو بنیان الکفر والبدعته والائمة الذین اسسوا قواعد الاسلام والشریعته و جمیع المسلمین الا المبتدعین الذین خسروا فی الدنیا والآخرۃ و عموا عن درك الدولته القاهرۃ ایاکم والبدعته الخبیثة و علیکم با السنة السنیة اما بعد فلا التمس منی بعض خلافی و خلص اخوانی ان تدون رسالته علی طریق السنة الجزلیة مزیلة لمفاسد اهل البدعته الرزیلته فلم ار النجاح الا بانجاح ماهولهم واسعاف مسئولهم و سمتیها بالفیوض المحمدیته ردا للمفاسدا لرویته فها انا اشرع فی المقصود مستفیضا بذی الفیض و الجود ورتبته علی خمسه فیوض الفیض الاول فی الصدقته والفیض الثانی فی الدعاء للاموات والفیض الثالث فی وصول الثواب للمیت وا لفیض الرابع فی البدعة والفیض الخامس فی بیان ما اهل بغیر الله الفیض الاول فی الصدقته الصدقته ثابتة باالایات والا حادیث قال الله تعالیٰ و ما انفقتم من خیر الایة قال نبیﷺ اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلاث صدقته جاریة الحدیث الا ان التعیین الذی اخترعه اهل البدعته یوم الثالث اولعاشر و غیر ذالك لم بوجد فی کتب المعتبرۃ له امر فضلا ان یکون فی الاحادیث اثر بل الروایات الفقهیة تابی عنه کل الاباء اما قرع سمعك انهم یکرهون تعیین سورۃ من السور لصلوۃ بل یکر

هون ادامة الاوساط والطوال والصغارفی اوقاتهامع ورودالسنة بقراتهاوایضا تشخیص هذه
الایام عادة الهنود فکیف و قال النبی صلعم من تشبه بقوم فهو منهم فروایته۔ مجموع الروایات
بعد تصحیح نقلها مردودة علی صاجها و ما قبل ان الصدقة کلی طبعی فلا وجود لها الا بوجود الا
فراد والصدقة المعینة والمشخصة باالزمان والمکان فردله مدفوع بوجهین الاول ان الزمان
والمکان لیسا من المشخصات ولایرد ان ینعدم الاشخاص بتعاقب الآفات و تبدل المکانات
الثانی ان بتعین زمان دون زمان مع کو نه زیادة ترجیح بلامرجح بل ترجیح للمرجوح تامل فانه
دقیق سب تعریف اللہ کو جس نے غالب کیا اہل حق کو اور پر اہل ضلال کے۔ درود و سلام ہو اوپر رسول کو باطل سے اور
وہ پیغمبر خدا پر جو اختیار کئے گئے دوستوں میں سے اور او پر آل اور اصحاب پر جنہوں نے اکھاڑ دی بنیاد اہل کفر اور
بدعتیوں کو اور او پر امان دیں کے جنہوں نے قواعد اسلام کی بنیاد ڈالی اور سب مسلمانو پر سوائے اہل بدعت کے جنہوں
نے دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھایا اور نا بینے ہو گئے دولت دین کے پہچاننے سے بچاؤ اپنے آپکو بدعت سے اور لازم
پکڑ وسنت کو ہر گاہ خواہش کی میرے سے بعض دوستوں نے اس کی کہ ایک رسالہ موافق سنت کے تحریر کیا جاوے تا کہ
بدعت کی بخوبی تر دید ہو جاوے۔ پس میں نے اس امر کو قبول کر کے یہ رسالہ مسمی بفیوض محمد یہ تحریر کیا میں اس رسالہ کو
ساتھ توفیق ایز دی کے شروع کرتا ہوں مرتب کیا میں نے اسکو او پر پانچ فیضوں کے فیض اول صدقہ میں فیض ثانی دعا
اموات میں فیض سوم میت کو ثواب پہنچانے میں فیض چہارم بدعت میں یہ فیض پنجم بیچ بیان اس جانور کے جو غیر خدا کے
واسطے ذبح کیا جاوے۔ فیض اول صدقہ میں صدقہ ثابت ہے آیات اور احادیث ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو مال نیک
کام میں خرچ کرو گے اس کا عوض خدا تعالیٰ تم کو دیگا۔ فرمایا آنحضرت نے جب آدمی انتقال کر جاتا ہے اس کا عمل بھی
منقطع ہو جاتا ہے مگر جو شخص مثلاً مسجد تعمیر کر کے یا علم دین پھیلا کر یا اولا د نیک چھوڑ کر انتقال کر گیا ہو تو اسکو بعد وفات
کے بھی ثواب پہنچتا ہے۔ لیکن مقرر کرنا تیسرے اور دسویں دن وغیرہ کا کتب معتبرہ کے ثابت نہیں بلکہ روایات فقہیہ اس
کے خلاف پر ہیں۔ دیکھو مقرر کرنا ایک سورۃ کا نماز کیواسطے علماء نے مکروہ لکھتا ہے اور نیز مقرر کرنا ان ایام کا ہنود کی
عادات سے ہے۔ پس کس طرح درست ہووے حالانکہ حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص جن لوگوں کے ساتھ
مشابہت کریگا قیامت مین انہی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ پس جو لوگ واسطے تعیین ان ایام کے کتاب مجموع الروایات کو
سند پکڑتے ہیں بالکل پاگل ہیں اور جو کل قرار دیکر اس کو اس کی جزوی بنا کر استدلال پکڑتے ہیں۔ بالکل نادان ہیں۔

کیونکہ جزوی ہونے میں ہر وقت برابر ہے کسی وقت معین کو دوسرے وقت پر ترجیح دینی بلا دلیل ہے۔

فالقول بجوازہ مخالف للمعقول والمنقول و بعد جنایا فی زوایا والاستدلال بالاحادیث الواردۃ فی فضائل الایام للجمعۃ والعیدین و شھر الصیام لیس بشی اذا الکلام فی التعیین لا التفضیل واین ھذا من ذالک علی ان التعیین فیھا من الشارع وفی تلک المسئلۃ من عند کم علی ان التعیین حکم شرعی مخالف للقیاس فیقصر علی موارده۔ پس جائز قرار دینا بالکل عقل اور نقل کے مخالف ہے اور جو لوگ ان احادیث کو جو فضائل جمعہ اور عیدین اور ماہ رمضان میں وارد ہیں۔ دلیل پکڑتے ہیں لائق اعتبار نہیں کیونکہ کلام تعیین میں ہے نہ فضیلت میں اور نیز تعیین ان میں خود شریعت نے کردی ہے ہم نے اپنے پاس سے نہیں کررہے

الفیض الثانی فیض ثانی

فی الدعاء الدعاء موثر عند الایمۃ خلافا للمعتزلۃ قال اللہ تعالیٰ ادعو ربکم الآیہ۔ قال رسول اللہ صلعم الدعا مخ العبادۃ الا ان تخصیصہ قبل اکل الطعام فلم یثبت بعد اما التمسک بحدیث ابی ھریرہ یوم قدوۃ تبوک حیث دعا النبی صلعم علی فضل ازداد الصحابۃ سخیف جدا اذ منطوق الحدیث دعا النبی صلعم لزیادۃ لا لایصال الثواب ولا اظنک شاکافی کونہ معجزۃ فتنبہ ولا تکن من الخاسرین واما قراۃ القرآن علی الطعام فلم یثبت مطلقا والقیاس علی الدعاء مع عدم ثبوتہ قبل الاکل مع الفارق لجوازہ للجنب والنفسا بخلافھا وعدم جواز الصلوٰۃ الابھا نقل عن بعض المحققین فی تعلیقا تھم علی عین العلم

میں ہے دعا تاثیر کرتی ہی سنت جماعت کے نزدیک۔ البتہ فرقہ معتزلہ دعا کو موثر نہیں جانتے۔ خدا جل شانہ فرماتا ہے دعا مانگو رب اپنے سے فرمایا رسول خدا صلعم نے دعا مغز عبادت کا ہے لیکن کھانے سے پہلے خاص کر مقرر کرنا دعا کا ثابت نہیں اور حدیث ابوہریرہ کے ساتھ دلیل پکڑنے جو آنحضرت صلعم نے اصحابوں کے کھوریں وغیرہ پر جو یہ سبب کم ہوجانے زاد کے دعا فرمائی تھی بالکل پاگل پن ہے کیونکہ اسمیں دعا واسطے زیادہ ہوجانے زاد کے تھی نہ کہ واسطے ایصال ثواب کے اور نیز وہ معجزہ تھا اور اس پر قرآن کا پڑھنا طعام پر جس کو ختم کہتے ہیں۔ بالکل ثابت نہیں اور دعا پر قیاس کرنا قرآن کا مع الفارق ہے کیونکہ دعا جنبی اور حائضہ کو بھی درست ہے قران پڑھنا انکو درست نہیں اور

ان رسول اللہ صلعم ما انتظر ادا ماقط یعنی ان عین العلم کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے بعد حاضر ہونے

رسول اللہ صلعم لم ینتظر للادام بعد حضور الطعام طعام کے نان خورش کا کبھی انتظار نہیں کیا

بل کان یشرع فی الاکل بالتسمیۃ بعد حضورہ و بلکہ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کر دیتے تھے اور قرآن مجید کا پڑھنا

قراۃ القرآن بعدھا قبلہ عند حضورہ زیادۃ علی بعد بسم اللہ کے قبل کھانے کے زیادتی ہے سنت نبوی پر اور

السنۃ والزیادۃ نسخ کما بین فی موضعہ فقراۃ القرآن زیادتی نسخ ہے جیسا کہ علم اصول فقہ میں مذکور ہے پس پڑھنا

علیہ نسخ لسنتہ صلعم والعمل الرافع للسنتہ مکروہ قرآن مجید کا بطور ختم سنت کا منسوخ کرنا ہے اور جو چیز

فالقراۃ علیہ مکروہ وفی فتاوی النبرازیۃ کرہ قراۃ القرآن سنت کو منسوخ کرے وہ مکروہ ہوتی ہے پس قرآن شریف

عند اتحاذ الطعام نقلہ فی الصغیری والکبیری فالقول کا پڑھنا طعام پر مکروہ ہونا فتاوی بزازیہ میں ہے۔مکروہ

بعدم کراھۃ قراۃ القرآن علی الطعام مخالف للروایتہ ہے پڑھنا قرآن مجید کا طعام پر پس جو شخص اس فعل کو جائز

والدرایۃ۔ الفیض الثالث۔ فی وصول جانتا ہے قول اسکا روایت اور ورایت دونوں کے خلاف ہے۔

الثواب اختلف الائمۃ والاکثرون علی وصولہ فیض تیسرا۔ثواب کے پہنچنے میں۔ثواب میت کو اکثر

والکتب مشحونۃ بذکرہ یعنی ان ثواب الدعاء وقراۃ اماموں کی نزدیک پہنچتا ہے یعنی دعا کا کرنا اور قرآن کا پڑھ کر

القرآن یصل الیٰ المیت علی وجہ السنۃ السنیۃ اذا بخشنا ثابت ہے لیکن طعام اور قرآن دونوں کو جمع کر کے

کان الکل منفردا واما الجمع فبدعتہ اذلم یثبت ثواب پہنچانا ثابت نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ بسم اللہ

من السلف والقياس على جواز كل واحد ممنوع لان ایک آیت ہے قرآن مجید کی اور اسکا سنت ہونا طعام میں

حكم المجموع قد يكون غير الافراد۔ كقولنا كل رجل يشيعه ثابت ہے پس کیوں نہیں جائز کہ اس پر اور کوئی

هذا الرغيف فاحتفظه فانه يعصمك عن شكوك المفسدين سورہ زیادہ کی جاوے تو اس کا جواب یہ ہے

وترهات المبتدعين لا يقال ان التسميته آيه من آيات کہ فقط بسم اللہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ اس

القران وسنة قراتها بالاتفاق فلم يا يجوز ان تزاد پر زیادہ کرنے سے نسخ لازم آتی ہے۔

عليها سورة اخرى لانا نقول بعد تسليم كونها آيته انها اور نیز بسم اللہ کا پڑھنا ناپاک کو

نسخ كما مر وايضا القياس مع الفارق لجوازها درست ہے۔ باقی قرآن شریف

للجنب والنفساء بخلاف باقى الآيات وذكر العلامه کا پڑھنا درست نہیں علامہ نے تلویح میں کہا

فى التلويح بما حاصله ان كتابة التسميته قبل كل ہے۔ کہ لکھنا بسم اللہ کا پہلے ہر

سورة للتبرك ومن جوز كتابتها مع الفاتحة قبل كل سورة سورہ کیواسطے تبرک کے ہی اور جو شخص اس پر

قیاس کرکے

للتبرك يعد زنديقا اذلم ينقل من السلف وبا الجملة الجمع بسملہ کیساتھ سورہ فاتحہ کو بھی ہر سورہ کے پہلے لکھنا

بين العبادات ان كان ماثورا من السلف كان تبرک کیواسطے درست کہو اسکو زندیق یعنی بے دین کہا جاویگا

جائز اوالا فبدعة اما دريت ان الجماع مع الزوجته کیونکہ یہ مقدمین سے منقول نہیں حاصل کلام کا جو جمع

وقراة القرآن واطعام المساكين عند حضورك کرنا عبادات کا مقدمین سے منقول ہے وہ جائز ہے

والصيام كل واحد واحد جائز مع ان الجمع حرام بدعت ہے آیا نہیں خیال کرتا تو کہ جماع کرنا اپنی

زوجہ سے

الفيض الرابع: فى البدعته اعلم ان اور تلاوتِ قرآن کے اور مسکینوں کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا

مذهب اهل التحقيق عدم انقسام البدعته الى الحسنة کھلانا اور روزہ رکھنا ہر ایک جداگانہ عبادت ہے حالانکہ

فكل ما احدث فى امر الدين بعد القرون الثلثة جمع کرنا انکا درست نہیں۔ فیض چوتھا بدعت میں

بدعة قال رسول الله صلعم كل بدعة ضلالة و كل محققین کے نزدیک بدعت طرف حسنہ کے منقسم نہیں

ضلالة فى النار وعند البعض انقسامها قالوا ہوتی جیسا کہ تصریح کی ہے ساتھ اسکے مجدد صاحب نے اپنے

ان ارتفع بها سنة او واجب او فرض فسيئة و
الافحسنته فقراة القرآن على الطعام بدعة رويته
اتفاقا لانه يميت السنة الموكدة التى هى اكل الطعام
بعد التسميه من غير تاخير وايضا يجب حضور القلب
عند القراة للقاردى والصامع مع ان الامر باالعكس
ولذا جاء فى الحديث اذا حضر العشاء والعشا قدم
العشا على العشاء وايضا جاء من جعل القراة
وسيلة للطعام جاء يوم القيامة بوجه لالحم عليه
سوى العظام ونقل عن امام الغزالى بما حاصله
ان السوال بالرباب احب الى من قراة القرآن
وسيلة للاكل لانها كدفع نجاسة النعل بااللحية
فان قيل لم يجعل القراة وسيلة حتى تكون قبيحة
بل يفعلون عبادة ۔ قلنا فما وجه قراة الفاتحه و
سورة الاخلاص على الطعام الاقل ثمنا و قراة يٰسين
والملك على الازيد ثمنا وهل هذا الا تهافت

مکتوبات میں پس جو چیز قرون ثلثہ کے بعد امر دین میں نو ایجاد
کی گئی وہ بدعت ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جو بدعت ہے
وہ گمراہی ہے اور جو گمراہی ہے وہ دوزخ مں ہے اور
بعض نے بدعت
حسنہ کہا ہے اسکو جس کے کرنے سے کوئی فرض واجب
سنت ترک نہووے
پس قرآن مجید کا پڑھنا بطور ختم اتفاقاً بدعت سیئہ ہوا
کیونکہ اسکے پڑھنے
سے سنت نبوی دور ہو جاتی ہے اور نیز قرآن مجید کی
تلاوت میں پڑھنا
کا اور سامع کا دل حاضر ہونا چاہیے باوجود یہ کہ کھانے کے
وقت
دل طرف طعام کی رجوع ہوتا ہے اس واسطے حدیث
میں آیا کہ جب طعام
اور جماعت عشا حاضر ہوں تو پہلے طعام کو کہا کہ بعد
میں نماز عشاء
ادا کرنی چاہیے اور حدیث میں وارد ہے کہ جس نے وسیلہ بنایا
قرآن مجید کو طعام کے واسطے اس کے منہ پر
دن قیامت کے گوشت نہیں ہوگا فقط
ہڈی ہوگی اور امام غزالی سے منقول ہے
کہ سوال کرنا ارباب کے ساتھ اچھا ہے میرے
نزدیک پڑھتے قرآن کے سے واسطے کھانے

الفیض الخامس: فی بیان ما اھل بہ
لغیر اللہ ۔اعلم ان کل ما اھل لغیر اللہ حرام عند العلماء
الربانیة والفضلاء الحقانیة لان لفظة
مافی ما اھل لغیر الھی موصولة کانت او موصولة
من الفاظ العموم وحکمہ تناول الافراد قطعا
حتی یجوز نسخ الخاص بہ کما بین فی موضعہ لمعنی
الایة ان کل شی اھل لغیر اللہ ای لتقریب غیر الیہ
حرم علیکم فتخصیصہ بوقت الذبح نسخ اذ تخصیص
العام نسخ لہ کذا ذکر فی علم الاصول وماوقع

کے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ جوتی کی نجاست
کو داڑھی کے ساتھ رگڑ کر دور کرنا۔ اگر کوئی
اعتراض کرے نہیں کرتے قرآن مجید کو وسیلہ
بلکہ بطور عبادت کے پڑھتے ہیں تو اس کا
جواب یہ ہے کہ دال روٹی پر قل ہو
اور پلاؤ پر یسین کیوں پڑھی جاتی ہے
فیض پانچواں غیر خدا کے واسطے ذبح کرنیکے
ذکر یہ حرام ہے علماء وفضلا وحقانیوں کے نزدیک
کیونکہ لفظ ما اس کو شامل ہے جو غیر خدا کے واسطے

فی بعض التفاسیر التقیید بوقت الذبح فمحمول علیٰ بیان شان نزول یعنی ان العرب کانوا یذبحون باسم الات والعزی فانزل اللہ ھذہ الایة بیانا لحرمتھو العبرة لعموم اللفظ لالخصوص المورد والا لم یثبت الاحکام الا قلیلا وحدیث انما الاعمال بالنیات دال علیٰ عدم اعتیاد التلفظ باسم اللہ اذا لم یطابق النیة والا لجاز صلوٰة من تلفظ بالنیة وکان القلب مخالفاقان قلت اذا کان منطوق الایة العموما فلم تخصون فی مسئلة المسافر وغیرہ اذا کان الاکل مقصودا قلت لانھالا تتناولھا الایة اذ معنی لغیر الھس التقرب للغیر کما یشھد بہ العقل والنقل قال اللہ تعالیٰ لن ینال اللہ لحومھاولا دماؤھاولکن ینالہ التقویٰ منکم ای لیس منافی المذبوحة شئی سوی التقرب فاذا قرع سمعک ھذا فلا اظنک شاکافی عدم دخول مسئلة المسافر تحت الایة اذا التقرب فیھا لیس لغیر الھر فتفکر فانہ من مزلة الاقدام قد تحیرت فیہ الافھام ھذا آخر ما تیسر لی فی ھذا المقام والحمد للہ الذی وھئی بالا تمام والصلوة علی افضل رسلہ من بین الانام تمت الرسالتہ المسماة بفیوض المحمدیہ رد اللمفساد الرویة بعون الملک العلام ولا یخفی حسن تقریرہ علی ذوی الافھام + تمت الرسالة

باسمہ سبحانہ۔ ما قول العلماء الحنفیة فی ان ما افتی الفاضل الگنگوھی بفرضیة العشر علی

الاراضی التی فی ایدی المسلمین من القدیم ان لم یتحقق کونھا خراجیة فی الابتداء فھی عشریة فعلی ھذا کلھا عشریة و تقول بعشریتھا الفاضل البریری ایضاً مع کمال ادعائه فی تحقیق المسائل و تدقیقھا فما الحکم ذبح کیجاوے پس معنی آیت وما اہل لغیر اللہ کے یہ ہیں کہ جو چیز واسطے تقرب غیر اللہ کے ذبح کی جاوے حرام ہے پس خاص کرنا اس کا ساتھ وقت ذبح کے غلط ہے۔یعنی بوقت ذبح اگرچہ نام خدا لے کر ذبح کرے لیکن غرض اس کی تقرب غیر خدا کا ہے تو وہ بے شک حرام ہے۔اور حدیث انما الاعمال بالنیات بھی اسی امر پر دال ہے کہ قول بلا نیت کے معتبر نہیں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسافر کیواسطے ذبح کرنیکے کیوں حرام نہیں کہتے۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہاں صرف گوشت کا کھلانا غرض ہوتا ہے تقرب غیر اللہ کا منظور نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں پہنچتا خدا تعالیٰ کو گوشت قربانیوں کا اور نہ خون لیکن پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کو تقویٰ تمہاری طرف سے یعنی نہیں ہمارا حصہ مگر تقرب۔پس ثابت ہوا اس تحقیق سے کہ مسافر کا مسئلہ اس میں داخل نہیں۔کیونکہ اس میں تقرب الی غیر اللہ مقصود نہیں تمام ہوا رسالہ فیوض محمد ساتھ توفیق خداوند کریم کے۔

کیا فرماتے ہیں فقہائے حنفیہ اس فتوی کی بابت جو فاضل گنگوہی نے دیا ہے کہ ہندوستان کی زمینیں جو قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں۔اگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ابتدا سے خراجی ہیں تو وہ عشری ہونگیں۔یعنی اسکی پیداوار میں سے اگر بارانی ہو تو دسواں حصہ اور جو چاہی ہو تو بیسواں حصہ دینا فرض ہے پس تمام املاک ملمانان ہند کی عشری ہیں اور فاضل بریلوی احمد رضا خان صاحب نے بھی عشریہ کا دعوی کر کے فتوی دیا ہے آیا یہ فتوی ہے یا نہیں

عند کم رحمکم اللہ: جواب ۔ اللھم ارنا الھق حقا والباطل باطلا ۔ الافتاء المذکور باطل عقلا و نقلا اما عقلا فلان عدم کونھا خراجیة غیر مستلزم لکونھا عشریته لجواز ان تکون موقوفة علی المسلمین لانه ستعلم ان تقسیم الارض لیس کتقسیم العدد الی الزوج والفرد بل کتقسیمه الی الزائد والناقص والمساوی فکما ان عدم کونه زائدا لا یستلزم کونه ناقصا لجواز ان یکون مساویا فکذا فیما نحن فیه و علی تقدیر فرض الملازمته لا یحصل انتاج التالی الا بعد ثبوت وضع مقدمھا کما ھو داب الاقسیة الاستثنائیات فالحکم من الفاضل الگنگوھی بانتاج تالی ملك الشرطیة بلا ثبوت الملازمته والوضع المذکور دال علی انه لا مسه له فی العلوم الآلیة راسا واما

نقلا فلان الارض التی اسلم اهلها علیها تکون عشریته والتی افتخف صلحا علی خراج معلوم فهی خراجیة والتی اخذت عنوة فهی فی اختیار الامام ان شاء قسمها بین المسلمین وان شاء جعلها موقوفیة علیهم کذا ذکر العینی فی شرحه للبخاری و من المعلوم ان الاراضی الهندیة لیست من التی اسلم اهلها علیها لان اهلها کانوا کفارا فی بداء الفتح کما هو ظاهر علی من طالع کتب التواریخ فلا جرم اما ان تکون جواب: اے اللہ جوحق ہے وہ ہمیں حق دکھلا اوراسکا اتباع نصیب کراور باطل کو باطل دکھلا اوراس سے پرہیز کی توفیق دی یہ فتویٰ فاضل گنگوہی کا عقلا اورنقلا صحیح نہیں عقلا اس واسطے صحیح نہیں کہ تقسیم زمین کی عشری اورخراجی کیطرف ایسی نہیں ہے جیسی تقسیم عدد کی زوج اورفرد کیطرف (کہ صرف عدد کی دو ہی قسمیں ہیں ایک زوج دوسرا فرد بلکہ یہ تقسیم ایسی ہے جیسی عدد منقسم ہوطرف زائداورناقص اور مساوی کے (یعنی اس اعتبار سے عدد کی تین قسمیں ہیں) پس جس طرح عدد کے زائد نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ناقص ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مساوی ہوایسا ہی زمین کے خراجی نہ ہونے پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عشری ہوممکن ہے کہ مسلمانوں کی اوقاف میں سے ہوجس کا حال عنقریب معلوم ہوگا اور یا اگر یہ ملازمت تسلیم بھی کی جائے تو بدوں وضع مقدم کے نتیجہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ قاعدہ اسی طرح ہی پس حکم مفتی کا ساتھ نتیجہ دینے تالی اس شرطیہ کے بدوں ثبوت ملازمت کےاور بغیر وضع مقدم کے ثابت کرتا ہے اس امرکو کہ مفتی علوم منطق سے غافل ہے۔اورنقلا اس واسطے مفتی کا کلام غلط ہے کہ جو زمینیں ایسی ہیں کہ ان کے باشندے اسلام لے آئے یا اس زمین مفتوحہ کو ابتداء فتح میں امام وقت نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا ہے۔

من التی افتتح صلحا کما نشاهد فی البلاد التی فی ایدی الکفار من قبل الفتح الی یومنا هذا وکان روساء هم یودون خراجا معلوما الی السلاطین الاسلامیة باقیة فی الهند فالاراضی التی فی ایدی المسلمین من تلك البلاد خراجیة لا محالة واسلام اهلهالا یجعلها عشریة کما قال العینی فی شرح الهدایة کل ارض فتحت عنوة و قهرا و ترکت علی اهلها ومن علیهم الامام فانه تصحیح الجزیة علی اعناقهم اذا لم یسلمو والخراج علی اراضیهم اسلمو اولم یسلموا انتهی ۔ واما ان تکون من التی فتحت عنوة واقرا هلها علیها و یتوارثون فیما بینهم ثم اسلمو ا بعد ذالك کمانری فی البلاد التی کان ملا کهافی بدا الاسلام کفار اثم ظهر فیهم الا سلام فهی ایضاً۔ خراجیة لان الاسلام لایجدی کما مر من العینی واما الاراضی التی فی ایدی القریش و غیر هم الذین کانوا

مسلین من قبل مجئیم فی الھند تحتمل ان تکون عشریۃ ان ثبت تقسیم الامام علیھم فی بداء الفتح کما یظن فی بادی النظر لکن بعد التحقیق یظھر خلافہ لان تلك الاراضی فی ایدیھم لیست من ید الفتح بل اکثریا من زمان الاکبر کما یظھر من الاسانید التی فی ایدیھم و بعضھا موجودہ عند سادات بلدنا ھذا الذی یقال لودیانہ فارتفع احتمال کونھا عشریۃ۔ ایضاً واما احتمال کونھا ارض مملکتہ التی تکون موقوفۃ علی المسلمین کما ذکر فی فتاوی العزیزیہ حیث قال حضرت شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ در رسالہ خود اختیار فرمودہ اند کہ زمین ھندوستان در ابتداء فتح مانند سواد عراق کہ در عھد فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مفتوح شدہ بود موقوف بر ملك بیت المال است زمینداران را بیش از تولیت وزراعت و حفظ دخلی نیست چنانچہ لفظ زمیندار نیز اشعاری بآں میکند تغیر و تبدل زمینداری و غزل و نصب زمینداراں دا خراج بعضے از انھا واقرار بعض و عطائی بعض اراضی بافغانان وبلوچان وسادات وقد وانیاں بصیغہ زمینداری دلالت صریحہ بریں مکیند پس دریں صورت جمیع اراضی ھندوستان مملوك بیت المال گشت و بعقد مزارعت علی نصف اواقیل سنہ در دست زمینداراں پس ھر قطعہ کہ بادشاہ وقت بطریق تابید حقیقی یا حکمی بکسے بخشید ملك او شد وھر قطعہ را کہ بروجہ او دارد استحقاق باد دا د در دست او عاریت است آرھے نظر در مناشیر ۔ تو ان دونوں صورتوں میں عشری ہے اور جو زمین پر صلح خراج معلوم پر لی گئی ہے اور زبردستی فتح کی گئی ہے اور باشندوں کو اسی جگہ رکھا گیا ہو وہ خراجی ہے تیسری قسم وہ ہے جو زبردستی فتح کرنیکے بعد مسلمانوں پر وقف کردی گئی ہے۔ یہ قسم نہ خراجی ہے اور نہ عشری جب تک کہ وقف رہے۔ کہا عینی نے شرح بخاری میں جس زمین کے باشندے خودبخود اسلام لے آئے وہ عشری ہے اور جو زمین فتح کی گئی بطور صلح خراج معلوم پر وہ خراجی ہے اور جو زمین زبردستی لی گئی وہ امام کے اختیار میں ہے چاہے اسکو مسلمانوں پر تقسیم کردے اور اگر چاہے مسلمانوں پر وقف کردی انتھی ملخصا۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ ہندوستان کی زمینیں اس قسم کی نہیں ہیں جن کے باشندے خودبخود اسلام لے آئے ہوں کیونکہ وہ ابتداء فتح میں کافر تھے۔ پس ضرور یا یہ زمین اس قسم سے ہی جو بطور صلح فتح ہوئیں اور یہ ظاہر ہے ان شہروں سے جو کفار کے قبضہ میں برابر ہیں اور انکے رئیس شاہان اسلامیہ کو خراج ادا کرتے رہی ہیں۔ جب تک شاہان اسلام ہندوستان میں حکمران تھے۔ پس وہ زمینیں جو ریاستوں کفار کے

رہنے والوں کے قبضہ میں وہ خراجی ہیں کوئی اثر وہاں کے باشندوں کا بعد فتح کے اسلام لائیگا نہیں علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں کہا ہے جو زمین فتح کی گئی زبردستی اور وہاں کے باشندوں پر چھوڑ دی گئی پس ان پر جزیہ لگانا درست ہے اگر اسلام نہ لائیں اور انکی زمینوں پر خراج لگے یا اسلام لائیں یا نہ لائیں۔انتہی۔ یا وہ زمینیں جو زبردستی فتح کی گئی ہیں اور وہاں کی باشندے وہیں رکھے گئے پھر اسلام لائیں اسکے بعد جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں ان شہروں میں جو حکام اسلام کے ما تحت تھے اور وہاں کی رہنے والے شروع فتح میں کافر تھے اور یہ امر معلوم ہے کہ اس کے بعد اسلام لانے سے وہ زمین انکی عشری نہیں ہوجاتی جیسا کہ عینی سے گذرا پس وہ بھی خراجی ہونگی۔ اور جو زمینیں قریش وغیرہ کے قبضہ میں عرصہ دراز سے ہیں اسمیں یہ احتمال بھی ہے کہ عشری ہوں بشرطیکہ انکا تقسیم ہونا مسلمانوں پر ابتداء فتح سے ثابت ہو جیسا کہ ظاہر نظر میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن غور وفکر کرنے سے اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ زمینیں انکی مالکوں کی قبضہ میں ابتداء فتح سے نہیں جیسا کہ اسانید کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ امر معلوم ہو گیا ہے کہ اسانید انکے قبضہ میں اکبر بادشاہ یا اسکے بعد کے کسی بادشاہ کی طرف سے ہیں چنانچہ ہم نے اپنے شہر کے سادات لودیانہ کے پاس ہی بادشاہ کے اور اسکے بعد کے زمانہ کی سندیں پائیں پس اس صورت میں عشری نہیں ہونگی، اور یہ احتمال کہ یہ زمینیں وقف ہوں جیسا کہ فتاوی عزیزیہ میں کہ حضرت شیخ جلال الدین تھانسیری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی رسالہ میں جو احتمال پسند کیا ہے کہ ہندوسان کی زمینیں ابتداء فتح میں سواد عراق کی مانند ہیں (جو عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ میں فتح ہوا تھا بیت المال کے ملک پر موقوف ہیں زمینداروں کو تولیت امر زراعت کرنے اور حفاظت کرنے سے زیادہ دخل نہیں۔

طوك قديم بايد نمود تا انچه بدرجه تائيداده انداز قسم ديگر متميز كردد وآنچه هروجه تائيد اوه اند پس اگر با معافى خراج است پس خراج هم واجب نميشود۔ زيرا كه دريں صورت تمليك رقبه اراضى هم شدد خراج را هم تنخواه كردند داگر محض تمليك اراضى است بدوں معافى خراج واجب خراج ميشود دور صورت اولى امام لاحق راميرحد كه از زمين مذكوره خراج بگيرد بهر حال در حال زمين اينجا نيز شبه است دور وجه اعطاء پيشنيان تعارض ظنون والله اعلم انتهى، عبارته بنادى باعلى هذاء على كون الاراضى الهندية المملوكة للمسلمين كالخراجية وقدح القاضى ثناء صاحب التفسير المظهرى فى رسالته المسماة بما لا يعدم عشريتها۔ ايضاً واذا قرع سمعك هذا فلا اظنك شكافى بطلان كلام الفاضل الگنگوهى اورده كذلك فى المسائل التى لا

تدرك كنها الابعلم تعميق النظر فيها لعدم كونه من اهل النظر و بعدم توكله بالفقه ولذا ترى اكثر فتواه خاليا عن السند و اتباعه كالا عمى يطلقون خلفه فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا ولنذكر نبذا من فتاواه التى ضل فيها عن طريق الحق و ماذا بعد الحق الا الضلال افتى الگنگوهی۔

چنانچہ لفظ زمینداری بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زمین کا تغیر وتبدل اور انکا عزل ونصب اور بعض زمینوں کو ان سے نکال دینا اور بعض کو برقرار رکھنا اور بعض زمینوں کا افغانوں اور بلوچوں اور سادات کو اور قدوائیون کو زمینداری کے صیغہ میں دیا دلالت صریح اسی پر کرتا ہے پس اس صورت میں ہندوستانکی تمام زمینیں بیت المال کی ملوک ہوگئیں اور بطور عقد زراعت نصف آمدنی پر یا کم پر زمیندار کے ہاتھ میں دی ہوئی ہیں پس جو قطعہ بادشاہ وقت نے بطریق دوام حقیقی یا حکمی کی کسی کو بخشد یا اس کی ملک ہوگیا اور جو قطعہ بطور وظیفہ اور استحقاق کے اسکے دیا وہ عاریتا اسکے قبضہ میں ہے۔ البتہ قدیم بادشاہوں کے فرمانوں کو دیکھنا چاہیے تاکہ جو قطعات زمین بطریق پیشگی دی ہیں۔ وہ دوسرے سے جدا ہوجاویں اور جو بطریق پیشگی دی ہیں اگر خراج بھی معاف کیا ہووے تو خراج واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں رقبہ زمین کے مالک بھی ہو گئے۔ اور خراج بجائے تنخواہ مقرر کردیا اور اگر صرف زمین کے مالک کیا ہے خراج معاف نہیں کیا تو خراج واجب ہوگا اور پہلی صورت میں پہلی امام کو پہنچتا ہے کہ زمین مذکورہ سے خراج لے بہرحال یہاں کی زمیں کے حال میں بھی شبہ ہی اور پیشینوں کے دینے میں مختلف گمان متعارض میں انتھی۔ یہ عبارت صاف ظاہر بتلاتی ہے کہ ضرور مسلمانوں کی تمام مملوکہ زمینیں خراجی ہیں اور کاشتکاروں سے جولیا جاتا ہے وہ حکم خراج میں ہے پس حکما خراجی جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے کہ جائز ہے۔

اولا تکون القادیانی رجلا صالحا وثانیا بکونه من اهل هوا مع کونه قائلا بان عیسی بن مریم علی نبینا علیه الصلوٰة والسلام کان ابنا لیوسف النجار نعوذ بالله منه۔ ثم افتی بامکان الکذب الله تعالیٰ و بمنع الظهر بعد الجمعة فی هذه الدیار التی لم یوجد فیها شرط السلطان الذی وجوده ضروری عند الحنفیة وا فتی بجواز قول یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا لله مع ان فتواه کان اولا یکفر قائله وافتی بجواز تعمیر المسجد للکفار الی غیر ذالك من المسائل التی ترك فیها مسلك المحققین والتاسف کل التاسف علی البریلوی لانه فی الااستدلال بانقل سلك لك الغافلین الذین یتمسکون لترك الصلوٰة بقوله تعالیٰ ولا تقربوا الصلوٰة حیث نقل من الفتاوی العزیزیة الی

قوله علی النصف اواقل منه در دست زمیدناراں و ترك باقية بایدل علی كون الاراضی المملوكة للمسلمین خراجية لكونه هاو ما لدعواه فالواجب علے المسلمين الاحتراز عن العمل بفتواهم ما لم سيجدوه فی الكتب و يحققوه من الذين اشتهروا بتحقيق الحق وليس غرضنا من هذا الكلام الا كغرض مصنفی كتب اسماء الرجال اعنی النصيحة للمسلمين اذی واجبته لقوله عليه الصلوٰة والسلام الدين النصيحته والله اعلم و علمه اتم خادم الطلباء محمد لودیانوی

یہ امر کہ امام مزارعین کو دوطریقوں سے ایک کیساتھ دی یا انکو قائم مقام مالکوں کے خراج اور زراعت میں خیال کرے یا بقدرِ خراج کے اجارہ پر دی جو حاصل ہوگا وہ حق امام میں خراج اور حق مزارعین میں اجرت ہوگا اس کا نام عشر اور خراج نہیں ہوگا۔ انتہی ۔ اور نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے مالا بد میں لکھا ہے کہ زمیں ہندوستان کی عشری نہیں ہے پس جب ثابت ہوا کہ ہندوستان کی زمین جو مسلمانونکے قبضہ میں ملک کے طور پر ہیں ان میں سے کوئی عشری نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ فتوی مولوی گنگوہی کا انکی عشری ہونے پر ضرور باطل ہے اور یہ ان مولوی صاحب کی پہلی خطائیں ہیں بلکہ انکی عادت ہے اس قسم کے مسائل میں جنکی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے درحقیقت وہ مولوی صاحب اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتوی یہ دیدیا تھا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے وہ مرزا جس نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے ہم نے اتارا اسکو قادیان کے قریب اور پھر یہ فتویٰ دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجود کہ مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بخار کا بیٹا کہتا ہے (نعوذ باللہ منہ) پھر مولوی صاحب نے یہ فتویٰ دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالیٰ (کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں) اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کردیا باوجود کہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیون کے نزدیک ضروری ہے نہیں پائی جاتی اور نیز جواز شیخ عبدالقادر جیلانی ۔ شیئا للہ کا فتویٰ دے دیا باوجود کہ پہلا فتویٰ اس پر تھا کہ شرک ہے اور کفار کیواسطے جواز تعمیر مسجد کا فتویٰ دے دیا اور یہ بھی فتویٰ دیدیا کہ جو مکانات کعبہ شریف کے گرد بنائے گا جنکو مصلی کہتے ہیں وہ بدعت ہیں اور بھی مسائل ہیں جن میں محققین کا راستہ چھوڑ دیا ہے اور کمال افسوس ہے فاضل دیلوی پر کیونکہ استدلال اسکا ساتھ فتاوی عزیز کے یہ غافلون کی طرز پر ہے یعنی آیہ لاتقربوا الصلوٰۃ کو دلیل پکڑنا وانتم سکاری باقی آیت کا نام نہ لینا اسی طرح فاضل مذکور نے جو عبارت زمین کے خراجی ہونیکی ممد تھی اسکو چھوڑ دیا یعنی درست زمیدناران تک نقل کرکے باقی عبارت پس ہر قطعہ کہ بادشاہ وقت آہ کو جو خراجی ہونے پر دلالت کررہی تھی چھوڑ دیا پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان

دونوں عالموں پر ہی فتویٰ پر عمل کرنے سے جب تک تحقیق نہ کرلیں پرہیز رکھیں اور ہماری غرض اس کلام سے اہل اسلام کی خیرخواہی ہے جیسا کہ مصنفین کتب اسماء رجال ہرایک راوی عالم کا اصل حال بتلادیتی ہیں کیونکہ یہ امرواجب ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دین خیرخواہی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی۔

باسمه سبحانه۔ ما قول العلماء الربانية والفضلاء الحقانية فی ان الفاضل لودیانوی افتی بعدم جواز الصلوٰة فی المسجد الذی سیتی فی القصبة البتودی علی خلاف سمت القبلة بحیث مال الطرف الشمالی من الخط الذی یصلون علیه المصلون فی ذالك المسجد عن القطب الشمالی بسبعة اذرع الیٰ المشرق مستند لا بکتب الفقه من شراح الهدایة من العینی وغیرہ و ذهب الفاضل الگنگوهی الی خلافه مستند لابان الصلوٰة الی الکعبته لا یمکن اذا کان الصف طویلا من بناء الکعبته فایهما علی الحق عند کم رحمکم الله تعالیٰ۔

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اور فضلا وربانی بیچ اس مسئلہ کے جو مولوی عبدالعزیز صاحب برادر حقیقی راقم نے یہ فتویٰ دیا کہ مسجد پٹودی میں جس کی جانب شمال شمالی قطب سے سات ہاتھ مشرق کی طرف کو مائل ہے کا نماز درست نہیں جیسا کہ عینی شرح ہدایہ وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے برخلاف انکے فتوی دیا کیونکہ قبلہ کی طرف نماز پڑھنی ممکن نہیں جبکہ صف دراز ہو پس دونوں میں سے کس کا فتویٰ احق ہے۔ بینو اتوجروا۔

جواب: الهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ ما اجاب به الفاضل اللودیانوی هو الحق و ما ذابعد الحق الا الضلال لان الصلوة فی ذلك المسجد علے سمت التی یبنی علیها بعد العلم باطلة لا محالة لان لغیر معائن الکعبة و ان لم یلزم علیه اصابة عینها لیکن یجب اصابة جهتهابان یفرض من تلقاء وجه المصلی خط الیٰ الافق مارا علی الکعبته و خط آخر یقطعه علی زاوتین قائمتین بمنتیه و یسیرة وتلك المقابلة لا تزول فی البلاد البعیدة عن مکة بالا نتقال الیٰ الیمین والشمال بفراسخ کثیرة فضلا عن الصف الطویل من بناء الکعبة کما تو هم الفاضل الگنگوهی الذی لا خبرة له بکتب القوم و لنتلو علیك نبذاً من عباراتهم۔ قال فی الدر المختار و لغیره ای غیر معائنها اصابة جهتهابان یبقی شیئی من سطح الوجه مسامتا للکعبة اولهوائهابان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقته فی بعض البلاد خط علی زاویته قائمته الی الافق مارا علی الکعبته و خط آخر

يقطعه على زاوتين قائمتين بمنة و يسيرة انتهى ـ و فى شرحه المسمى برد المختار المعروف بالشامى اعلم انه ذكر فى المعراج عن شيخه ان جهة الكعبته هى الجانب الذى اذا توجهه اليه الانسان يكون مسامتا للكعبته اوهوائها تحقيقا او تقريبا و معنى التحقيق انه لو فرض خط من تلقاء وجه على زاوية قائمة الى الافق يكون مارا على الكعبة اوهوا ئها و معنى التقريب ان يكون منحر فاعنها اوعن هوا ئها بما لا تزول به المقابلته بالكليته بان يبقى شئى من سطح الوجه مسامتا لها اولهوائها وبيانه ان المقالته فى سافة قريبة تزول بانتقال قليل من اليمين والشمال مناسب لهاو فى البعيدة لا تزول بالانتقال كثير مناسب لها فانه لو قابل انسان آخر فى مسافته ذراع مثلاً تزول تلك المقابلة بانتقال احدهما يمينا بذراع و اذا وقعت بقدر ميل او فرسخ لا تزول الا بمائته ذراع او نحوها ولمابعدت مكة عن ديارنا بعدامفرطا لتحقق المقابلة اليهافى مواضع كثيرة فى مسافته بعيدة فلو فرضنا حظا من تلقاء وجه مستقبل القبلة على التحقيق فى هذه البلاد ثم فرضنا خطا اخر يقطعه على زاوتين قائمتين من جانب بين المستقبل و شانه لا تزول تلك المقابلة والتوجه بالانتقال الىٰ اليمين والشمال على ذالك الخط بفراسخ كثيرة ولهذا و ضع العلماء القبلة فى بلاد وبلدين وبلاد على سمت واحد انتهى و فيه ايضاًـ و ذكر بعضهم ان اقوى الا دلة القطب اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى كان مستقبل القبلة ان كان بناحيتها لكوفة وبغدادو همدان و يجعله من مصر على عائقه الا يسرو من بالعراق على كتفه الا يمن و باليمن قبالته المستقبل بمايلى جانبه الا يسرو با شام وراه انتهى مختصراـ و طريق معرفة سمت القبلة مذكور فى كتب الميعاد قال صاحب الملخص ـ ـ ـ ـ نفتى بسمت القبلة تقطعه فى الافق اذا واجها الانسان كان مواجها لكعبة اذا كان طول مكة و عرضها اقل من طول البلد و عرضه حددنا من محيط الدائرة الهندية المستخرجة فى ذلك البلد المنقسمة بثلثمائته و ستين جزاء مبتد اء من نقطة الجنوب بقدر فضل مابين الطولين الى المغرب و من نقطة الشمال مثله و فصل ما بين النهاتين بخط مستقيم و نعد من نقطة المغرب الى الجنوب بقدر فضل ما بين العرضين و من نقطة المشرق مثلا و فصل ما بين النهايتين بخط مستقيم فيقاطع الخطان لاكالته فخرج من

دائیں یا بائیں ہو جاوے۔ تب بھی وہ شے اسی طرح اسکے روبرو معلوم ہوتی ہے چونکہ ہماری شہروں سے کعبہ ہزار ہا کوس دور ہے پس اگر کسی شہر میں خط تحقیق کیساتھ سمت قبلہ کی طرف نکالا جاوے اور دوسرا خط مقاطع یمین اور شمال کی طرف کھینچا جاوے اس خط ثانی پر دائیں بائیں کوسوں حرکت کرنے سے سمت قبلہ نہیں بدلتی اس واسطے سے چند شہروں کی ایک ہی سمت مقرر کر دی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوفہ اور بغداد و ہمدان میں ہو تو قطب شمالی کو داہنے کان کے پیچھے رکھے۔ اور مصر کے لوگ قطب کو بائیں شانہ پر اور عراق میں داہنے شانہ پر اور یمنی قطب کو اپنی روبرو بائیں طرف مائل اور شام والے اپنے پیچھے رکھیں اور طریق معلوم کرنے سمت قبلہ دہلی اور قرب جوار قصبہ پٹودی وغیرہ کا یہ ہی کہ ایک دائرہ زمین پر کھینچا جاوے اور ایک خط جنوب سے طرف قطب شمالی کو نکالا جاوے چونکہ طول دہلی کا ایکسو بارہ ہے اور عرض اٹھائس اور مکہ معظّمہ کا طول سات اور ستر اور عرض اکیس ہے پس نقطہ شمال اور جنوب سے پینتیس پینتیس درجہ مغرب کی طرف شمار کر کہ ایک خط لگا لیں اس طرح سات سات درجہ مغرب اور مشرق کی طرف سے جنوب کی طرف شمار کر کے دوسرا خط نکالیں جہاں پر ان دونوں خطوں کا تقاطع ہوا اس طرح ایک خط مرگز دائرہ سے نکال کر اس نقطہ تقاطع سے ملا دیں۔ اور اس خط پر نمازیوں کو نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ طرف شمالی اس خط کی قطب شمالی ہے طرف مغرب کی برعکس مسجد مذکور کئی درجہ مائل ہوگی۔ فتویٰ دہندگان کو علم ہیت کی واقفی بھی ضروری ہے۔ ایک شخص نے دہ دردہ حوض کے کھودنے کا ٹھیکا لیا اور کھودا اس نے پانچ پانچ گز لمبا چوڑا یہ مسئلہ اس سے پوچھا جو ریاضی سے ناواقف تھا اس نے پانچ درہم دینے کا حکم دیا اسکا فتویٰ نامنظور ہوا یہ مسئلہ ریاضی دان سے پوچھا اسنے ڈھائی درہم کہا یہ فتویٰ مانا گیا چونکہ فاضل گنگوہی بھی ریاضی ہو بے خبر ہے اندھا دھندہ فتویٰ دیکر وعید حدیث فضلوا فاضلوا میں داخل ہوئے۔

الحمد لله الذی نجانا من هذه الورطة العمیاء آخر دعونا ان الحمد الله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین و آله واصحابه واتباعه الی یوم الدین۔ اجمعین خادتم الطلباء۔ محمد باسمه سبحانه

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قدیم سے آباد ہے اور نمازی اس محلہ میں اس قدر نہیں جو مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کر سکیں آیا ایسی مسجد کو گرا کر ایک اور مکان میں مسجد دوسری تعمیر کرنی درست ہے یا نہیں اور نیز اس مسجد کے گرد نواح زمین موجود ہے اور داخل مسجد ہو سکتی ہے۔ بینوا وتو جروا۔ فقط

جواب: اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ بلا ضرورت مسجد کا گرانا اور بے آباد کرنا ہر گز ہر

دائیں یا بائیں ہو جاوے۔ تب بھی وہ شے اسی طرح اسکے روبرو معلوم ہوتی ہے چونکہ ہماری شہروں سے کعبہ ہزار ہا کوس دور ہے پس اگر کسی شہر میں خط تحقیق کیساتھ سمت قبلہ کی طرف نکالا جاوے اور دوسرا خط مقاطع یمین اور شمال کی طرف کھینچا جاوے اس خط ثانی پر دائیں بائیں کوسوں حرکت کرنے سے سمت قبلہ نہیں بدلتی اس واسطے سے چند شہروں کی ایک ہی سمت مقرر کر دی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوفہ اور بغداد و ہمدان میں ہو تو قطب شمالی کو داہنے کان کے پیچھے رکھے۔ اور مصر کے لوگ قطب کو بائیں شانہ پر اور عراق میں داہنے شانہ پر اور یمنی قطب کو اپنی روبرو بائیں طرف مائل اور شام والے اپنے پیچھے رکھیں اور طریق معلوم کرنے سمت قبلہ دہلی اور قرب جوار قصبہ پٹودی وغیرہ کا یہ ہی کہ ایک دائرہ زمین پر کھینچا جاوے اور ایک خط جنوب سے طرف قطب شمالی کو نکالا جاوے چونکہ طول دہلی کا ایکسو بارہ ہے اور عرض اٹھائس اور مکہ معظّمہ کا طول سات اور ستر اور عرض اکیس ہے پس نقطہ شمال اور جنوب سے پینتیس پینتیس درجہ مغرب کی طرف شمار کر کہ ایک خط لگالیں اس طرح سات سات درجہ مغرب اور مشرق کی طرف سے جنوب کی طرف شمار کر کے دوسرا خط نکالیں جہاں پر ان دونوں خطوں کا تقاطع ہوا اس طرح ایک خط مرگز دائرہ سے نکال کر اس نقطہ تقاطع سے ملادیں۔ اور اس خط پر نمازیوں کو نماز ادا کرنی چاہیے۔ اور ظاہر ہے کہ طرف شمالی اس خط کی قطب شمالی ہے طرف مغرب کی برعکس مسجد مذکور کئی درجہ مائل ہوگی۔ فتویٰ دہندگان کو علم ہیت کی واقفی بھی ضروری ہے۔ ایک شخص نے دہ دردہ حوض کے کھودنے کا ٹھیکا لیا اور کھودا اس نے پانچ پانچ گز لمبا چوڑا یہ مسئلہ اس سے پوچھا جو ریاضی سے ناواقف تھا اس نے پانچ درہم دینے کا حکم دیا اسکا فتویٰ نامنظور ہوا یہ مسئلہ ریاضی دان سے پوچھا اسنے ڈھائی درہم کہا یہ فتویٰ مانا گیا چونکہ فاضل گنگوہی بھی ریاضی ہو بے خبر ہے اندھا دھند فتویٰ دیکر وعید حدیث فضلوا فاضلوا میں داخل ہوئے۔

الحمد للہ الذی نجانا من هذه الورطة العمیاء آخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ واصحابہ واتباعہ الی یوم الدین۔ اجمعین خادم الطلباء۔ محمد باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قدیم سے آباد ہے اور نمازی اس محلہ میں اس قدر نہیں جو مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کر سکیں آیا ایسی مسجد کو گرا کر ایک اور مکان میں مسجد دوسری تعمیر کرنی درست ہے یا نہیں اور نیز اس مسجد کے گرد نواح زمین موجود ہے اور داخل مسجد ہو سکتی ہے۔ بینوا وتو جروا۔ فقط

جواب: اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ بلا ضرورت مسجد کا گرانا اور بے آباد کرنا ھر گز ھر

گز درست نہیں۔ قال فی التفسیر الاحمدی ناقلا عن الحادی سئل ابو القاسم عمن ارادان ینقض مسجداویبنیه احکم من بنائه قال لا سبیل له الی ذلك الا ان یخاف هدمه انتهی وایضا فیه من جامع الفتاوی مسجد ضاق باهله ولا یمکن لهم ان یدخل عقال رجل اعطونی المسجد حتی ادخل فی داری واعطی مکانا من داری فی الجانب الآخر فیسعکم وهو خیر لکم لا ینبغی ان یعطو حتی بنوا مسجد افشغلوعن هذا المسجد فلا باس والله اعلم وعلمه اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اسماء الٰہی میں سے کسی نام کو لیکر کسی شخص کا نام رکھ دینا جیسا کہ اہل کشامرہ میں رحمان احد عزیز وغیرہ ناموں سے نامزد ہوتے ہیں یا نہیں اور چونکہ حضرت علیؓ کا نام بھی اسماء الٰہی سے ہے اس سے سند پکڑ کر رحمٰن واحد عزیز وغیرہ کو درست قرار دینا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب: اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا۔ اسماء الٰہی دو قسم ہیں ایک قسم وہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور بندوں پر بولنا ان کا درست ہے۔ جیسا کہ اسم علیؓ اور رشید کا۔ قال فی الدر المختار جاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہ لہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لیکن تسمیۃ بغیر ذالک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونہا عند النداء۔ انتہی۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا اطلاق غیر ذات باری پر بالکل درست نہیں جیسا کہ رحمٰن اور احد اور عزیز اس قسم کے نام سے کسی شخص کو نامزد کرنا شرعاً درست نہیں تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اسم احد کا خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہے۔ حیث قال قال الازھری لا یوصف شیئی بالاحدیة غیر الله تعالیٰ لا یقال رجل احد ولا درهم واحد وکما یقال رجل واحد ای فرد بل احد صفته من صفات الله تعالیٰ استاثر بها فلا یشرکه فیها شیئی صفات الله تعالیٰ اما ان تکون اضافیتا کقولنا عالم قادر واما ان تکون سلبیة کقولنا بکسم ولا بجوهر وقولنا الهر یدل علی مجامع الصفات الا ضافیته وقولنا احد یدل علی مجامع الصفات السلبیة فکان قولنا الله احد تاما فی افاده العرفات الذی یلیق بالعقول البشریة انتهی۔ مختصراً قسطلانی وتیسر القاری بخاری شریف کی شرحوں میں لکھتا ھے کہ لفظ احد نہیں استعمال کیا جاتا۔ کلام مثبت میں غیر خدا پر حیث قال ان احد الا یستعمل فی الاثبات علی غیر الله تعالیٰ فیقال الله احد ولا یقال زید احدا نتهی۔ مافی القسطلانی۔ احد را استعمال نمیکنند در اثبات بر غیر الله تعالیٰ نتهی۔ مافی

تیسیر القاری اور قاموس میں لکھا ہے کہ لفظ احد خالص خدا تعالیٰ کے واسطے ہے۔ حیث قال والاحد لا یوصف بھا الا اللہ سبحانہ تعالیٰ لخلوص ہذا الاسم اللہ تعالیٰ۔ انتہی مافی القاموس مشکوۃ کے باب اسامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عاص اور عزیز اور عتلہ اور شیطان کے نام کو بدل ڈالا شارحین نے لکھا ہے کہ عزیز نام اس واسطے بدلا کہ یہ نام ذات باری کا ہے۔ حیث قال غیر النبی ﷺ العاص والعزیز والعتلۃ والشیطان انتہی مافی المشکواۃ اور امام نوادی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ جو اسماء خدا تعالیٰ کیواسطے خاص ہیں غیر خدا پر ان کا اطلاق کرنا حرام ہے حیث قال فی باب تحریم التسمیۃ بملک الاملاک ان تسمیۃ بہذ االاسم حرام وکذالک المستحقہ سماہ المختصتہ بہ کالرحمٰن والقدوس والمہیمن وخالق الخلق و نحوہا قوم کشامرہ میں بھی یہ لفظ غیر خدا کیواسطے موضوع نہیں بلکہ عوام غلطی سے عبدالاحد کے نام کو احد کہ کر کے پکارتے ہیں۔ جیسا کہ عبدالستار عبدالغفار عبدالرحمٰن وغیرہ کو لفظ ستار غفار رحمن سے پکارتے ہیں۔ لیکن ذی علم لوگ ہروقت تحریر احد جو نہیں لکھتے بلکہ عبدالاحد تحریر کرتے ہیں ایک شخص اس شہر لودیانہ میں ذی علم بنام اور جو مشہور تھا لیکن نکاح ناموں میں جہاں مہر اس کی مثبت ہے۔ عبدالاحد کے لفظ سے مرقوم ہے یہ شخص عبدالاحد کو توال کا والد تھا۔ اور خواجہ احسن شاہ صاحب کا رشتہ دار تھا اگر کسی کو مزید تحقیق منظور ہو تو خواجہ صاحب موصوف سے تحقیق کرے خلاصہ کلام بالا کا یہی ہے کہ اس قسم کے نام رکھنے درست نہیں اسی واسطے علماء دیندار گمراہ جانتے ہیں۔ اس شخص کو جو کہے کہ آنحضرت ﷺ احمد بے میم ہیں یعنی احد ہیں جب آنحضرت ﷺ پر اطلاق احد کا گمراہی ٹھہرا تو باقی اہلِ اسلام پر اطلاق کرنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ لفظ احد کا صرف اگر چہ غیر اللہ پر اطلاق نہیں ہوسکتا لیکن جب شاہ کا لفظ اس سے ملا یا گیا تو کیونکر منع ہوسکتا ہے۔ تو جواب اسکا یہ ہے کہ لفظ شاہ اصل نام پر زائد ہوتا ہے جیسے محمود شاہ احسن شاہ اسی طرح احد شاہ کا حال ہے یعنی جیسے لفظ خان قوم افغان کے نام پر اضافہ کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی بعض کشادہ اپنے ناموں پر لفظ شاہ یا ڈار یا بابا ماو غیرہ الفاظ اضافہ کر لیتے ہیں اصل ناموں کی اصلاح کیواسطے ان الفاظ کو کچھ دخل نہیں۔ من ادعی فعلیہہ البیان والہا اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص بعد نماز طرف بغداد کی صرف الاقدام واسطے شیخ عبدالقادر جیلانی کے کرے اور اس امر کو فرمودہ پیران پیر قرار دے اور معمول بہ طریقہ قادریہ کا جانے اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ حاضر جانکرے۔ شرعاً یہ شخص کافر ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔ فقط۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً ایسا شخص کافر ہے۔ قال القاضی شہاب الملۃ والدین قد قرر

نامن قبل ان صرف الاقدام بعد الصلوٰۃ نحوا لعراق کفر قائله وفاعله واعان فی جرمته عظمته هکذا نقل من تحقیق احکام الفتوی فی مدارج السالکین شرح منادن السائلین و ما افتری علی المشائخ العظام من نحو صرب الاقدام بعد الصلوٰۃ فهو کفر انتهی۔ و فی واقع المبطلین من تصنیف افضل المتاخرین ابراهیم بن محمود البلخی ما قول آئمۃ الذین رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین آنکه جماعة عادت خود ساخته اند و اصرار برآن مینما یند و ممتنع نمی شوندو حجت میگیرند که در شهر هائے معظم چنیں مکینند ما نیز همیں ممکینم یا فلاں فلاں مشائخ و مثل ضرب الاقدام نحوا لعراق بعد صلوٰۃ آیا مجرد ایں قول حجت شود یائے۔ وایں فعل از حرمت برآید پائے وایشان معذور باشند یائے

جواب: کتبه محمد بن محمود الکشافی رحمته الله علیه فی کتبه ابو المفاخر بن محمود البلخی فی کتبه محمد بن طاهر بخاری فی کتبه یوسف بن محمد سرقندی فی کتبه مظفر بن منصور البلخی فی کتبه محمد بن فخر الدین الخلوانی فی کتبه عبدالعزیز بن نجم الدین شیرازی فی کتبه ابراهیم بن اسمعیل النیشا پوری فی کتبه محمد بن ابی بکرا لهندی فی کتبه علی بن محمد بن قاضی حمید الدین ناگوری هکذافی محك الطالبین انتهی۔اس مضمون کا فتویٰ علماء دہلی وغیرہ نے بھی قابل عذر کے دیا تھا۔نام نامی انکے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

محمد صدر الدین، محمد عبدالرب، محمد برکت اللہ، نوازش علی، سید رحمت علی خان، محمد یعقوب اصاب من اجاب فقیر خواجہ ضیاء الدین نعم الجواب عبدالقادر الجواب صحیح کتبہ، محمد عبدالرزاق سہارنپوری برقول مدارج السالکین فتویٰ است و نماز درعقب چنیں کس روانیت۔مگر کفر ضارب اقدام کہ منادی غوث اعظم باشدوروح آنحضرت رابسوی خود متوجہ داند مثل کفر روافض است کہ ذبیحہ اومثل ذبیحہ مرتد است۔سید محبوب علی جعفری المجیب منصیب محمد مخدوم اصاب من اجاب شفاق احمد، محمد فضل رحمن خان رانی کوٹی اور دار المجیب ماخذ مسکین۔علاؤ الدین کوم والہ محمد شاہ ساکن لودیانہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ فارسی ارشاد الطالبین میں لکھا ہے مسئلہ جہاں سگو یند یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا قدر یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیاء اللہ جائز نیست واگر گویند یا الٰہی بحرمت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی حاجت من رواکن مضا ئقہ ندار دانتی قاضی حمید الدین نگوری نے توشح میں لکھا ہے۔منہم الدین یدعون الانبیاء والا ولیاء عند الحوائج والمصائب

باعتقاد ان ارواحھم حاضرۃ تسمع النداء و تعلم الحوائج وذالک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ الایہ۔ اس مضمون کی عبارات اکثر کتب معتبرہ میں بہت درج ہیں اور ایک فتویٰ منع جواز یا شیخ میں علماء حال نے دیا ہے اور اسکو حاجی اسمعیل صاحب سنگوری نے مرتب کروا کر مطبوع کروا دیا ہے۔ یا انشاء اللہ عنقریب کروا دینگے۔ اس میں مسئلہ ندا الغیر اللہ کا تفصیلاً لکھا گیا ہے اور اس عاجز کی بھی اس میں بہت وسیع تحریر ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی اصراط المستقیم۔ الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص لوگوں سے زمین گروی لیکر ان زمین کی پیداوار کھاتا ہے آیا شرعاً گروی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں

جواب: الھم ارنا الحق حقا الباطل باطلا۔ گروی سے نفع اٹھانا ہرگز درست نہیں قال فی الشامی بما حاصله عن عبدالراهن السلم السر قندی انه لا یاکل اما ان ینتفع بشیئی منه بوجوه من الوجوه اذن له الراهن ۔یعنی کسی وجہ نفع کھانا گروی کا شرعا درست نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ کتب فقہہ میں لکھا ہے کہ مالک کی اجازت سے تو درست ہے۔ تو اسکا جواب دینا کہ اگر مابین ان دونوں کے نفع اٹھانے کی شرط نہ کی ہو۔ قال فی الشامی اذا کان مشروطا صار قرضا منفعتہ ماہور باوالافلا۔ یعنی گروی میں نفع اٹھانیوالے کو شرط کر لینا سود ہے چونکہ زمانہ حال میں گروی میں شرط نفع کی جاتی ہیں۔ لہذا نفع کھانا گروی کا ہرگز شرعاً درست نہیں قال فی الشامی والغالب من احوال الناس انھم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم و ھذا بمنزلة الشرط انتھی ملخصاً۔ واللہ اعلم و علمه اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید تین چار گاؤں میں ایک قاضی ہے گاؤں والے بروقت جنازہ یا نکاح خوانی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں اسکو بلا لیتے ہیں۔ اب یہ قاضی عید کے دن ایک گاؤں میں عید کی نماز پڑھا کر دوسرے گاؤں میں پھر عید کی نماز پڑھا کر پڑھاتا ہے اور وہاں سے تیسرے گاؤں میں پس اول تو یہ سوال ہے کہ گاؤں میں عید کی نماز جائز ہے یا نہیں اور دوسرے عید کی نماز ایک جگہ پڑھا کر دوسری گاؤں میں پڑھانی جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو کسی جگہ کی عید کی نماز جو پہلے پڑھی گئی یا بعد میں انہیں سے کوئی نماز پڑھنا ادا ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ نماز عید و جمعہ میں بموجب مذہب حنفی کے اس ملک ہند میں شرائط موجود

نہیں۔ لہذا پڑھنا ان دونوں کا باشندگان ملک ہند پر لازم نہیں ہوا۔لیکن بطور احتیاط اس شعار اسلام کو قائم رکھنا مناسب ہے اکہ بایقین کل مجتہدین کے نزدیک مکلف ذمہ دار سے فارغ البال ہوجائے۔لہٰذا عید کا ایک شخص نے دو مکانوں میں ادا کرنا جومخالف احتیاط کا ہے درست نہیں۔ کیونکہ نماز عید کی واجب ہےسووہ پہلی دفعہ ادا کرنے سے ذمہ سے ادا ہوئی دوبارہ پڑھنا اسکا نفل میں داخل ہےاور نفل عیدگاہ میں بعد نماز عید کے درست نہیں۔جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے اور نیز نفل ادا کرنیوالے کے پیچھے نماز عید جوواجب الادا ہے۔ ہرگز درست نہیں ہوئی۔اسی طرح کتب فقہ میں مذکور ہے والہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگرکسی شخص کی جائیداد کوفرزند اس کا گروی یا بیع کردے اور یہ شخص عالمِ سکوت میں رہے تو یہ بیع اور رہن کرنے سے اس شخص کی ملکیت قائم رہتی ہے۔ یا نہیں بوبیاو توجروا۔

جواب۔الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔بیع کے وقت سکوت کرنا مالک کا ملکیت کوقائم نہیں رہنے دیتا بخلاف رد کرنے کے لیے اگرکوئی قریبی مالک کا گروی کرے اور مالک خاموش رہے تو اس صورت میں مالک کی ملکیت کوزوال نہیں پہنچتا بما جاء فی الاشباہ وشرحہ الحمودی سکوتہ عند بیع فرضیہ اقرار بانہ لیس لہ قید بالبیع لانہ لوکان عاریۃ اور ہنا لایکون اقرار اجماعا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زکوٰۃ کا مال دینا ایسے شخص کو جو کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی ترک کرتا ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔فقط

جواب: الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔ایسے شخص کو جو نماز ہمیشہ ادا کرتا نہیں لیکن اس امر کو اچھا نہیں جانا یعنی ترک نماز کو برا جانتا ہے زکوٰۃ کا مال دینا شرعاً درست ہے۔لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لمعاذ خذہا من اغنیاءہم وردھا فی فقرائہم یعنی حاکم مال زکوٰۃ کا مالدار مسلمانوں سے لیکر ان مسلمانوں کو دے جومحتاج ہوں بلکہ جوشخص مالدار ہو اور اس پر قرض برابر مال کے ہو اسکو بھی زکوٰۃ کا مال دینا شرعاً درست ہے قال فی الدر المختار ومدیون لایملک نصابا فاضلا عن دینہ۔انتہی واللہ اعلم اتم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔کیا فرماتے ہیں۔علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ سے کردیا اور وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں رہی اور شوہر اسکا اس سے مجامعت کرتا رہا۔ بعدازاں وہ لڑکی بالغہ ہوگئی اور اپنا

نکاح فسخ کرانا چاہتی ہو اور شوہر اسکا عذر کرتا ہے کہ بروقت بلوغ میرے پاس رہی ہے اور بالغ ہوتے ہی اس نے فسخ کرانے نکاح کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس واسطے اب اسکا حق فسخ کرانیکا شرعاً باقی نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب: الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: زوجہ مذکورۃ الصدر کو حق فسخ کا شرعاً باقی ہے۔ کیونکہ قبل بلوغ کے موطوعہ ہونے سے وہ ثیبہ میں شرعاً داخل ہوگئی۔ اور ثیبہ کو حق فسخ کا آخر عمر تک باقی رہتا ہے۔

کما قال فی الدرا المختار اختیار الصغیرہ الثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضاء اودلا لته علیه کقبلة او لمس یبطل بقیامها عن المجلس لان و قته العمر انتهی و فی ردا لمختار المعروف بالشامی والثیب مثل ما لو کانت ثیبا فی الاصل او کانت بکرا ثم دخل بها ثم بلغت کما فی البحر و غیرہ انتهی و فی الهدایة ولا یبطل خیار الغلام مالم یقل رضیت و کذالك الجاریة اذا دخل بها الزوج قبل للبلوغ انتهی۔ والله اعلم علمه اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں ہر ایک شخص کا نکاح ہوا تین سو روپیہ نقد و پچاس روپے کا زیور مہر مقرر ہوا تین سو روپیہ میں سے نصف ایک سو پچاس روپیہ اور کل زیور پچاس روپے کا مہر معجّل اور باقی ایک سو پچاس روپیہ غیر معجّل ہوا۔ آیا منکوحہ معجلہ مہر معجّل کا دعویٰ شوہر پر اپنے والد کے گھر رہ کر کرسکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط

جواب: اللھم الرنا الحق حقا ولاباطل باطلاً۔ زوجہ مذکورہ بابت مہر معجل کے دعویٰ کر سکتی ھے قال فی ماالدر المختار بما حاصله ولها منعه من الوطی والسفر بها لا خذ ما بین تعجبیله من المهر کلمه او بعضه والله اعلم و علمه اتم الراقم خادم الطباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو تیس روپیہ تنخواہ کے ملتے ہیں اس کی دو زوجہ اور پانچ فرزند اور ایک دختر اور ایک چچا حقیقی ضعیف العمر نابینا اور ایک بھائی حقیقی بیکار العمر ہے۔ مسئلہ ہے نان نفقا ان کا اسکے ذمہ ہے یا نہیں اور کل تنخواہ صرف انہیں پر اسکو خرچ کرنی لازم ہے یا نہیں۔ اور جو دو بیٹے بڑے مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں انکا خرچ شرعاً اسکے ذمہ ہے یا نہیں۔

جواب: الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً۔ ہر شخص کے ذمہ امیر ہو یا فقیر نفقہ اپنی زوجات و اولاد صاارکا لازم ہے۔ اور اولاد ذرینہ بالغوں کا نفقہ اگر تحصیلِ علوم دینیہ میں غرق ہیں۔ اور صاحب رشد ہوں واجب ہے اور چچا جو نابینا ہو اسکا نفقہ

بشرط غنا کے لازم ہے۔ یعنی زوج کنندہ صاحب نصاب ہے تو اسپر شرعاً نان نفقہ ایسے چچا کا لازم ہے اور اگر محتاج ہے ۔تو لازم نہیں ایسا ہی بھائی بہن کا نفقہ جو کسب نہ کرسکیں ۔ یا کسب کرنے میں انکا ننگ ناموس جاتا رہے۔ اغنیاء پر لازم ہے مہمان نوازی میں خرچ کرنا غنی کو لازم ہے۔ غنی کو اپنی ضروریات میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو مشاہرہ جو سرکار سے مقرر ہے۔ اس میں کسی حقدار کا حق نہیں کہ اسکو تقسیم کرلیں ۔ وہ فقط نان نفقہ لابدی کے حقدار ہیں خواہ دو دس روپیہ میں سب کا ہو سکے یا بیس میں باقی میں انکا کوئی حق نہیں ہے جو زوجہ نافرمان ہو یا اولا د نرینہ علوم مروجہ مدارس انگریزی میں تعلیم پاتے ہوں ان کا خرچ لازم نہیں بلکہ ایسے خرچ کرنے میں خوف گناہ کا ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی ریش بسبب کسی عارضہ کے دور ہو جاوے یا بابتدا سے اسکی ریش نہ نکلی ہو اور عمر اسکی بیس سال سے بھی زیادہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مثل امرد کے مکروہ ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط

جواب: الہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً: ایسے شخص کی امامت جائز ہے یعنی بلا کراہتہ نماز اس کے پیچھے درست ہے جیسا کہ رد المختار شرح در المختار المعروف بشامی میں لکھا ہے۔ و فی الحاشیۃ المدنی عن الفتاوی العفیضیہ بمثل العلامۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن عیسیٰ المرشدی عن شخص بلغ من السن عشرین سنۃ و تجاوز حدالاتبات و لم یبنت خداده فهل یخرج بذالك عن حدا لامردیۃ و خصوصاً قد نبت الشعرات فی ذقنبه توذن با نه لیس من ستدیر الحی بل حکمه فی الامامۃ کالرجال الکامل ام لا اجاب سئل العلات شیخ احمد بن یونس المعروف بابن الشبلی من متاخری علماء الحنفیۃ عن مثل هذا المسئلۃ ماجاب بالجواز من غیر کراهته و ناهیك به قدوۃ واللہ اعلم و کذالك سئل عنها المفتی محمد تاج الدین القلعی فا جاب کذالك انتهی۔ حاصل سنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ جس شخص کی ریش نہ آئی ہو اور عمر اس کی بیس سال کی ہوگئی ہو۔ اس کے رخسارے بالکل صاف ہوں ذقن پر کوئی کوئی بال نمودار ہو یا نہ ہو ایسے شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے امرد کا حکم اس پر عائد نہیں ہوتا واللہ اعلم و علمه واتم الراتم خادم الطلبا محمد نودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بھینس بیائی اور بصورت خنزیر بچہ پیدا ہوا

وہ بچہ پیدا ہوتے ہی مار ڈالا گیا آیا اس صورت میں اس بھینس کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا رفقط۔

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا صورت مذکورہ میں بھینس کا دودھ پینا بالاتفاق جائز ہے اسکی علت میں کسی کو کلام نہیں البتہ اسکے بچہ کی حلت حرمت میں اس وقت اختلاف ہے جس وقت اس بھینس کا کسی حرام شے سے جفت ہونا ثابت ہو لیکن دودھ اس صورت میں بھی بالاتفاق درست ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے باران انواع میں صلوٰۃ مسعودی سے نقل کیا ہے۔ اگر کتا بکری سے جفت ہوا اور بچہ اگر بصورت کتی کے پیدا ہو تو حرام ہے اور اگر بکری کی شکل پر پیدا ہو تو حلال ہے اور اگر بکرا کتیا سے جفت ہوا وہ بچہ بالکل حرام ہے۔ القصہ صورت مذکورہ میں جفت ہونا کسی شے حرام کا بیان نہیں کیا گیا۔ لہذا اسکے بچہ پر بسبب صورت کے حکم حرمت کا نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ٹسر خالص کے کپڑے سے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ اور ٹسر ریشم کی قسم میں سے ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا:

جواب۔ الہم ارنا الحق حقا باطل باطلا: ٹسر کو صاحب نفاس اللغات نے ریشم کا اونی قسم لکھا ہے اگر حقیقت میں قسم ریشم سے ہے تو اسکا استعمال مردوں کو درست نہیں۔ عورتوں کو درست ہے نماز کی خصوصیت نہیں ہر وقت استعمال اسکا شرعاً مردوں کو ناجائز ہے اگر کوئی تحقیق اسکی غیر ریشم ہونکی پایہ ثبوت کو پہنچاوے۔ تو اس وقت حکم اس کا جیسا مناسب ہوگا بموجب کتب فقہ دیا جائیگا۔ واللہ اعلم وعلمہ واتم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیاں شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نہایت غصہ میں آکر کہا ایک طلاق دو تین لیکن اپنی زوجہ کو نہ مخاطب کیا اور نا اسکا نام لیا۔ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو یہ ایک واقع ہوتی ہے جیسا اہل حدیث کا مذہب ہے یا تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ بینوا توجریا فقط

جواب: الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: جس شخص کا غصہ نہایت کو پہنچ جاوے جس سے اس کا قول بلا ارادہ لاعلمی کے طور اس سے صادر ہو تو ایسے شخص کی طلاق شرعاً نہیں پڑتی جیسا کہ ردالمختار حاشیہ درمختار میں تحریر ہے حیث قال اذا بلغ الغضب غایت بحیث لا یعلم ما یقول ولا یریدہ فھذ الاریب از لاینعقد شیئی من اقوالہ۔ انتھی ملخصا۔ اور نیز بلا ذکر کرنے محل طلاق کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور اہل حدیث یعنی غیر مقدشین کا مذہب کہ مطلقہ ثلثہ سے بلا حلالہ نکاح کرنا درست ہے بالکل باطل ہے کسی امام نے اس پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں لکھا ہے کہ جو مفتی مطلقہ ثلثہ کو بلا حلالہ درست کہے اسکا منہ سیاہ کر کے شہر بدر

کیا جاوے من افتی مذہب سعید بن المجب و یزوج بالزوج الاول بقیت مطلقہ ثلث طلیقات کما کانت و یسودوجہہ۔ انتہی۔ ابن ہمام شارح ہدایہ نے ایسے مفتی کی کافر قرار دینے کو جائز لکھتا ہے غرض اگر تین طلاق کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک ہی لفظ کے ساتھ کہے تو بھی اس پر بلا حلالہ درست نہیں ہوتی چونکہ صورت مذکورہ میں بسبب غصہ نہایت کے اور یہ سبب ذکر ہوتے زوجہ کے لفظ طلاق میں طلاق بالکل واقعہ نہیں ہوتی۔ لہذا زوجہ اپنی کو بلا نکاح کے اپنے گھر شوہر لا سکتا ہے اگر احتیاط کیواسطے تجدید نکاح کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر ماتا کا تھان نیچے خنزیر کہہ کر دبا کر مقبرہ بنا دے تو اسکا اسلام باقی رہتا ہے یا نہیں۔

جواب: الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: ماتا کا تھان بنانا ہی کفر ہے خنزیر کا دبانا دوسرا کفر ہے کیونکہ غرض اس کی اس تھان کا پوجنا اور لوگوں کو پوجانا ہی جیسا کہ سامری نے موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ایک بچھڑا بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا تھا جس کی سزا میں قریب ستر ہزار آدمی کے قتل کیے گئے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم اس شخص پر لازم ہے کہ اس امر سے غائب ہو کر دوبارہ ایمان لائے ورنہ اس سے مسلمان کچھ علاقہ نہ رکھیں کیونکہ وہ شخص شرعاً مرتد ہے اور مرتد سے شرعاً کسی طرح کا ملاپ رکھنا درست نہیں اگر حکومت اسلام میں نہ کوئی شخص کرے اور اس سے غائب نہ ہو تو اسکو حاکم اہل اسلام اپنے حکم سے قتل کروا ڈالے گا کذا فی کتب فقہ من الھدایۃ وغیرہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ ما قول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فیمن افتی بجواز الصلوٰۃ فی مسجد الذی فی اطراف الدھلی مال شمالہ عن القطب الشمالی الی المشرق بقدر سبعۃ اذرع بدلیل ان الانحراف وان کان زائداً کثیراً علی السبعۃ بحیث یکون صدر المصلے نحو القطب الشمالی او الجنوبی مثلا لا یبطل الصلوۃ کما یدل علیہ ما نقلہ اللطحاوی والشامی من الدر وفی حاشیتھما علی الدر المختار اذا یتا من او یتیا سر یجوز فان وجہ الانسان مقوس فعند التیامن اوتیاسر کون الداراحد جنبیہ الی القبلۃ۔ انتھی۔ فان بھذہ العبارۃ صریحۃ فی ان الانحراف و ان کان اربعۃ عشر ذراعا لا یفسد الصلوٰۃ فضلا عن ان یکون سبعۃ اذرع بینوا توجروا۔

جواب: الهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: لا شك فی بطلان فتوا لان انحراف الصدر عن القبلة مفسد للصلوٰة اتفاقاً بغیر عذر کذا ذکره صاحب الدر المختار فی مفسدات الصلوٰة و لیس المراد من عبارة الدر الانحراف المذکور بدلیل ان صاحب الدر المختار ذکر فی مفسدات الصلوٰة فی شرح قول المصنف و لغیره اصابة جهتها بان یبقی شیئی من سطح الوجه مسامتا للکعبته اولهوائها بان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد خط علے زاویة قائمة الی الافق ماراً علی الکعبة و خط آخر بقطعه علیٰ زاو یتین قائمتین ۔یمنة و یسرة ثم قال ثانیا قلت لهذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارة الدرو قال الشامی فی شرح هذا القول بما حاصله ان ما ذکره بقوله بأن یبقی شیی من سطح الوجه آه مع فرض الخط علی الوجه الذی قررناه هوالمراد بما فی الدرومن التیامن والتیاسر لیس المراد منه ان یجعل الکعبة عن یمنیه ویساره اذلاشك حینئذ فی خروجه عن الجهة بالکعبة بل المفهوم مما قدمناه عن الدرمن التقید بحصول زاویتین قائمتین عندا انتقال المستقبل لعین الکعبته یمیناً اویساراً انه لا یصح لو کانت احداهما حادة والاخریٰ منفرجة بهذا السورة والحاصل ان المراد بالتیامن و التیاسر للانتقال عن عین الکعبة الی جهة الیمین والیسار لا الانحراف انتهی ۔والدر وهما حیث بنهه الشارع علی ان المراد هوا لا نتقال فقط ثم فصل الشامی تفصیلاً ایضالئلا ینحرف المنحرف الی الانحراف یالیث شعری ما ادخله فی هذه الورطة العمیاء مع وجود المصابیح الکشفته للدجی نعم ما قیل فی الفارسیة شعر۔ تهی و متان قسمت راچه سوداز رهبر کامل - که خضر از اك حیوان تشنه هے آرد سکندررا

لا یقال وان اخطا المفتی المذکور بکون الانحراف مراد امن عبارة الدر ولکن ما اخطا فی کون الانحراف جائز الاقال القهستانی ولا باس بالانحراف انحرافالاتزول به المقابلته بالکلیته بان یبقی شئی من سطح الوجه مسامتاً للکعبته لانا نقول هذا الانحراف المذکور فی القهستانی یساوق الانتقال علی الخط معنی فان المقابلة بالکلیة کما لا تزول فی الانتقال المذکور کذالك لاتزول بهذا لانحراف بخلاف الانحراف الذی اراد ذالك المفتی بحث یصیر القطب الشمالی مسامتا الصدر المصلی تزول بالمقابلة بالکلیته و فشتانبینهما فان قلت لاتزول للمقابلة بالکلیة لان الجانب

الایسر الذی بلی الاذن یکون مسامتا للکعبة قلت ذالك الجانب لیس بجزء من الوجه بل هو جانب الراس الواقع فی الطرف الایسر من الوجه فی مسطح غیر مقوس احد اصلا و خط مشترك بینه و بین المسطح المقوس للوجه فلا یکون جزء من سطح الوجه .مسامتا للکعبة لامحالة فانعدم المقابلة بالکلیة ذالك ما اردنا

خلاصہ: فتویٰ مذکور کا یہ ہے کہ جو مولوی رشید احمد صاحب نے بابت مسجد پٹودی جس کی جانب شمالی قطب سے سات ہاتھ مشرق کی جانب کو مائل ہے جواز کا فتویٰ دیا تھا اس کی تردید راقم ایک فتویٰ میں شائع کر چکا ہے پھر مولوی گنگوہی نے ایک فتویٰ اس قسم کا دیا کہ اگر چودہ ہاتھ یا زیادہ مائل مشرق کیجانب ہو جس سے سینہ مصلے کا قطب شمالی یا جنوبی کی طرف ہو جاوے تب بھی نماز درست ہے یہی مطلب عبارت درو غیرہ کا ہے جس کو مفتی لودیانوی نے نہیں سمجھا پر اس کی تردید میں راقم نے یہ تحریر کیا کہ کل فقہا کے نزدیک سینہ کا پھرنا قبلہ سے نماز کا مفسد ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں موجود ہے۔ مولوی گنگوہی نے غلطی کھا کر معانی صحیحہ کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھو صاحب درمختار نے عبارت در کے یہ معنی کیے ہیں کہ مصلے کے منہ کی طرف سے ایک خط خانہ کعبہ کی جانب کھینچا جاوے۔ وہ سرا خط تقاطع کرنے والا اس خط کو اوپر دو زاویہ قائمہ کے یمین یسار کروا کر کھینچا جاوے اس خط ثانی پر مصلے کا حرکت کرنا یمین یسار کی طرف نماز کو مضر نہیں اور شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ خانہ کعبہ کو نماز میں یمین یا یسار کی طرف رکھ کر نماز کا پڑھنا درست ہے کیونکہ اس صورت میں خارج ہو جاویگا منہ نمازی کا جہتہ قبلہ سے بالکل جو مفسد نماز پر پس قول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا سراسر غلط ہے۔ واللہ یهدی من یشاء الی الصراط المستقیم واللہ اعلم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک عورت بیان کرے کہ بیٹے اپنا پستان دختر زید کے منہ میں دیا تھا اسکا دودھ پینا یا نہ پینا مجھ کو یاد نہیں سوائے اس کے اور کوئی شہادت نہیں دیتا کہ اس دختر نے اسکا دودھ ہمارے روبرو پیا ہے آیا شرعاً اس دختر کا عقد پسر عورت پستان دہندہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب: الھم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا: دختر مذکورہ کا نکاح پسر عورت مذکورہ سے درست ہے کیونکہ حکم رضاعت کا جب تک کہ وہ مسلمان نیک بخت یا دو عورتیں اور ایک مسلمان صالح شہادت اپنے۔ روبرو دودھ پینے کی نہ دیں شرعاً جاری نہیں ہوسکتا۔ کما قال فی الدر المختار حجۃ حجۃ الانسان ہو شہادۃ عدلین او عدل و عدلتین۔ انتھی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جولڑکا یا لڑکی بعد پورا ہونے عمر ڈھائی سالہ کے کسی عورت کا دودھ پیوے تو اس پر احکام رضاعت کے شرعاً جاری ہو سکتے ہیں یا نہیں اور رضامندی شوہر مرضعہ یا کسی اور کی شرط ہے یا نہیں فقط۔

جواب۔ الہم ارنا الحق حقا والباطل باطلاً: شرعاً مدت رضاعت کی ڈھائی سال سے زیادہ نہیں اور احکام رضاعت کے اسی پر جاری ہونگے۔ جس نے اسی مدت کے اندر دودھ پیا ہو۔ اور اسکے دودھ پینے سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور دودھ کا پلانا بھی اس مدت کے بعد درست نہیں اور واسطے حکم رضاعت کے رضامندی کسی کی شرط نہیں ہو۔ قال فی الدر المختار الرضاع ہو مص ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص وہو حولان ونصف عندہ وحولان عندیہ وہو الاصح ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولم یبح الرضاع بعد مدتہ۔ انتہی یعنی رضاعت شرعاً چوسنا پستان عورت کا ڈہائی سالہ عمر میں نزدیک امام اعظم کے اور دو سال تک نزدیک صاحبین کے اور اسی مدت کے اندر تحریم ثابت ہوتی ہے اور بعد اسکے دودھ کا پلانا درست نہیں واللہ اعلم محمد لودیانوی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص غلہ کو نرخ بازار سے کم کر کے بطور قرض فروخت کرتا ہے۔ مثلاً اگر گیہوں بازار میں ایک من ایک روپیہ کو فروخت ہوتی ہے وہ شخص ایک روپیہ کی تیس آثار قرض فروخت کرتا ہے آیا یہ معاملہ اس کا شرعاً درست ہے یا نہیں بینوا تو جروا۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: یہ معاملہ شرعاً بموجب روایات کتب فقہ جائز نہیں قال فی العالمگیریۃ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا وبالنسیئۃ بکذا اوالیٰ شہر بکذا والی شہرین بکذا الم یجز کذا فی الخلاصۃ یعنے فتاوی عالم گیری میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ نہیں جائز بیع میں مول کا فرق کرنا بسبب ودھار کے اور ایضاع میں لکھا ہے بیع الخطتہ بنقصان حکم البلدۃ بثمن النسیئۃ بالمدۃ المعلومۃ فاسد وان اخذ الثمن بعد مضی المدۃ فھو حرام لان الثمن متفاضل بالحکم فھو ربوا یعنی بیچنا گیہوں کا شہر کے نرخ سے کم کر کے ادھار مدت مقرر تک درست نہیں اور بعد گذرنے مدت کے اگر قیمت کو بائع نے لے لیا تو حرام ہے کیونکہ مول باعتبار نرخ شہر کے زیادہ ہے پس سود ہوا

وفی مجمع النوادر نقلا عن المضمرات و من باع شیئا فی یدرجل نسیئۃ علی شرطان باخذا لثمن

كذافى المدة المعلومته و قيمة الشيىء عند التبحار اقل منه فالزيادة على قيمة ربولا يجوزان ياخذ الربوا بالاجماع وفى المحيط ايضاً مثل بهذه العبارة يعنى كتاب مجمع للنوادر میں کتاب مضمرات اور محیط سے یوں نقل کیا ہے کہ ادھار بیع کرنا کسی شے کا تا جرونکی قیمت سے برھا کر مسود بھی بالاجماع وفی شاہان شرح الهداية ولوكان قيمة ثوب عشرة ذراع وباع بالنساء ثمان ذرائع اوتسع ذراع اوسبع ذراع اوقيمة الطعام اوالحبوب عشرة صاع وباع بالنساء ثمان صاع اوتسع صاع اوسبع صاع فهوحرام بالاتفاق والناس عنها غافلون یعنی شاہان شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر نرخ کپڑے کا بازار میں دس گز ہے یا گلہ کا نرخ دس صاع ہے اس نرخ سے کم کر کے ادھار بیع کرنا اتفاقاً حرام ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں وفی ابراہیم شاہی رجل باع قفیز خطتہ بعشرة وسعره فی البلد ثمانیة یجوز عند بعضهم والصحیح المختار انه لایجوز لانه بیع خال عن العوض وهو ربوا یعنی فتاوی ابراہیم شاہی میں ہے کہ جو شخص ایک قفیز حنطہ کو دس درہم کی قیمت ہے کسی کو دے اور حالانکہ نرخ اس کا شہر میں آٹھ درہم ہے بعض نے ایسی بیع کو جائز کہا ہے صحیح اور مختار عدم جواز ہے کیونکہ یہ بیع خالی عوض سے ہے اس کا نام سود ہے خلاصہ مطلب ان عبارات کا یہ ہے کہ جس چیز کا نرخ بازاری ہو جیسے گلہ تو اس کا نرخ کم کر کے ادھار بیچنا درست نہیں کیونکہ نرخ بازاری غلہ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ المسعر هوالله یعنی نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہی ہے۔ پس جس شخص نے بازاری نرخ سے کم کر کے ادھار دیا دو وجہ سے گناہگار ہوا وجہ اول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو نرخ مقرر کیا تھا اس سے بھی کم کر دیا وجہ دوسری یہ ہے کہ جس قدر اس نے بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کیا ہے وہ مدت کی قیمت ہے اور مدت کی قیمت درست نہیں کیونکہ مدت کوئی شے نہیں بلکہ وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا قال فی الکفایة وذلک اعتیاض عن الاجل وهوحرام لان الاجل صفة کالجودة والاعتیاض عن الاجل وهوحرام ۔لان الاجل صفة کالجودة والاعتیاض عن الجودة لا یجوز فکذا الاجل ۔یعنی کفایہ میں لکھا ہے کہ اجل کا عوض دینا حرام ہے کیونکہ اجل مثل جودت کی وصف ہے جودت کا عوض حرام ہے اس طرح اجل کا عوض بھی حرام ہوا اگر کوئی شخص واسطے جواز بیع مذکور کے یہ دلیل پکڑے کہ ہدایہ میں لکھا ہے یہ یزاد الثمن لاجل الاجل اور عنایہ میں ہے ان اجلتنی الی مدة کذا فثمنه یکون کذا بزیادة مقدار حاصل ترجمہ ان دونوں کا یہ ہے کہ بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہو جاتا ہے پس صورت مذکورہ سوال میں بھی بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہونے سے ہرگز حرمت عائد نہیں ہوسکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ ان فقہا میں سے نہیں ہیں جو مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے زور سے دخل دے سکیں مثل حصاف اور طحاوی کی جو مجتہد فی المسائل فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں اور نہ ہم مثل امام رازی

کذا فی المدۃ المعلومتہ و قیمۃ الشیء عند التبحار اقل منہ فالزیادۃ علی قیمۃ ربو لا یجوز ان یاخذ الربوا بالا جماع وفی المحیط ایضاً مثل بھذہ العبارۃ یعنی کتاب مجمع للنوادر میں کتاب مضمرات اور محیط سے یوں نقل کیا ہے کہ ادھار بیع کرنا کسی شے کا تاجرونکی قیمت سے برھا کر مسود بھی بالا جماع وفی شاہان شرح الھدایۃ ولو کان قیمۃ ثوب عشرۃ ذراع وباع بالنساء ثمان ذرائع اوتسع ذراع اوسبع ذراع اوقیمۃ الطعام اوالحبوب عشرۃ صاع و باع بالنساء ثمان صاع اوتسع صاع اوسبع صاع فھو حرام بالاتفاق والناس عنہا غافلون یعنی شاہان شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر نرخ کپڑے کا بازار میں دس گز ہے یا گلہ کا نرخ دس صاع ہے اس نرخ سے کم کر کے ادھار بیع کرنا اتفاقاً حرام ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں وفی ابراہیم شاہی رجل باع قفیز خطتہ بعشرۃ وسعرہ فی البلد ثمانیۃ یجوز عند بعضھم والصحیح المختار انہ لا یجوز لانہ بیع خال عن العوض وھو ربوا یعنی فتاوی ابراہیم شاہی میں ہے کہ جو شخص ایک قفیز حنطہ کو دس درہم کی قیمت ہے کسی کو دے اور حالانکہ نرخ اس کا شہر میں آٹھ درہم ہے بعض نے ایسی بیع کو جائز کہا ہے صحیح اور مختار عدم جواز ہے کیونکہ یہ بیع خالی عوض سے ہے اس کا نام سود ہے خلاصہ مطلب ان عبارات کا یہ ہے کہ جس چیز کا نرخ بازاری ہو جیسے گلہ تو اس کا نرخ کم کر کے ادھار بیچنا درست نہیں کیونکہ نرخ بازاری غلہ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ المسعر ھو اللہ یعنی نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہی ہے۔ پس جس شخص نے بازاری نرخ سے کم کر کے ادھار دیا دو وجہ سے گناہگار ہوا وجہ اول یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو نرخ مقرر کیا تھا اس سے بھی کم کر دیا وجہ دوسری یہ ہے کہ جس قدر اس نے بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کیا ہے وہ مدت کی قیمت ہے اور مدت کی قیمت درست نہیں کیونکہ مدت کوئی شے نہیں بلکہ وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا قال فی الکفایۃ وذلک اعتیاض عن الاجل وھو حرام لان الاجل صفتہ کالجودۃ والاعتیاض عن الاجل وھو حرام۔ لان الاجل صفتہ کالجودۃ والاعتیاض عن الجودۃ لا یجوز فکذا الاجل۔ یعنی کفایہ میں لکھا ہے کہ اجل کا عوض دینا حرام ہے کیونکہ اجل مثل جودت کی وصف ہے جودت کا عوض حرام ہے اس طرح اجل کا عوض بھی حرام ہوا اگر کوئی شخص واسطے جواز بیع مذکور کے یہ دلیل پکڑے کہ ہدایہ میں لکھا ہے یہ یزاد الثمن لاجل الاجل اور عنایہ میں ہے ان اجلتنی الی مدۃ کذا فثمنہ یکون کذا بزیادۃ مقدار حاصل ترجمہ ان دونوں کا یہ ہے کہ بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہو جاتا ہے پس صورت مذکورہ سوال میں بھی بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہونے سے ہرگز حرمت عائد نہیں ہوسکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ ان فقہا میں سے نہیں ہیں جو مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے زور سے دخل دے سکیں مثل حصاف اور طحاوی کی جو مجتہد فی المسائل فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں اور نہ ہم مثل امام رازی

گیہوں لینے کرے آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

جواب: اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: ایک جنس اناج کی دیگر دوسری جنس اسکے عوض میں بطور قرض یعنی شرعاً درست نہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے القرض ھو عقد بلفظ مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لاۤخر مثلہ یعنی قرض ایک عقد ہے جو وارد ہوتا ہے اوپر دینے اس مال کے جو مثلی ہو کسی کو تا کہ رد کرے اس طرح کا مال ولا عبرۃ بغلاءٍ اور نہیں اعتبار گرائن اور ارزان ہونے نرخ کا یعنی اگر وقت لینے جنس کے ایک من گہیوں کا نرخ تھا اور جب مالک کو دی گئی تو اس وقت نرخ اس کا دومن ہو گیا تب بھی اس قدر گہیوں دی جائیگی جس قدر اس سے لی گئی تھی نرخ کے کم زیادہ ہونے کا اعتبار نہیں عرض غیر جنس کا لینا یا دینا معاملہ قرض میں شرعاً حرام ہے اور یہ معاملہ قبیلہ بیع سے نہیں بلکہ قرض کا معاملہ ہے اس واسطے اسکو عرف میں جنس بولتے ہیں اگر بالفرض اسکو بیع میں داخل کیا جاوے اور گیہوں کا کیلی ہونا بموجب روایت امام اعجم اور امام محمد کے بیان کیا جاوے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مکئی وغیرہ وزنی ہیں پس انکی بیع بسبب اختلاف جنس اور قدر کے بطور نقد اور ادھار دونوں شرعاً جائز ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بموجب روایت امام ابو یوسف کے کیلی اور وزنی ہونے میں علی الاطلاق عرف کا اعتبار ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔ وعن الثانی اعتبار العرف مطلقاً ورجحہ الکمال وخرج علیہ السعدی افندی استقراض الدراہم عددا۔ وبیع الاقیق وزنافی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف۔ حاصل مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے گیہوں وغیرہ سب اس میں برابر ہیں۔ اس روایت کے بموجب لین دین اہل اسلام کا درہم ودنانیر میں گنتی پر ہے حالانکہ حضرت کے وقت میں چاندی سونا وزنی تھا اس طرح آٹا گیہوں کا بدلے آنیکے بطور دندن کے اس زمانہ ہمارے میں بیچنا اہل اسلام کا جاری ہے اور کتاب کافی میں لکھا ہے کہ فتوی کیلی وزنی ہونیکا عادات پر دیا جاوے۔ اور نیز جس ملک میں گہیوں وزنی ہے وہاں جو شخص اپنے گیہوں دوسرے سے بدلتا ہے تو وزن کے ساتھ بدلتا ہے اور کوئی ان کو منع نہین کرتا اگر اس کا وزنی ہونا شرعاً درست ہوتا تو یہ لین دین بھی شرعاً حرام ہوتا اور نیز جس شہر میں گیہوں وزن سے انداز کیجاتی ہے وہانکا حکم برخلاف اس شہر کے ہوتا جہاں گیہوں اور مکئی دونوں کیل سے اندازہ کیجاتی ہیں۔ نیز جو چیز بموجب ایک روایت کے منع ہو اور بموجب دوسری روایت کے ایک ہی مذہب میں جائز ہو تو حرمت والی روایت پر عمل کرنا احتیاطً لازم ہے بس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ مکئی یا جوار بطور قرض دیکر اس کے عوض میں گیہوں مقرر کر کے یعنی شرعاً ناجائز ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کلرخ کا بعد پیشاب کرنیکے استعمال کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں۔

جواب: الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: کلوخ کا استعمال کرنا علی الاطلاق یعنی بلا قید غائط یا بول کے قرآن سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین۔ اس آیت کی شان نزول ہیں لکھا ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف میں ہے کہ وہ لوگ کلوخ کرینے کے بعد پانی کو استعمال کرتے تھے اور جو بعض روایات میں آیا ہے نتبع الغائط الاحجار الثلاثۃ ثم یتبع الاحجار الماء۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ ہم پاخانہ کی حالت میں بعد استعمال کرنے تین کلوخ کے پانی کے ساتھ طہارت کرتے تھے۔ پیشاب کے بعد پانی کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ پاخانہ کی نجاست جسم دار ہے صرف کلوخ سے پاک ہونا اسکا دشوار ہے بخلاف پیشاب کے کیونکہ اس میں ضرب کلوخ سے بھی بلا دشواری پاکی حاصل ہوسکتی ہے عن مولیٰ امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیا استنجی بہ فاناولہ التعود لو الحجر اویاتی حائطا یمسحہ آویمسہ الارض قال البیھقی ھذا اصح ما فی الباب کذا نقل الشیخ عبدالحق فی فتح المنان کلوخ لیکر ٹہلے بعد میں استعمال پانی کا کرے اس واسطے کہ شائد قطرہ نہ آجاوے اور اس ٹہلے میں بہت اختلاف ہے چار سو قدم سے تا دس قدم تک اور بعضے عمر کے جتنے سال گذرے ہوں اس قدر قدم ٹہلنے کا حکم دیتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آدمیوں کی طبیعتیں مختلف ہیں پھر جس میں جس کی تسلی ہوجاوے کہ اب ہم پاک ہوئے وہی معتبر ہے۔ بعد اسکے پانی سے تین مرتبہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پاک کرے اگر پانی میسر نہ ہووے تو استبراء فقط کلوخ سے کافی ہے مثل مشہور ہے کہ اہل تشیع پیشاب کرنیکے بعد مثل غیر مقلدین کے کلوخ کو استعمال نہیں کرتے ایک دفعہ ایک بادشاہ نے ایک سنی اور ایک شیعہ کو جب وہ اپنے اپنے مذہب کے بموجب پیشاب سے فارغ ہوئے گھوڑوں پر سوار کرواکر دوڑانیکا حکم دیا بعد ازاں دونوں کے پاجامے کھلواکر جب امتحان کیا تو شیعہ کا پاجامہ پیشاب آلودہ پایا اور سنی کا پاجامہ بسبب استعمال کلوخ ناپاک نہوا اسپر سنی شیعہ سے بازی لے گیا اب بھی اگر کسی کو شک ہو گھڑ دوڑ کرکے شبہ دور کرلے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ۔

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسلمہ میں کہ جو چنگی کا روپیہ آتا ہے اسکو بعض اہل علم نے بسبب اس کے کہ حدیث میں اس کام کرنیوالے کے حق میں وعید شدید وارد ہے حرام قرار دیا ہے آیا یہ قول انکا صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا: چنگی کے روپیہ کو علی الاطلاق حرام قرار دینا بالکل غلط ہے فقہ کی کتابوں میں چنگی کے ملازم کو عاشر کہتے ہیں۔ ایک باب میں جداگانہ چنگی لینےکے قواعد بیان ہیں قال فی شرح الوقایۃ العاشر ھو من نصب علی الطریق لاخذ صدقۃ التجار و یاخذ من المسلم ربع العشر و من الذمی ضعفا و من الحربی العشر ان بلغ مالہ نصابا انتہی یعنی عاشر شریعت میں اس کا نام ہے جو مقرر کیا جاوے کسی راستے پر واسطے لینے زکوٰۃ وغیرہ کے سوداگروں سے مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی یعنی جو کافر رعیت اسلام ہے اس سے بیسواں حصہ اور تاجر کافر جو ملک کفار سے آیا ہو اس سے دسواں حصہ اگر ملا اس کا دوسو درہم سے کم ہو۔ اور جو کچھ مال عاشر کفار سے بطور چنگی لیتا ہے علماء اور قضاۃ اور لشکر کی تنخواہیں صرف کرنا درست ہے قال فی الدر المختار و ما اخذ منہم بلا حرب و مدۃ ترکۃ الذمی و ما اخذہ عاشر منھم مصرفہ مصالحنا ککفایۃ العلماء و القضاۃ و رزق المقاتلۃ انتہی ملخصا یعنی جو لیا جاوے کافروں سے بغیر لڑائی کے اور اس میں داخل ہے جو ذمی اپنا ترکہ چھوڑ مرے اور جو حاصل کرے ان کافروں سے زکوتیا جائے خرچ اس روپیہ کے مصالح اہل اسلام میں جیسا کہ علماء اور قضاۃ کا خرچ اور لشکر اسلام کی تنخواہوں میں خرچ کیا جاوے تحقیق بالا کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہو گا کہ مال چنگی کا اہل اسلام کے نزدیک ایک مال حلال آمدنی کی صورت ہے پس جو شخص ایسے مال کو حرام قرار دیوے سخت غلطی پر ہے احادیث میں جو مذمت آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کام پر جو شخص مقرر کیے جاتے ہیں وہ اکثر لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ قال فی البحر بما حاصلہ ان الامام و نوائبہ من السعاۃ و العشار ولایۃ اخذ الصدقات للآیۃ خذ من اموالھم صدقۃ الایۃ۔ و فی التبیین ان ھذا العمل مشروع و ما ورد من ذم العاشر فمحمول علی من اخذ اموال الناس ظلما کما تفعلہ ظالمۃ الیوم روی ان عمر اراد ان یستعمل انس ابن مالک علی ھذا العمل فقال الاترضی ان اقلدک ما قلد نی رسول اللہ ﷺ انتہی للخصاہ اللہ اعلم علمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسلم میں کو کھانا آگے کے رکھ کر قران پڑھنا جو عرف عامہ میں ختم کے نام سے مشہور ہے آیا یہ فعل سنت ہے یا مستحب بدعت حسنہ، یا سہم بینوا توجروا۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلا: ختم مذکور نہ سنت ہے نہ مستحب نہ بدعت حسنہ بلکہ بدعت سیہ ہے کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں جس فعل کو آنحضرت نے کیا ہو ہمیشہ یا کبھی کبھی ختم بطریق مروجہ ایک بار بھی ساری عمر میں حضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت ﷺ نے بروقت تنگی خوراک لشکر کے اصحابوں کو حکم دیا تھا کہ جو کچھ تمہارے پاس کجھور وغیرہ باقی ہے۔ اسکو میرے پاس لے آؤ جب سب لے آئے آنحضرت ﷺ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے خدا

جواب: اللھم ارنالحق حقاوالباطل باطلا: چنگی کے روپیہ کوعلی الاطلاق حرام قرار دینا بالکل غلط ہے فقہ کی کتابوں میں چنگی کے ملازم کو عاشر کہتے ہیں۔ایک باب میں جداگانہ چنگی لینیکے قواعد بیان ہیں قال فی شرح الوقایۃ العاشر ھومن نصب علی الطریق لاخذ صدقۃ التجار ویاخذ من المسلم ربع العشر ومن الذی ضعفاومن الحربی العشر ان بلغ مالہ نصابا انتہی یعنی عاشر شریعت میں اس کا نام ہے جو مقرر کیا جاوے کسی راستے پر واسطے لینے زکوٰۃ وغیرہ کے سوداگروں سے مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی یعنی جو کافر رعیت اسلام ہے اس سے بیسواں حصہ اور تاجر کافر جو ملک کفار سے آیا ہواس سے دسواں حصہ اگر ملا اس کا دوسو درہم سے کم ہو۔اور جو کچھ مال عاشر کفار سے بطور چنگی لیتا ہے علماء اور قضاۃ اور لشکر کی تنخواہیں صرف کرنا درست ہے قال فی الدر المختار وما اخذ منہم بلاحرب و مدۃ ترکۃ الذمی و ما اخذہ عاشر منھم مصرفہ مصالحنا ککفایۃ العلماء والقضاۃ ورزق المقاتلۃ انتہی ملخصا یعنی جو لیا جاوے کافروں سے بغیر لڑائی کے اور اس میں داخل ہے جو ذمی اپنا ترکہ چھوڑ مرے اور جو حاصل کرے ان کافروں سے زکو تیا جائے خرچ اس روپیہ کے مصالح اہل اسلام میں جیسا کہ علماء اور قضاۃ کا خرچ اور لشکر اسلام کی تنخواہوں میں خرچ کیا جاوے تحقیق بالا کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو خوب معلوم ہوگیا ہوگا کہ مال چنگی کا اہل اسلام کے نزدیک ایک مال حلال آمدنی کی صورت ہے پس جو شخص ایسے مال کو حرام قرار دیوے سخت غلطی پر ہے احادیث میں جو مذمت آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کام پر جو شخص مقرر کیے جاتے ہیں وہ اکثر لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔قال فی البحر بما حاصلہ ان المام ونوائبہ من السعاۃ والعشار ولایۃ اخذ الصدقات للآیۃ خذ من اموالھم صدقۃ الایۃ۔وفی التبیین ان ھذا العمل مشروع وما ورد من ذم العاشر فمحمول علی من اخذ اموال الناس ظلما کما تفعلہ ظالمۃ الیوم روی ان عمر اراد ان یستعمل انس ابن مالک علی ھذا العمل فقال الاترضی ان اقلدک ماقلد نی رسول اللہ ﷺ انتہی للخصاہ اللہ اعلم علمہ اتم۔الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسلم میں کو کھانا آگے کے رکھ کر قران پڑھنا جو عرف عامہ میں ختم کے نام سے مشہور ہے آیا یہ فعل سنت ہے یا مستحب بدعت حسنہ، یا سھم بینوا توجروا۔

جواب: اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا: ختم مذکور نہ سنت ہے نہ مستحب نہ بدعت حسنہ بلکہ بدعت سیہ ہے کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں جس فعل کو آنحضرت نے کیا ہو ہمیشہ یا کبھی کبھی ختم بطریق مروجہ ایک بار بھی ساری عمر میں حضرت ﷺ سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت ﷺ نے بروقت تنگی خوراک لشکر کے اصحابوں کو حکم دیا تھا کہ جو کچھ تمہارے پاس کھجور وغیرہ باقی ہے۔اسکو میرے پاس لے آؤ جب سب لے آئے آنحضرت ﷺ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے خدا

جانتے کہ حضرت ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ تو عمل کر یہ نہ خیال کرنا کہ میں بیٹی پیغمبر کی ہوں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد۔

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قبروں پر حافظوں کو قرآن پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور انکی کچھ خدمت روپیہ پیسہ سے کرنی آیا شرعاً یہ امر اور ایسے امر کی وصیت کرنی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: یہ امر شرعاً درست نہیں اور ایسی وصیت بھی باطل ہے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے۔

الوصیته من المیت بالا طعام وا لضیافة یوم موته ای بعده و باعطاء دراهم لمن یتلو القرآن لروحه اویسبح اویهلل له کلها بدع منکرات باطلة والما خوذ منهما هو امر لله خذ و هو عاص بالتلاوة والذکر لا جل الدنیا انتهی ملخصا و فی التتارخانیة لا معنی لهذه الوصیته ولصلة القارء بقرائة لان هذا بمنزلة الاجرة والا جارة فی ذلك باطلة وهی بدعة لم یفعلهما احد من الخلفاء و قد ذکر نا مسئلة تعلیم القرآن علی استحسان انتهی یعنی للضرورة ولاضرورة فی الایستیجار علی القراة علی القبر ولا ینکر ذلك الامکابر اوجاهل لایفهم کلا۔ذل اکابر وما استدل بعضهم علی الجواز بحدیث البخاری فی اللدیغ فهو خطاء لا نها لیست عبادة محضة بل من التدادی و ما نقل عن بعضهم لمن انه لا یجوز الایستجار علی الختم باقل من خمسته واربعین درهما فخارج مما اتفق علیه اهل المذهب قاطلبقه قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لا یسحق الثواب لا للمیت ولا للقاری و قال العینی فی شرع الهدایة و یمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی اثمان و لیس مبناه علی القول بکراهته القرآن علی القبر کما و هم صاحب البحر لما فی الولوالجیته ولوزار قبر صدیق او قریب له و قرآء عنده شیاءً من القرآن فهو همن بل مبناه علی الاستیجار یعنی کما ان اللایستجار علی المعاصی باطل کذلك علے العبادات حرام لا یستحق الاجرة فی کلیها مما هذا خلاصة ما ذکر وصاحب رد المختار المعروف بالشامی۔ یعنی شامی میں لکھا ہے کہ وصیت میت کی کہ میرے مرنے کے بعد اسی روز یا بعد میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاوے اور میری قبر پر میری روح کے واسطے قرآن پڑھ کر ثواب پہنچاوے اسکو کچھ نقدی دیکر سلوک کرنا اس طرح تسبیح اور تہلیل کا ثواب پہنچانیوالوں کے ساتھ سلوک کرنا صاحب طریقہ محمدیہ نے ان سب کو بدعات سیئہ کے قبیلہ میں داخل کیا ہے اور روپیہ پیسہ لینا حرام ہے اور پڑھنا اس کا واسطے دینار

حاصل کرنیکے معصیت ہے اورتا تارخانیہ میں ہے کہ پڑھنے والے کو جوسلوک کیا جاتا ہے۔ وہ بجز اجارہ کے ہے اور یہ اجارہ باطل اور یہ بدعت ہے نہیں کیا اس کو کسی نے چار یار میں سے اور مسلمہ تعلیم قرآن کی اجرت کا درست ہونا علم کے واسطے ضرورت کے قرار دیا ہے۔ اور پردہ کے واسطے اجرت پر قرآن پڑھانیکی ضرورت نہیں اور جو بچھو کے کاٹنے کے واسطے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اجرت پر جو بخاری میں موجود ہے۔ اس سے جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ وہ بطور ایصال ثواب نہیں بلکہ وہ بطریق منتر اور دوا کے ہے عبادت نہیں ہے اور جو بعض نے کہا ہے کہ قرآن کی اجرت پینتالیس درہم سے کم لینی درست نہیں بالکل مذہب متفق علیہ کے برخلاف ہے اور تاج الشریعۃ نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے سے نہ میت اور نہ پڑھنیوالا کوئی بھی مستحق ثواب کا نہیں ہوتا اور عینی نے کہا ہے کہ دنیا کے واسطے قرآن پڑھنیوالے کو حکماً منع کیا جاوے اجرت دینیوالا اور لینے والا دونوں گناہگار ہیں۔ قبر پر پڑھنے کے سبب اس کا منع ہونا نہیں ہے۔ بلکہ اجرت پر قرآن کا پڑھنا منع ہے قبر پر ہو یا گھر پر جو شخص بروقت زیارت قبر اپنے قریبی یا دوست کی قبر پر کچھ قران پڑھ کے ثواب پہنچا دے تو بہت نیک امر ہے غرض جیسا کہ زنا کاری کا پیشہ حرام ہے ایسا ہی یہ پیشہ مراد ہے کیونکہ یہ دونوں اجارہ شرعاً باطل ہیں یہ خلاصہ ترجمہ شامی کی عبارت کا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم کادم الطلبا محمد۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ چھمی طوائف جو عرصہ سے سردار اتم سنگھ والی رام پور ملود کے پاس اول بطور طورائف کچھ مدت بعد اپنا دین اسلام چھوڑ کر مرتدہ ہو کر اس سے اپنا عقد نکاح بموجب رواج سکھوں کے کروا کر رہتی رہی بعد مرنے سردار کے مسلمان ہو کر اپنے مال حرام سے جو سردار مذکور وغیرہ سے حاصل کیا تھا ایک کل برف خرید کر کے برف تیار کروا رہی ہے آیا ایسی برف کا اہل اسلام کو استعمال کرنا یہ خیال کر کے کہ اسمیں کوئی چیز جس کا کھانا حرام ہو ڈالی نہیں جاتی جس طرح اور لوگ برف پانی سے تیار کرتے ہیں یہاں بھی اسی طرح بنتی ہے۔ شرعا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا وتو جروا

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: چونکہ کل مال اسکا جو اس نے بذریعہ پیشہ یا ازدواج سے حاصل کیا ہے شرعاً درست نہیں کیونکہ جو اس نے بذریعہ عقد ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بھی شرعاً حرام ہے اس واسطے کہ مرتدہ کا عقد کسی فرد بشر سے مسلمان ہو یا کافر درست نہیں۔

قال فی الھدایۃ لا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ومرتدۃ وکذلا یتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافرا۔ انتھی یعنی

مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتد عورت کا کسی مرد سے شرعاً نکاح درست نہیں پس از دواج کی حالت میں بھی وہ زنا کار ہی رہی اور حرام مال سے نفع اٹھانا شرعاً درست نہیں اور یہ حجت کرنی کہ وہ برف شل اور برفوں کی طرح پانی سے تیار ہوتی ہے حرام کس طرح ہوگئی بالکل بے دینی ہے شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا درست نہیں ورنہ اپنی والدہ اور بیٹی کے ساتھ نکاح کر لینے میں عقلاً کیا قصور ہے انکا عضو مخصوص ہر شخص کی حاجت روائی کے واسطے برابر ہے۔ پس ایسی برف حلال جاننیوالے کو ماں بہن وغیرہ محرمات شرعیہ سے جماع کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیے نعوذ باللہ منہ پس اہل اسلام کو لازم ہے کہا ایسے شخصوں سے معاملہ لین دین کا نہ کریں اور انکی اعانت سے باز آویں۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ یعنی نیکی اور پرہیزگاری پر مدد کرو گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو پس بموجب آیت مذکورہ کے ایسے مال کے ساتھ معاملہ کرنیوالا شرعاً گنہگار ہے اور نیز حدیث میں وارد ہے مہر البغی خبیث یعنی زنا کا مال خبیث ہے اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنا طیب مال خبیث مال کے معاوضہ میں نہ دیں۔ واما ما فتاہ بعض ابناء زماننا بالجواز فعلیھم ان یتبینوا بدلائل الشرعیۃ جواز عقد المرتدۃ الذی ھو اساس ھذہ المسئلۃ اولا ثم جواز اخذ المال بعوض العقد المذکور بعد رجوعھا الی الاسلام ثانیا و کلا الامرین باطلان لما مرفی ما تقدم نقلاً عن الھدایۃ بعدم جواز عقدھا فبطلان العقد بطل المعاوضہ ایضاً لانہ من بناءالفاسد علی الفاسد و ذلک ما اردناہ ھذا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد۔

جواب دوم اقول بعونہ وھوالمعین۔ معلوم ہو کہ جس صاحب کو اپنے دین کا بچانا اور مال کا پاک رکھنا منظور ہو تو اس اجارہ سے جس میں تبدل مال خبیث کا مال پاک سے کیا جاتا ہے احتراز فرماویں کیونکہ یہ تبدل نصاً حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ لا تبدلوا الخبیث بالطیب الایہ۔ نیز حدیث میں ھے من اتقیٰ الشبھات فقد استبر الدینہ الحدیث وما علینا الا البلاغ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔ الراقم عبدالعزیز عفی عنہ۔

مواہیر علماء دہلی: مسلمان عورت کو زنا کا پیسہ لینا مطلق حرام ہے اور جو مال حرام ہے برف کی کل تیاری ہوئی ہو، کل بھی ایسی ہے کہ مسلمان کو اس سے برف خریدنی نادرست ہے جیسے زنا کی کمائی کا کوئی مکان بنا ہوا ہووے اس میں آباد ہونا ناجائز ہے۔ غصب کی زمین پر نماز ناجائز ہے اس طرح یہ بھی نادرست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد ابراہیم ومحمد حسین۔ جو شے مال حرام سے خریدی جاوے خواہ کل ہو یا دیگر شے مثل جائیداد وغیرہ کے اس سے مسلمان کو فائدہ

حاصل کرنا ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد نذیر حسین۔ سید محمد ابوالحسن۔ سید محمد عبدالسلام۔

قاعدہ مسلمہ ہے کہ حرمت دو قسم ہے حرمت عینیہ اور حرمت سببیہ دونوں اصل حرمت و منہی عنہا ہونے میں یکساں ہیں پس جو چیز کہ وسیلہ وذریعہ حرام سے حاصل کی گئی ہو گو اس میں فی نفسہ کوئی چیز حرام عینی نہ ہو وہ بھی قطعاً حرام ہے پس بناء علیہ جس حضرت مفتی صاحب حرمت اجزا پر مدار کار رکھ کر اس برف کو حلال کہا نہایت خبط و ناشی از قلت تدبر یا غایت تعصب ہے کیونکہ اگر اس پر مدار ہو تو ہزار ہا محرمات حلال ہو جاویں۔ کما لا یخفی علی المنصف فعلی المستفتی ان لا یغتر بقول ذالک المفتی فان للرجال تعرف بالحق لا الحق۔ محمد عبدالحق ملتانی۔

جب فتوی مذکور مطبوع ہو کر شایع ہوا فوراً راقم الحروف و برادرم مولوی عبدالعزیز صاحب پر مسمات چھمی نے توہین کا دعویٰ عدالت میں دائر کیا کہ مولویان نے میرے حق میں غلط فتویٰ دیکر توہین کی اور فتویٰ ہائے مولوی غلام رسول امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمارے برخلاف بھی عدالت میں پیش کیے اگرچہ مقدمہ میں خود اسے پشیمان ہو کر باز دعویٰ داخل کیا لیکن چونکہ فتویٰ ہائے مشمولہ مثل کی تردید کرنی واسطے فائدہ اہل اسلام کے ضروری تھی لہٰذا انکار دبطور اختصار کے تحریر کیا جاتا ہے چونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے کوئی سند تحریر نہیں کی اس واسطے اسکی تردید کی ضرورت نہیں خود اس کے بے سند ہونا اسکی تردید کے واسطے کافی ہے۔ البتہ مولوی غلام رسول صاحب نے جو اپنے فتویٰ میں یہ سند تحریر کی ہے۔ و فی الزیادات المرتدة اذا تصرفت ان کان تصرفا ینفذ من المسلم ینفذ منها و ان کان تصرفا لا ینفذ من المسلم لیکن یصح ممن هو علی ملة انتحلت الیها کالیهود والنصاریٰ نفذ تصرفاتها عندهما و عنده اختلاف المشائخ قال بعضهم یصح قال بعضهم لا یصح منها الا مایصح من المسلم کذا فی التاتارخانیة و ثمرته فی بیعها الخمر والخنزیر انتهی عن البحر۔ اور تصرفات مرتدہ کے درست ہونے سے جو اس عبارۃ میں مذکور ہے یہ نتیجہ نکالا کہ نکاح بھی ایک تصرف ہے پس نکاح مرتدہ اور جو مال نکاح سے حاصل ہوا سب درست ہے۔ ہم اسکے جواب میں یہ لکھتے ہیں کہ عبارت مذکورہ سے کل تصرفات کا جائز ہونا جس میں نکاح بھی داخل ہے مراد نہیں بلکہ تصرفات مالی مراد ہیں یعنی بیع شری مرتدہ کی شرعاً درست ہے اور مرتد کی درست نہیں کیونکہ صاحب بحر الرائق نے تصرفات مالیہ جائز ہونیکے واسطے عبارات زیادات کی نقل کی ہے۔ حیث قال صاحب البحر قبل تلك العبارت و غیر بالمرتد لان المرتدة لا یزول ملکها

عن مالها بلا خلاف فیجوز تصرفاتها المالیة بالاجماع لانها لا تقتل انتهی ما فی البحر ۔ حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ مرتد کا اپنے مال میں تصرف کرنا شرعاً جائز نہیں یعنی مرتد اگر اپنے مال کو بیچے یا اپنے مال کے ساتھ کوئی شئی خریدے تو شرعاً جائز نہیں اور اگر مرتدہ اپنے مال کو بیچے یا خریدے تو درست ہے اس واسطے اخیر میں بیع کی مثال زیادات میں دی گئی ہے غرض اس عبارت زیادات سے نکاح مرتدہ کا شرعاً جائز قرار دینا مولوی غلام رسول صاحب کا بالکل غلط ہے بحر الرائق شرح کنز میں جس سے مولوی صاحب مذکور نے سند پکڑی ہے لکھا ہے کہ مرتدہ کا نکاح کسی فرد بشر سے درست نہیں ۔ حیث قال فی قول المصنف ولا ینکح مرتد ولا مرتدۃ احدا و عبر باحد فی سیاق النفی لیفید العموم فلا یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کتابیۃ ولا مرتدۃ ولا تیزوج المرتدۃ مسلما ولا کافرا ولا مرتدا یعنی مرتد نکاح نہ کرے مسلمان عورت کو اور کتابیہ کو غنی اور مرتدہ کو اور نکاح نہ کرے مرتدہ کے ساتھ کوئی مسلمان اور نہ کافر اور نہ مرتد اس طرح یہ مسئلہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے در مختار اور اسکی شرح شامی میں لکھا ہے ۔ وصح تصرفات المرتدۃ من مبائعتہ و نحوھا بخلاف المرتد نعم یبطل منھا ما یبطل من المرتد ما یعتمد الملۃ و ھی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشھادۃ والارث انتہی ۔ ملخصا یعنی مرتدہ کے تصرفات مالی اگر چہ برخلاف مرتد کے نافذ ہیں لیکن نکاح اور ذبیحہ اور شکار اور شہادۃ اور وراثت جن میں دین کا لحاظ ضروری ہے دونوں یعنی مرتد اور مرتدہ کے ناجائز ہیں ۔ عبارات مذکورۃ الصدر سے صاف ظاہر ہے کہ فتویٰ مولوی غلام رسول صاحب امرتسری کا دوبارہ جواز نکاح مرتدہ بالکل غلط ہے اگر کسی کو اس کی صحت کا دعویٰ ہو اپنے دلائل کو پیش کرے مولوی عبد العزیز صاحب نے فریق مخالف کو کہلا بھیجا تھا اگر کوئی اس فتویٰ مولوی غلام رسول امرتسری کو ثابت کر دے تو میں اپنی جائیداد جو آٹھ ہزار روپیہ کی ہے اسکو دیدونگا ورنہ خواجہ عبد الاحد و غلام محی الدین اپنی اپنی کل جائیداد کو مساجد کی تعمیر میں خرچ کرینگی نذریان پس طرف ثانی سے کوئی جواب نہیں آیا اب بھی اگر کوئی تحقیق کے درپے ہو تو ہم اسی اقرار پر قائم ہیں بشرطیکہ حکماء حرمین کو منصف مانا جاوے اور ایک اقرار نامہ جانبین کی طرف سے تحریر ہو کر سرکار میں جاری کرایا جاوے تاکہ جانبین کو وقت آنے فیصلہ ثالثی کے موقعہ چوں چرا کا باقی نہ رہے ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے مخالفین کو راہ راست پر لاوے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرنے میں انکو قدرت حاصل ہو اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خرچی زنا کی جو بازاری عورتیں لوگوں سے مقرر کر لیتی ہیں امام ابوحنیفہ کے مذہب میں حلال طیب ہے جیسا کہ بحر الائق شرح کنز و چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے قال و فی الاجارۃ

للفاسدة اجراء المثل ای یجب اجرہ حتی ان ما اخذ ته الزانیة ان کان بعقد الا جارہ فحلال عند
الامام الاعظم فان اکبرلان الاجر المثل طیب وان کان السبب حراما و حرام عندهما وان کان
بغیر عقد فحرام اتفاقا انتهی ما فی الجلبی و فی البحران استجا رها لیزنی بها لا باس باخذه لا نه فی
اجارة فاسدة فیطیب له وان کان السبب حراما انتهی ملحضا تو ہم اسکے جواب میں یہ کہیں گے کہ ان
عبارتوں سے خرچی کے روپیہ کا حلال طیب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو
بطور اجرت سینے یا کاتنے پر مقرر کیا اور اسمیں یہ بھی شرط کر لی کہ میں تیرے سے زنا کرونگا تو ایسی صورت میں امام اعظم
کے نزدیک اجر مثل کا دینا آتا ہے یعنی جس کام کے واسطے اسکو مقرر کیا تھا اس کام کی اجرت بطور رواج کے دینی پڑے
گی کیونکہ یہ اجارہ اگر چہ جائز کاموں کے واسطے کیا گیا تھا لیکن بسبب شرط زنا کے فاسد ہو گیا اور اجارہ فاسدہ میں
مزدوری رواجی اگر مزدوری مقررہ سے زیادہ نہ ہو دینی آتی ہے اسی بنا پر امام اعظم رحمتہ اللہ نے اجر مثل کو حلال طیب
فرمایا صاحبین کے نزدیک بھی اجارہ فاسدہ میں اجر مثل حلال ہے لیکن صورت مذکورہ انکے نزدیک اجارہ فاسدہ میں
داخل نہیں یعنی اگر چہ بظاہر اس نے برائے نام سینے یا کاتنے پر اجارہ مقرر کیا ہے لیکن دراصل اس نے زنا کرنے پر
اجرت مقرر کری ہے یعنی زنا کاری کو معقو و علیہ ٹھہرایا ہے۔ اور ایسا اجارہ شرعاً قسم باطل سے ہے اور اجارہ باطل میں عوض
لینا اتفاقاً حرام ہے و فی الکنز والوقایة وباقی المتون لا یجوزا الاستیجار علی الغناء والفسوح والملاهی
والمعاصی انتهی ملخصا قال صاحب البحر لان المعصیة لا یتصورا سحقا قها با لعقد فلا یجب
علیه الاجر وان اعطاه والاجر فی قبضه لایحل له ویجب علیه رده علی صاحبه انتهی حاصل اس عبارۃ کا
یہ ہے کہ معصیت پر اجارہ کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ کپڑا سینا اور سلانا دونوں درست ہیں اگر زنا یا غنا وغیرہ پر جو شرعاً
حرام ہیں اجارہ کیا تو مستاجر کا حق اجیر پر شرعاً قائم نہیں ہو سکتا اس واسطے اس پر اجر کا دینا واجب نہیں آتا اگر دیدیا ہو اور
اس نے اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہو نہیں حلال واسطے اسکے بلکہ واجب ہے رد کر دینا اسکا صاحب مال کی طرف درمختا ہیں
لکھا ہے حکم الاول و ہو الفاسد وجوب امر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما بخلاف الثانی و ہو الباطل فانہ لا اجر فیہ و بالا
ستعمال کان استاجر فحالالینہ انتہی مع الشامی یعنی اجارہ فاسد میں استعمال کرنے سے رواجی مزدوری دینی آتی ہے اور
اجارہ باطل میں استعمال کرنے سے بھی مزدوری بالکل دینی نہیں آتی جیسا کہ کسی شخص نے ایک گھوڑا واسطے کیا بھن
کرنے گھوڑیوں کے اجارہ پر لیا تو یہ اجارہ باطل ہے کچھ دینا نہیں آتا شامی میں لکھا ہے ان الباطل لا حکم لہ اصلا فو جودہ

کالعدم انتہی یعنی باطل اجارہ پر کوئی حکم عقد کا مرتب نہیں ہوتا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے تحقیقات بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت میں تنازعہ فیہا منجملہ اجارہ باطل سے ہے۔ اور اجارہ باطل کا حکم کالعدم ہے پس بموجب روایت چلپی کے وان کان بغیر عقد فحر ام اتفاقا اجرت زانیہ کی اتفاقا حرام ہوئی یعنی امام صاحب کا اختلاف فقط اسی صورت میں ہے جہاں زانیہ کو کسی فعل جائز پر مقرر کر کے زنا کرنیکی شرط بھی کر لی ہو اور صورت متنازعہ فیہا میں صرف زنا کو معقود علیہ ٹھہرانیکے سبب جو اتفاقا حرام ہے اس واسطے علماء محققین نے اسکی حرمت پر اجماع امت کو دلیل پکڑا ہے ذکر بدر الدین العینی فی شرح البخاری تحت حدیث مہر البغی حیث ہو ما یعطی علی النکاح المحرم فاذا کان محرما ولم یستبح بعقد صارت المعاوضۃ علیہ لا تحل لانہ ثمن عن المحرم و قد حرم اللہ الزنا و ھذا مجمع علی تحریمہ لا خلاف بین المسلمین انتہی قال الامام النووی فی شرح صحیح المسلم امام مہر البغی فھوا ما تاخذ الزانیۃ علی الزنا وسماہ مہرا لکونہ علیٰ صورۃ و ھو حرام باجماع المسلمین و کذلک اجمعوا علی تحریم اجرۃ المغنیۃ للغنا والنائحتہ للنوح الذی جاء من النہی عن کسب الاماء المراد بہ الزنا شبہہ لا بالغزل والخیاطۃ و شبہھما انتہی حاصل ان عبارتوں کا یہ ہے جو چیز بدلے نکاح حرام کے دیجاوے جس نکاح سے جماع کرنا جائز نہ ہو سکے وہ بالکل حرام ہے اور اسکے حرام ہونے پر کل اماماں دین واہل اسلام کا اجماع ہے کوئی امام اسکو حلال نہیں کہتا اس طرح حکم ہے مزدوری گانے اور رونے والے کی گانے اور رونے پر اور لونڈیوں کو کسب سے جو حدیث میں منع آیا ہے بھی زنا وغیرہ امور نا جائز مراد ہیں کاتنے سینے وغیرہ کا کسب جو شرعاً درست ہیں وہ مراد نہیں ہیں وفی المرقاۃ مہر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانہا تاخذہ عوضا عن الزنا المحرم ووسیلتہ الحرام حرام وسماہ مہرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع انتہی یعنی ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ خرچی کا لینا شرعاً بالا جماع حرام ہے اس کا نام مہر رکھنا قسم مجاز سے ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ حرام قطعا یعنی خرچی کا روپیہ قطعی حرام ہے جب تحقیق ما سبق سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ خرچی کا روپیہ پیسہ بالا جماع حرام ہے پس جو شخص امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز خیال کرتا ہے پرلے درجہ کا جاہل یا مفتری ہے اور اس پر جب حرام قطعی ہونکے کفر کا خوف ہے جیسا کہ عقائد نسفی وغیرہ کتب میں درج ہے کہ جو شخص حرام قطعی کو حلال کہے وہ کافر ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ خرچی زانیہ کی حرام ہے لیکن بدلنے سے حلال ہو جاتی ہے تو ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس طرح کسی چیز کی حرمت باقی نہیں رہتی خنزیر اور مردار وغیرہ بھی بیچ دینے سے قیمت

اسکی درست ہوجاتی پس خرچی کے حرام ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ جو روپیہ پیسہ بطور خرچی وصول ہوخود اس کا کھانا یعنی روپیہ پیسہ کوتوڑ کر اسکے برادے کو کھانا حرام ہے اگر اس کے ساتھ کوئی چیز بدلے میں لیجاوے تو وہ درست ہوجاتی ہے معاذ اللہ خدا جل جلالہ اپنی کلام پاک میں ایسی تبدیل سے منع فرماتا ہے ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب یعنی طیب مال کے ساتھ خبیث مال کو نہ بدلو و فی الهدایة اذا باع المسلم خمرا و اخذ ثمنا و علیه دین فانه یکره لصاحب الدین ان یاخذ منه وانکان البائع نصرانیا فلا باس به والفرق ان البیع فی الوجه الاول قد بطل فان الخمر لیس بمال متقوم فی حق المسلم فبقی الثمن علی ملك المشتری فلا یحل اخذه من البائع و فی الوجه الثانی صحیح البیع لانه مال متقوم فی حق الذی فیملکه البائع فیحل الاخذمنه انتهی حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مسلمان شراب کوفروخت کر کے قرضدار کا روپیہ ادا کرنا چاہے تونہیں ہوسکتا اور اگر نصرانی ایسا کرے تو درست ہے کیونکہ مسلمان کوشراب فروخت کرنی منع ہے پس جو روپیہ اس نے شراب کے عوض حاصل کیا ہے وہ اسکی ملک میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ روپیہ شرعاً شراب خرید نیوالے کا مال ہے بائع کو اس کا کھانا یا قرض میں دینا شرعاً درست نہیں بخلاف نصرانی کے کیونکہ شراب انکے دین مین درست ہے فروخت کرنا اور اسکے پیسہ سے قرض ادا کرنا یا کھانا درست ہے فائدہ اس مقام سے صاف ظاہر ہوا کہ حرام مال بدلنے سے بھی حلال نہیں ہوجاتا ورنہ شراب کی قیمت مسلمان کو کیوں حرام ہوتی بلکہ حرام مال سے جو شے خرید کر لیجاوے اور اس سے جو نفع حاصل ہووہ بھی شرعاً درست نہیں جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے ومن غصب الفا فاشتری بها جاریة فباعها بالفین ثم اشتری بالالفین جاریة فباعها بثلثة الاف درہم فانه یتصدق بجمیع الربح یعنی اگر کسی نے ایک ہزار درہم مغصوبہ کے ساتھ ایک لونڈی خریدی پھر اسکودوہزار درہم کے ساتھ فروخت کر کے تین ہزار کوفروخت کردی وہ دوہزار درہم جونفع آیا ہے وہ بھی شرعاً درست نہیں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تبدل ملک سے حرام سے حلال ہوجاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ اتی بلحم تصدق به علی بریرہ فقال وھو علیہا صدقۃ وھولنا ہدایۃ رواہ البخاری یعنی آپ کے حضور میں وہ گوشت جو بریرہ کوکسی نے صدقہ کے طوردیا تھا آیا اور آپ پر صدقہ جائزنہیں تھا تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ گوشت بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے بریرہ کی طرف سے بطور ہدیہ کے ہے اس واسطے مجھکو درست ہے پس جیسا کہ آپ کوصدقہ لینا حرام تھا بریرہ کی ملک میں آنے پر آپ پر حلال ہوگیا اس طرح زانیہ کا مال بھی تدبل ملک سے جائز ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مال صدقہ دینا کا اول سے حلال تھا جب اس نے بریرہ کودیا تو وہ

مال اسکی ملک میں آ گیا اور اس میں تصرف کرنا اسکو درست ہو گیا اس واسطے اس مال کو بطور ہدیہ لینا آپ کو شرعاً مثل باقی مال اس کے درست ہو گیا قال صاحب عمدۃ القاری تحت ھذا الحدیث و فیہ دلیل علی تحویل الصدقتہ الی ھدیۃ لا نہ لما کان یجوز التصرف للمتصدق علیہ فیھا بالبیع والھبۃ لصحۃ ملکہ لھا حکم علیھا بحکم الھبۃ و خروجھا من معنی الصدقۃ فصارت حلالا لرسول اللہ ﷺ اور مال زانیہ کا اول سے حرام ہے۔ اور وہ اس مال کی مالک نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ بالا میں لفظ فبقی الثمن علی ملک المشتری اور مجمع البحار کی عبارت الحلال ماقطع بملکیۃ والحرام ماقطع بعدمہا والشبہۃ ماتردفالورع اجتنابہ وہو واجب اس امر پر دال ہیں کہ حرام شے ملک میں داخل نہیں ہوتی و فی البخاری و المسلم عن جابر انہ سمع رسول اللہ ﷺ قاتل اللہ الیھود ان اللہ لما حرم شحو مھا فجملوہ ثم باعوہ فا کلوا ثمنہ یعنی فرمایا آنحضرت ﷺ نے لعنت کردی خدا تعالیٰ نے یہود پر جب حرام کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر بیچ ڈالتے اور اسکی قیمت کو کھاتے تھے وعن عمران رسول اللہ ﷺ قال قاتل اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فجملوہا فباعوہا ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حرام چیز بطریق بیع بدل کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتی اور مشکوۃ میں ہے عن ابن عمر من اشتری ثوبالعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ بہ صلوۃ مادام علیہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص ایک کپڑ دس درہم کو خریدے اور اس مین ایک درہم حرام کا ہو تو اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ کپڑا اس کے پاس ہے فائدہ جب آیات اور احادیث اور روایات فقیہ سے ثابت ہوا کہ خرچی زانیہ کی امام اعظم بلکہ کل امامان دین کے نزدیک بالاجماع حرام ہے اور بدلنے سے بھی حلال نہیں ہوتی پس مستحل اسکا بقول عبدالحق محدث دہلوی حرام قطعا کافر بلکہ مرتد ہوا پس اس کی عورت کا نکاح باقی نہ رہا اور ایسے شخص سے ملاپ رکھنا شرعاً حرام ہے اور جو لوگ ایسے شخص کو اپنا امام بنا دیں انکی نماز تو درکنار رہی ایمان کے باقی رہنے کا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کو توفیق توبہ کی عطا کرے ورنہ انکی شرارت اور مضرت سے اہل اسلام کو بچاوے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما قول العلماء الربانیتہ والفضلاء الحقانیتہ فیمن افتیٰ بجواز المرتدۃ التی لم تکن قبل الارتدادفی نکاح مسلم مع الکافر د انہا ترث من مال ذلك الکافر متمسکابان تصرفات المرتدۃ نافدۃ لمافی البحرعن الزیادات واذا تصرفت ان کان تصرفا ینفذ من المسلم ینفذ منہا وان کان

تصرفا لاینفذ من المسلم لکن یصح ممن ھو علی الملة انتحلت الیھا کالیھود و النصاری نفذ
تصرفاتھا عندھما وعندہ اختلف المشائخ قال بعضھم یصح و قال بعضھم لا یصح من المسلم
کذافی التاتارخانیة و ثمرته فی بیعھا الخمر و الخنزیر انتھی و فی البحر ایضا و قید بالمرتدلان
تصرفات المرتدة نافذة عند الکل انتھی و لما کان النکاح داخلافی التصرفات فکان جائز ایضآلا
محالة والارث من لوازم النکاح فکان بثبوته ایضا ضروریا لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمه
خلص الکلام ان النکاح لتلك المرتدة جائز والارث لھا ثابت فان اسلمت بعد اخذ الارث یجوز
اکله لھا وللمسلمین کافة بینوا توجروا۔
الجواب: الھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ لا یجوز نکاح المرتدة مطلقامع احد مسلما کان او
کافراً او مرتداً سواء کانت منکوحة لمسلم او لا لما فی الکنز ولا ینکح مرتد ولامرتدة احداو فی
البحر وعبر باحدفی سیاق النفی لیفید العموم فلا یتزوج المرتدمسلمة ولا کتابیة ولا مرتدةولا
یتزوج المرتدةمسلم ولا کافر ولا مرتدانتھی کمافی الھدایة وغیرھا من کتب الفقه فی باب نکاح
الکافر والتمسك المفتی المذکور بالزیادات فھو قرینة بلا مریته لان المراد منھا التصرفات
المالیة لمافی البحر قیل ملك العباق و قید بلامرتد ان المرتدة لایزول لھا عن ملکھا بلا خلاف
فجواز تصرفاتھا المالیته بالاجماع لانھا لا تقتل انتھی واما الامور التی تعتمدالملة فھی باطله من
کلیھا جمیعا لما فی الدارمختاروشرحه ردالمختار المعروف بالشامی ویبطل نشنھه اتفاقاما یعتمد
الملة وھی خمس النکاح والذبیحة والصلاة والشھادة والارث و صح تصرفاتھا و لاتتوقف من
المبایعة نحوھا بخلاف المرتد نعم یبطل منھا مایبطل من تصرفات المارة انتھی ملخصا فاذا
سمعت ھذا فلا اظنك شاکافی بطلان قول ذلك المفتی بکلی شقھه ولا یجوز لھا اخذ الارث من مال
زوجھا الکافر لانه عوض عن النکاح الحرم و ھو حرام بالاجماع کما ذکر العلامة بدر الدین
العینی فی شرح البخاری تحت حدیث مھر البغی خبیث حیث قال ھو ما یعطی علی النکاح المحرم
ولم یستبح بعقد صارت المعاوضة علیه لا یحل انتھی ملخصا من الجز الخامس صفحه 211
فثبت ان اکل ذلك المال حرام لھا وللمسلمین جمیعا سواء باسلمت بعد ذلك اولا واللہ علیم و

علمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

مواہیر کلکتہ:

مایملک المرتدۃ بشیئ بسبب النکاح مع المرتد وغیرہ محمد اسماعیل

محمد موسیٰ حنفی جونپوری۔ سید عباس علی۔ محمد اسماعیل۔ ولایت علی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفع الوسواس الخناس عنمن انکر الاحتیاطی من الناس

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت نماز نیت فرض ظہر بعد جمعہ کے اس ملک ہند میں پڑھنی جائز ہے یانہیں اور جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اسکے عدم جواز کا فتویٰ دے کر لکھا ہے کہ اس کا پڑھینو الا دین سے بے پرواہ ہے۔ مقبول ہے یا مردود۔

جواب:

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: چونکہ اس ملک ہند میں عموماً سلطان کا ہونا جو مذہب حنفیہ میں واسطے جمعہ کے شرط ہے بالکل مفقود ہے اور مصر کے تعریف میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے۔ لہٰذا علماء احناف کے نزدیک فتویٰ اسی پر ہے کہ چار رکعت نماز بعد نماز جمعہ نیت فرض ظہر پڑھی جاوے بلکہ جس ملک میں کسی شرط کے نہ پائے جانے میں وہم ہو تب بھی اس کا پڑھنا جائز ہے پس اس ملک ہند میں بسبب مفقد ہونے شرط سلطان کے یقیناً پڑھنا ظہر کا نیت فرض ضروری ٹھہرا۔ قال فی الشامی وبالجملہ فقد ثبت انہ ینبغی الایتان بہذ والاربع بعد الجمعۃ لیکن بقی کلام فی تحقیق از واجب او مندوب نقل المقدسی عن ابن الشحنۃ عن جدہ التصریح بالندب و بحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباہ فی الصحۃ الجمعۃ فالظاہر الوجوب۔ ونقل عن شیخہ ابن ہمام الوجو بمایفیدہ انتھیٰ حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ جہاں کسی شرط کے موجود ہونیکا وہم بھی ہو وہاں بھی ظہر کا ادا کرنا بعد جمع کے چاہے اور اگر کسی شرط کے نہ موجود ہونیکا وہم بھی ہو وہاں بھی ظہر کا ادا کرنا بعد جمعہ کے چاہیے اور اگر کسی شرط کے وجود میں شک ہو تو وہاں پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے واجب ہے اس مقام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس ملک بعد میں پڑھنا ظہر کا نزدیک علماء حنفیہ کے بعد جمعہ فرض ہوا۔ کیونکہ شرط سلطان کی یہاں بالکل مفقود ہے اور ان چار رکعتوں کو نیت نماز فرض ظہر ادا کرنا لازم ہے۔ نفل کی نیت سے انکا پڑھنا ہرگز درست نہیں اور جو بعض اہل علم نے انکا پڑھنا مستحب لکھا ہے۔ اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ اس کو نیت نفل

پڑھ لیا کرو۔ بلکہ ینبغ اسکے یہ ہیں کہ جہاں کسی شرط کے باعث عدم توجیہ کا وہم ہو ظہر کا ادا کرنا بنیت فرض مستجب ہے۔ قال فی الشامی نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعہ بنیۃ الظہر احتیاطاً حتی انہ لولم تقع الجمعہ موقعھا یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر ومثلہ فی الکافی ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ ولم اودہ۔ ولاتردفی کونہ مصرا قال فی شرح المنیۃ الصغیر والاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم اربع بہذہ النیۃ ای بنیۃ اخر ظہر ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت وینبغی ان یقرء سورۃ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع ان لم یکن علیہ قضاء فان وقعت فرضا فالسورۃ لاتعرز وان وقعت نفلا وقراءۃ السورۃ واجبۃ انتہی۔ حاصل ان روایات کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کیجا ویں۔ فما سبق الی بعض الاوہام من لفظ الندب ان لاتوادی الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الفرض قرینۃ بلا مریۃ۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب جمعہ اور ظہر دونوں کو ادا کیا تو ہماری نیت میں شک ہے اور شک میں نماز درست نہیں ہوئی تو پھر اس صورت میں نہ جمعہ ہوا اور نہ ظہر تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نیت میں شک نہیں کرتے۔ کیونکہ جب جمعہ کے نماز ادا کرتے ہیں تو اس وقت ہماری نیت یہی ہوتی ہے کہ ہم نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں اور بعد اس کے جب ظہر ادا کرتے ہیں تو اس وقت نیت صرف نماز ظہر کے ادا کرنے کے ہوتی ہے البتہ شک اس وقت ہوتا ہے کہ اگر ہم بروقت ادا جمعہ کے نیت ظہر کی بھی کرلیں سو یہ کسی کے نزدیک درست نہیں البتہ ہم کو اس میں شک رہتی ہے۔ کہ ہمارے ذمہ اسوقت دونوں میں کونسا فرض تھا تو اس شک کا دور کرنا ہماری طاقت سے خارج ہے۔ جیسا کہ اگر پانی مشکوک دستیاب ہو تو وہاں تیمم اور وضو دونوں کا حکم ہے اور حالانکہ ہم کو معلوم نہیں کہ فرض ہمارے پر وضو تھا یا تیمم اور اس طرح جہاں قبلہ معلوم نہ ہو اور کسی طرف دل قرار نہ پکڑے تو ہر ایک طرف ایک ایک بار نماز پڑھنی لازم آتی ہے اور حالانکہ ہم کو معلوم نہیں کہ نمازوں میں سے کونسی فرض الوقت تھی۔ قال فی الدر المختار ولولم یقع تحریہ علی شیء صلی لکل جھۃ مرۃ احتیاطاً انتہی۔ والطریق الثانی ان یصلی الی جمیع الجہات فحینئذ یعلم بیقین انہ خرج عن العہدۃ وہذا کما یقولہ الفقہاء فیمن کم صلوٰۃ لایعرفہا بعینہا ان الواجب علیہ فی القضا ان یاتی بالصلوٰۃ الخمس کذا ذکر الامام الرازی فی التفسیر الکبیر تحت قولہ تعالیٰ وبالنجم یہتدون فی سورۃ النحل۔ جیسا کہ وضو اور تیمم کیے جمع کرنے میں اور چاروں طرف چار نماز پرھنے میں یہی غرض ہے کہ نمازی اپنی ذمہ داری فرض وقت سے یقیناً برآوے اسی طرح جمعہ اور ظہر پڑھنے سے یقیناً ذمہ نمازی کا فرض وقت سے پاک ہو جاتا ہے اگر کوئی اعتراض کرے کہ درالمختار میں لکھا ہے۔ فقد افتیت مرارا بعدم صلوٰۃ الاربع بعدھا بنیۃ اخر الظہر۔ خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ انتہی یعنی ظہر احتیاطی کا پڑھنا اچھا نہیں بسبب خوف اس امر کے کہ

لوگ جمعہ کو اپنے اعتقاد میں فرض نہ سمجھیں گے تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم ان مقامات کا ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ قائم تھی اور شرائط جمعہ کے موجود تھے - والا لم یکن لخوف اعتقاد فرضیة الجمعه معنی لان اعتقاد الفرضیة علی ذلك التقدیر غیر لازم بل وجب الاعتقاد علی خلاف ذلك للنصوص الدالته علی کون الجمعة مشروطة بشرائط زائدة علی الصلوٰة الخمس کما لا یخفی ایضاً تعلیله بخوف اعتقاد فرضیة الجمعة مردود لمصادمته للنصوص الدالته علی شرائط الجمعة و لمخالفته الروایات المذکورة فی المتون والکتب المعتبرة و ما ذکر فی الفتاوی الهندیة و غیر ها بلاد علیها ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین و یجب علیهم ان یلتمسوا ولیا مسلما انتهی مع کونه لا یصلح معارضا للروایات المذکورة کما قال صاحب الدر وصاحب فتح القدیر المنقول عن کتب المعتبره کالمتواتروعن معتبر مشهور کالمشهور و عن النادر المعتبر کالاحا دوعن غیر المعتبر کالشا ذا نتهی ولا یضرنا لان هذا شرائط ایضاً مفقودة فی هذه البلاد وایضاً لا یدل علی ان اقامة الجمعة واجبته بل حکموا بجواز اقامتها فاداء الاربع بعد الجمعة علی ذلك التقدیر یکون لازما البته کما لا یخفی و من ادعی خلافه فعلیه البیان بالبر هان و بالجملة لا شك ان شك عدم صحته الجمعة فی الواضع التی وقع الاشتباه فی کونها امصارا ادنی من شك عدم صحته الجمعة فی هذاه البلاد التی فی ایدی الکفار لعدم وجود شرط السلطان بیقین فاذا ذهبوا فی تلك المواضع اداء الاربع بعد الجمعة بنیة فرض الوقت نفی هذه البلاد یکون اداء الرابع بعدها فرضا لامحالة ۔ جب تحقیقات مذکورۃ الصدر سے صاف ثابت ہوا کہ ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے امر ضروری ہے۔ پس فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو اس کے عدم جواز پر ہے بالکل مردود ہے۔ غیر مقلدین کی طرح ظاہر احادیث پر نظر کر کے اپنی رائے کو فقہا پر مقدم کرنے کا نام تحقیق نہیں بلکہ محقق وہ لوگ ہیں کہ فقہا کے قول کا ماخذ ادلہ شرعیہ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ دیکھو صاحب عینی اور محقق ابن ہمام جو علم حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کیا فرماتے ہیں۔ فاذا الشتبہ علی الانسان ذلک ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعۃ ینوی بہا اخر فرض ادرکت وقتہ انتہی کلام المحقق و فی العینی واختلفوا فی نیتہا یقول ینوی ظہر یوم وقیل آخر ظہر علیہ انتہی خلاصہ ان دونوں محدثین کے کلام کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کی جاویں۔ اگر بالفرض مولوی رشید احمد کا فتویٰ مقبول قرار دیا جائے تو جمیع علماء حنفیہ عموماً اور محقق ابن ہمام اور

صاحب عینی خصوصاً معاذ اللہ دین کے پیشوا دین سے بے پرواہ ٹھہرے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم وقد عد رسول اللہ ﷺ لعن آخر ھذا الامۃ اولہا من علامات القیامۃ واللہ یہدی من یشا علیٰ الصراط المستقیم۔

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ لودیانوی

اللہ در المجیب حیث احق الحق وابطل الباطل ولو کرہ المفسدون الراقم اسماعیل عفی عنہ لودیانوی بلا شک پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے ضرور ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے جب 1301 میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز کو نہایت فکر ہوا کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا جناب الٰہی میں کر کے سو گیا خواب میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی رشید احمد یہی ہے اسی زمانہ سے فتوے انکے اکثر غلط سنے تھے۔ بار دیگرے خیر وجود میں آئے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ الراقم عبداللہ لودیانوی۔

اعلم ایھا اللبیب و الفطن الادیب ان الذی اجاب به المولف الذی هواخی واستاذی موافق لاصول الدین وفروعه مطابق لاراء المتقدمین والمتاخرین روایة ودرایة و من خالف لم یفهم مرادهم وقد غلط الفاضل الگنگوهی غلطا فاحشا حیث حکم بلغویته الاربع بعد الجمعة بلا ذکر دلیل لعله لم یظهر به ولا یظهر احد انشاء الله تعالیٰ ابداً الا من قل تدبره و قد زل الفاضل المذکور مزلة بعیدة حیث افتی بامکان الکذب فی کلامه تعالیٰ مع ان مدار ابتاع الوحی والرسل علی الصدق اذ علی تقدیر امکان الکذب لما حصل الیقین بالوحی للرسل فضلا عن احاد الامته ولما تنزه الواجب عن جمیع النقائص نعوذ باللہ فانه اهدام للشریعته و خرق اجماع اهل الطریقة و مخالف بظاهر النص وقال الله تعالیٰ و من اصدق من الله حدیثا فانه دال علی ان ذاته تعالیٰ صادق من کل وجه والقول بالامکان تکذیب ولذاقال الامام الرازی کاد ان یکون کفرا تخلف الوعید المستلزم الکذب و منشاء الغلط ان الله تعالیٰ قادر علی کل شیء فلزم قدرته علی الکذب والالزم العجزوهوالنقص وبطلانه ظاهر فان القدرة مقیدة بالممکنات والالزم ان یکون قادر اعلیٰ اعدام ذاته فلا یکون واجبا وان اردت البسط فی هذه المسئلة فعلیك بالرسالته المسماة تقدیس الرحمن عن الکذب والنقصان فانها من الکتب الله الرحمن التی الفها المولف وایضا زل

قدمه فی قول یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ حیث افتی بجوازہ لمن لم یکن مرادہ السوال من الشیخ ولا یعتقد حضورہ ولم یتنبه علی انه بقی و جهان اخران من الحرمته الاول ان الالفاظ الموهمة للشرك لا یجوز استعماله والثانی ان الوظیفة عبادة و العبادة مختصة بذاته تعالیٰ واسماء غیر الله تعالیٰ علی طریقة الوظیفة بالاستقلال کما هو فی هذا للفظ لم یرد به الشرع و بالجملة ماور دالفاضل المذکور فی تحریر کل من المسائل المذکورة شیا من الادلة و انما قال ما قال باجتهاد وذهنه فلذالایجوز اتباعه لذوی العقول اخرو عوانا ان الحمد لله رب العالمین ۔وﷺ خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین۔

الراقم عبدالعزیز لودیانوی عفی عنہ۔

الجواب صحیح	الجواب صحیح
ابومحمد عبدالقرعفی عنہ مصنف تفسیر حقانی۔	عبدالواحد

نقل: فتویٰ مولوی عبدالرحمن صاحب پانی پتی چہ میفر ایند علماء دین ومفتیان شرع متین آیا بعد نماز جمعہ چہار فرض احتیاطی خواندن مستحب اند یا مباح یا مکروہ بینواتوجروا۔

الجواب: ہمارے اساتذہ کا ماخذ حضرت مولانا محمد اسحٰق اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سترہما فتویٰ اور عمل یہی تھا کہ چار رکعت بنیت ظہر کے پڑھتے اور لفظ احتیاطی کا لغو اور موہم شک ہے یہ کہنا چاہیے شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور مولانا محمد اسحاق کے میں سب یہ چار رکعت پڑھتے تھے کسی کو مخالف ہم نے نہیں دیکھا بعد ہجرت مولانا اسحاق صاحب کے مولوی عبدالسلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا اس میں منع لکھا عوام نے بلافہم روایات اس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان بات پسند کے ہیں حقیر اسی طرح پڑھتا ہے جس طرح علماء مذکورین کو پڑھتے دیکھا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ العبد المذہب عبدالرحمن عفی عنہ ربیع الاول 1303۔

باسمہ سبحانہ:

ما یقول العلماء الربانیته والفضلاء الحقا نیة فی ان من افتی بفرضیة الجمعة فی بلا د الدیار الهندیة و قصباتها اوفی القری ایضا کبیرة کانت اولا مع کونه مقلدالابی حنفیة الذی ذهب الی

کون المصر والسلطان شرطین لادائها کما نص علیهما صاحب قدوری و صاحب الهدایة و تبعما اصحاب المتون المعتبرة من المتاخرین کصاحب الکنز وغیره وتمسک ذالک المفتی بماذکر فی الکتب من جواز ادئها فی البلادالتی استوالی علیها الکفار و بعدم جواز الاربع بعدهابنیة الظهر بالعبارت البحر الرائق بینوا توجروا۔

الجواب:

اللهم ارنا لحق حقاء الباطل باطلا اعلم ان جوابها یبنی علی مقدمةوهی انه لا بد للمفتی ان یعلم حال من یفتی بقوله ولا یکفیه معرفته باسمه و نسبه بل لا بد من معرفته فی الروایته ودرجته فی الدرایته وطبقةمن طبقات الفقهاء لیکون علی بصیرة فی التمییزبین القائلین المتخالفین وقدرة کافیة فی الترجیح بین القولین المتعارضین ۔الاولی طبقته المجتهدین فی الشرع کالایمة الاربع والثانیة طبقة المجتهدین فی المذهب کابی یوسف محمد القادرین علی استخراج الاحکام عن الادلته علی متقضی القواعدة التی قررها استاذ هم ابو حنیفة والثالثه طبقةالمجتهدین فی المسائل التی لانص فیه عن صاحب المذهب کا الخصاف والطحاوی فانهم یستنبطون الاحکام فی المسائل التی لانص فیها الرابعة طبقة اصحاب التخریج کالرازی واضرابه فانهم لا یقدرون الاعلی تفصیل قول مجمل ذی وجهین منقول بنظرهم فی الاصول والمقائسته علی امثاله من الفروغ والخامسة طبقة اصحاب الترجیح من المقلدین کابی الحسن القدوری و صاحب الهدایة وامثالهما و شانهم تفصیل بعض ضروریات علی بعض کقولهم هذا اولی وهذا اصح روایته والسادسة طبقة المقلدین القادرین علی التمیز بین الاقوی والقوی والضعیف و ظاهر المذهب والروایة النادرة کا صحاب المتون المعتبرة من المتاخرین مثل صاحب الکنز و صاحب الوقایة و صاحب الجمع و شانهم ان لاینقلوا الاقوال المردودة والسابعة طبقة المقلدین الذین لا یقدرون علی ما ذکر ولایفرقون بین الفث والمسلمین وانه اذا اختلف التصحیح والفتویٰ فالعمل مافی المتون لا نهاصارت متواترة و کذالوکان احدهما فی الشروح الاخری فی الفتاوی فان ما یکون فی زماننا من فتویٰ الموجودین لیس بفتویٰ بل هو نقل کلام المفتی

لیاخذبه المستفتی و طریق نقله ان یا خذہ من کتاب معروف متداولة الایدی لا نه بمنزلة
المتواتر والمشهور وان الحکم والفتیا بالقول المرجوع جهل وخرق للاجماع والافتاء بخلاف
ظاهر الروایة اولی بالبطلان وما اتفق علیه اصحابنا فی الروایات الظاهرة یفتی به قطعا کذا ذکر
صاحب ردالمختار فاذا قرع سمعك هذا فلا اظنك شاکافی بطلان ذلك الافتاء لان فی الدیا رالهند
یة کما ان شرط السلطان مفقود کذالك حدالمصر لایصدق علی البلاد الهندیة فضلا عن القری
من ان المصر مافیه امیر وقاض ینفذا الاحکام و یقیم الحدود والتعریف الذی اختاره جماعة من
المتاخرین وهو مالواجتمع اهله فی اکبر مساجده لایسعهم فمفقوض بالمکة والمدینة اذ کل
منهما یسع اهله وزیادة مع انهما مقیاسان لحد المصر فکل تفسیر لا یصدق علی احد ما فهو غیر
معتبر والحدالصحیح ما اختاره صاحب الهدایة کما مرکذافی الکبیری و فی الکنز هو کل موضع
لامیر وقاض ینفذا لاحکام و یقیم الحدود فی الدر المختار هو ظاهر المذهب فلما جزم صاحب
القدوری و صاحب الهدا یة وصاحب الکنز وغیر هم بکون السطلان شرطاً لاداء الجمعة لم یسع
لنا ان تفتی بخلا فهم متمسکابالروایات انتهی ذکرها صاحب الشروح والفتاوی لما مرفی المقدمة
من انها لا تعارضها لکو نها اولی درجة منها فتذ کر فان قیل کما ان خبرالواحد من الاحادیث لا
یعارض بالمتواتر لکن یحب العمل بخبر الواحد ایضا فینبغی ان یعمل علی تلك الروایات ایضا
ابقاء لشعار الاسلام قال فی الفتح واذا لم یکن سلطان کما فی بعض بلادالمسلمین غلب علیهم
الکفار یحب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیا و یکون هو الذی
یقضی بینهم و کذا ینصبوا اماما ما یصلی بهم الجمعة انتهی۔ قلت کما ان العمل بخبر الواحدشرط
فی موضع یستلزم العمل بخبرالواحد فیه العمل بالتواتر کما ان قوله علیه الصلوة والسلام لا
صلوة الابفاتحة الکتاب دال علی فرضیته فقراتهافی الصلوة بعینها و قوله تعالیٰ فاقراءوا ما تیسر
من القرآن دال علی فرضیته مطلق القرآن فاتحة کانت او غیر ها فقلنا فرضیته القراة مطلقا عملا
بالایة و بوجوب الفاتحة عملا بخبر الواحد حتی من قرآءفی صلوته الفاتحة عمل بهما جمیعا فینبغی ان
نعمل فیما نحن فیه ایضا علی تلك الدیدن و ذلك لا یستقیم الا بان تودی الجمعة فی هذ

االديار الهندية و تصلى الظهر ايضا حتى لا يفوت العمل بالروايات المتواتر راساً واما ماجاء فى البحر من نهى الاربع بعد الجمعة فهو فى مقام التعدد خاصة او فقدان شرط من الشروط المذكورة فى المتون حيث قال ما فى المنية و لها ابتلى اهل مرو باقامة الجمعتين بها مع اختلاف العلماء فى جوازها امر يتمهم باداء الاربع بعدها مبنى كله على القول الضعيف فليس الاحتياط فى فعلها مع مالزم فى زماننا من مفسدة عظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليس بفرض۔انتهیٰ ملخصا ۔وانت خبير بان العمل بالاحتياط هو الاولیٰ االمخروج من عهدته بيقين ولزوم المفسدة للجهال لايستلزم بترك المامورية لا نه لا يقبل جهل البكرا الحر عن خيار البلوغ مع كو نه نادرا لوقوع فى العمر فكيف بعذر الجهال فى هذه المسئلة التى وقع فى كل اسبوع مرة بل يلزم المفسدة العامته بعدم اداء الظهر بعد هافى هذه الديار وهى ان السطلان ليس بشرط عند الحنفية وهى قريته بلا مر ئية لما مرغير مرة ولذا اورد على البحر صاحب منية الخالق حيث قال بل هو مبنى على الاحتياط لا ختلاف العلماء فى جوازه اذا تعددت و هو مروى عن ابى حنيفة واختاره الطحاوى و هو مذهب الشافعى المشهور عن مالك واحدى الروايتين عن احمد فقد حصل الشك و فى الحديث فمن اتقى الشبهات استبرادينه و عرضه ولذا قال بعضهم فيمن يقضى صلوٰة مع انه لم لغيتره شيلتى منها لا يكره لا نه اخذ بالاحتياط و نقل المقدسى كلام المنية و ذكران كثير من شراح الهداية وغير هم نقلوه و تداولوه و ذكر عن الفتح ينبغى ان يصلى اربعا ينوى بها الآخر فرض ادركتت وقته لم اده ان ترددفى كونه مصر ا اوتعددت الجمعه انتهى ملحصا ۔ وصاحب البحر ايضا اقر بجواز الاربع بعد الجمعة للخواص حيث قال و على تقدير فعلها عمن لا يخاف عليه المفسدة فالاولى فى بيته خفية انتهى۔ فعلى هذا الوجه امام الجمعة العوام على هذه المسئلة باكدوجه واتمه مرة بعد آخرى حتى ملائت قلوبهم بعلمها بعد ما كانت جاهلة جازت اداء الظهر بعد الجمعة عند صاحب البحر ايضا علانية كما لايخفیٰ۔واما اذا وقع شك فى شرط من شرائط الجمعة فحلوا باداء الاربع بعد هابلانكير لماقال فى شرح المنية الكبير قالوافى كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة ينبغى ان يصلى اربع ركعات ينوى الظهر قال الفاضل الاهورى فى رسالته الجمعة انه اذا وقع الشك

فی فرضة او اداء الجمعة لایجوز الاکتفاء باحدهما لمافی التاریخ الی التقسیم الرابع الشبهه یکفی
الاثبات العادات کما یکفی الدرء العقوبات فلاتجوز الاکتفاء باحدهما وفی الغرائب لما اوجبوا هذا
والاربعة احتیاطا سارت کالوتر لان مبنی الوتر علی دلیل فیه شبهة و مبنی الاربع ایضا علی الشك
و فی المرقات انهم اختلفوا فی حد المصر اختلافا کثیرا قلما تیقن وقوعه فی بلدة واحدة
ولذاقالوفی موضع الشك ان یصلی اربع بعد الجمعة و مثله فی البحر حیث قال و فی فتح القدیر
قدوقع الشك فی بعض قری مصر مالیس فیها دال وقاض ناز لان یقابل لها قاض قاضی الناحیته
وهو قاض یولی الکورة باسره الغیاثی القریته احیانا فیفصل ما اجتمع فیها من التعلقات وینصرف
ودال کذلك بل هو مصر نضر الی ان لها قاضیا ووالیهالو لانظرا الی عدمهابها والذی یظهر اعتبار
کو نهما مقیمین بها والاثم تکن قریة اصلا اذ کل قریة مشمولة بحکم و قد یفرق بین قریة
لایجدها حاکم یفصل بها الخصومات حتی یحتاجون الی دخول المصر فی کل حادثة یفصلها و بین
ما یاتیها فیفصل فیها اذا شبهته علی الانسان ذلك فینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعة وینوی بها
آخر فرض ادرکت و قته ولم اده وبعد فان لم تصح الجمعة وقعت ظهره وان صحت کانت نفلاوفی
القنیة مصلیٔ الجمعة فی الرستاق لاینوی الفرض بل ینوی صلوة الامام و یصلی الظهر وایهما قدم
جاز انتهی وفی الدر المختار عن القهسانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن للجمعته وفی رد
المختار لو صلوا فی القری لزعهم اداء الظهر و فی فتاوی الحجة و جوب الجمعة علی ثلثة اقسام
فرض علی الامصار و واجب علی نواحیها وسنة علی القری الکبیرة المتجسمعة للشرائط قال
الفاضل للاهوری الاتری ان الاضحیة واجبة بشرط الغنی فساقطته عن الفقیر و مع ذلك ان ذبح
الفقیر لا یخلو عن الا باحة بل یکون نذر الله تعالیٰ کذلك الجمعة هی واجبة علی اهل الامصاردون
القری و مع ذلك ان صلی فیها لا یمنع علی الاصح فلا یخلو عن الاباحة لکو نها نفلا لما قال شیخ
الاسلام فی حاشیة شرح الوقایة قد کتب جدی بخطه نقلا من السید مصنف الکفایة ان الجمعة
فی القری بدعة حسنة فعلم ان المراد بعدم جواز ها عدم الاجزاء عن فرض الوقت قال
التمرتاشی ان فی النهی عن الجمعة فی القری خلافاقال المحسن الاصح الا مضاءای عدم المنع لانه

موضع الاجتهاد فربما يدل على الاثم انتهى ولا يرد على تقدير لوان الجمعة نفلاوان جماعة النفل
مكروه لان ذلك الحكم مخصوص فی کون ذلك النفل نفلا اتفاقا لافيما یکون مختلفا فيه کما فيما
نحن فيه فان قيل لم يرد عن ابی حنيفة اداء الظهر بعد الجمعة فكيف يجوز للمقلد قلت لما کان
السلطان شرطا عنده و کان موجودا فی زمانه فلم یکن شك فی اداء الجمعة عنده حتی يحتاج الی اداء
الظهر کما فعل ابراهيم النخعی الذی شیخ شیخ امامنا الذی کان تابعيا من خير القرون مجتهدا
مفتيا اعلم الكوفة کما سحی عن البحر واما تعميم السلطان بان یکون مسلما کان او کافرا
فقرينة بلا مرئية لان السلطان هو الخليفة لما قال العينی فی شرحه للهداية والمراد من السلطان
هوا لخليفة فی البحر والعسيرة لاهلية النائب وقت الصلوة لاوقت الاستبنابة حتی لوامر صبی
اوذمی و فوض اليهما الجمعة اذافبلغ الصبی او اسلم الذمی کان لهما ان يصليهم الجمعة انتهی
وايضا قول صاحب الهداية قول صاحب الهداية لايجوز الا لسلطان اولمن امره السلطان ينادی با
علی نداء لا بأن المراد هنا المسلم لا الكافر لان الامامة عبارة عن الخطبة والصلوة وهو وظيفة
المسلم خاصة لا الكافر فتعميم السلطان بحيث يشمل الكافر او تخصيصه بالعادل بحيث يخرج
منه الجائر حرام علی المقلد لابتحقيقه لمانص عليه صاحب البحر حيث قال حكی عن ابراهيم
النخعی وابراهيم ابن مهاجر کانا يتكلمان وقت الخطبة فقيل فی ذلك فقال النخعی انی صليت الظهر
فی داری ثم رحت الی الجمعة تقية ولذلك تأويلان احدهما ان فريقا منهم لايری الحمعة فرضا لان
سلطان زمانهم کان جائرافكانوا يصلون الظهر فی دارهم ثم يصلون مع الامام دون يجعلو نها
مستحبة ای نافلة وقد سمعت فی زماننا ان بعض الاعلام ترك الجمعة لكون السلطان جائرا تقليد
الابراهيم النخعی و هو فاسد لان فاعله مجتهد رائی فی ذلك واما المقلد لاب حنيفة فحرام علی ذلك
ان مذهب امامه ان الجائر سلطان انتهی ملخصا و ما ذكر من تعذر الاذن من السلطلان بجواز
الجمعة بدون اذنه لما فعل علی رضی الله عنه فی ايام محاصرة عثمان رضی الله عنه مرود ولا نه قدح
فيما شرط امامنا للجمعة و كذالقدح فی تعليل الهدايته لانها تقام بجمع عظيم فعسی ان تقع
المنازعة بانه رائی لايثبت الاشتراط باطل اذ هو وظيفة المجتهد فی الشرع كباقی الائمة لا

المقلد کما ینهناك علیه آنفاو لان الجمعة انما اقیمت فی زمان المحاصرة بأذن الخلیفة و کذا عذر
الضرورة ای من عن نسج العنکبوت لان علی تقدیر عدم وجود الشرط لا یمکن ان یوجد
المشروط کالصلوة بدون الطهارة فای ضرورة دعت الی القول بفرضیة اداءنا و مع اداءالظهر مع
انها فرض عند فقدان شرط المصر عندالامام کما فی القری ویؤید ما قلنا ماذکر صاحب
الکبیری حیث قال الشرط الثانی کون الامام فیها السلطان اونائبه لقوله علیه الصلوة والسلام
فمن ترکهاوله امام عادل او جائر فلا جمع الله شمله ولا بارك له فی امره الحدیث رواه ابن ماجه
وغیره و قال الحسن بن ابی الحسن البصری اربع الی السلطان فذکر منها الجمعة واذا لم یجد ذلك
فصلوا الظهر و علی هذا کان السلف من الصحابة و من بعدهم حتی ان علیا رضی الله عنه انما جمع
ایام محاصرة عثمان رضی الله عنه بامره انتهی ملخصافانه کما نص علی کون السلطان مسلمالکونه
مستحقالا مامتها کذلك یدل علی ان تصلی الظهر عند عدم اذن السلطان ولو فرض جواز الجمعة
فی البلاد التی استولی علیها الکفار عملا بالروایات التی تمسك بها ذلك المفتی لا یتم التقریب
ایضا لاز مشروط بان یجعلوا والیا مسلما من بینهم ثم یولی ذلك الوالی قاضیا ینفذ الاحکام و
تقسیم الحدود و ینصبوا اماما الجمعة لما مرمن الفتح و کل ذلك مفقود فی هذه الدیار الهندیة
فبثت ان ذلك المفتی سلك مسلك غیر المقلد مع ادعاء التقلید وهو حرام لما مرمن صاحب
البحروارتکابه فسق لما نص علیه فی هده الایة الجمامعة قال الله تعالیٰ یضل به کثیر اویهدی به
کثیرا ومایضل به الا الفاسقین الذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه الایة لان عهد التقلید
مثل باقی العهود الدینیة داخل فی عهد الله لان حکم الامام کحکم الله فی حق المقلد کما حقق
الشیخ عبدالعزیز الدهلوی فی التفسیر العزیزی فقد ظهر من هذا التحقیق ان قول الفاضل
الگنگوهی بفرضیة الجمعة فی بلاد الکفار مع زعمه فی الرسالته التی سماها ماوثق العری ان الجمعة
کانت فرضا علی النبی ﷺ فی مکة لکن لم یکن مامور اباداءها فی مکة بسبب حکومة الکفار و کذا
حکمه یمنع صلوة الجمعة فی القری مستفاد قول صاحب التذکرة بفرضیةالجمعة فی القری مطلقالا
ینبغی ان یسمعا فضلا ان یعمل بهما فعلیك ایها المقلد لابی حنفیة ان تصلی الظهر بعد الجمعة فی

مواضع الشك ولا تمنع احدا من صلوة الجمعة فی القری الداخلة فی حد المصر عند بعض الفقهاء دون بعض لان اختلاف الفقهاء یورث الظن والمشبهة موجبة للعبادات لما تلونا علیك من التولیح آنفا فتکون الجمعة والظهر واجبتان فی الذمة فی تلك القری ایضا لکن القری الصغیرة التی لیست داخلته فی مواضع الشك والاجتهاد فلا یجوز لنا ان نامر اهلها باقامته الجمعة فیها لان ذلك یستلزم الخروج عن التقلید وهو حرام کما مر۔

خلاصہ مطلب اسکا یہ ہے:

کہ جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس دیار ہند کے شہروں اور قصبات میں جمعہ کو ادا کرنا فرض قطعی قرار دیا ہے اور مولوی عبدالسلام صاحب تذکرۃ الجمعہ نے مزید برآں کل دیہات میں یہی حکم دیا ہے حالانکہ ہدایہ وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں سلطان اور مصر دونوں کا شرط ہونا واسطے اداء جمعہ کے مذکور ہے اور نیز ان دونوں صاحبوں نے اس دیار میں جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا بھی منع لکھا ہے آیا ایسا فتوی انکا بموجب بعض کتب برخلاف کتب متذکرہ بالا کے دینا درست ہے یا نہیں بینوا تو جروا۔

جواب: چونکہ جواب مسئلہ ہذا کا اوپر بیان کرنے چند امور کے مبنی ہے لہذا اول ان امور کا بیان کیا جاتا ہے۔ اول مفتی پر لازم ہے کہ جس کے قول پر فتوی دینا چاہیے اس کا حال علاوہ نام اور قومیت کے معلوم کرے کہ فقہا کے سات طبقوں میں سے کس طبقہ کا ہے تاکہ اختلاف کے موقع پر اسکو ترجیح دینے میں دقت نہ ہو یعنی جب کسی مسئلہ میں دو قول متناقض پائے جاویں لیکن صاحب ان دونوں قولوں کے اگر ایک طبقہ کے نہیں ہیں تو جو قول صاحب طبقہ اعلی کا ہے اس پر فتوی دینا لازم ہے اور ان طبقات کو علما نے اس ترغیب سے بیان کیا ہے۔ پہلا طبقہ: اماموں کا جو دین میں اپنی سعی کر کے مسائل استنباط کرتے تھے۔ دوسرا طبقہ انکے شاگردوں کا مثل امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے تیسرا طبقہ ان علماء کا جو مسائل غیر منصوصہ کو اپنے امام کے مسائل پر نظر کر کے استنباط کرتے ہیں مثل خصاف اور طحاوی کے چوتھا طبقہ۔ اصحاب تخریج کا ہے مثل امام رازی وغیرہ کے جو قول مجمل کو مفصل بیان کر دیتے ہیں۔ پانچواں طبقہ۔ اصحاب ترجیح کا ہے مثل صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ کے جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ چھٹا طبقہ: ان علما کا ہے جو روایات اقوی اور قوی اور ظاہر مذہب اور روایات نادرہ میں فرق کرنیکی قدرت رکھتے ہیں مثل صاحب کنز وغیرہ صاحب متون متداولہ معتبرہ جو ہرگز اقوال مردودہ کو اپنی کتابوں میں نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ: ان فقہا کا ہے جو

امور مذکورہ پر قادر نہیں اور وہ ضعیف اور قوی میں فرق کرنیکی لیاقت نہیں رکھتے۔ اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دو روائیتیں مختلف ہوں متن میں ایک کو صحیح کہا اور شرح میں دوسری روایت کو مفتی بہ قرار دیا پس جو روایت متنوں میں ہے اس پر فتویٰ دینا چاہیے نہ شروح پر اور شروح پر اور شروح کی روایت کو فتاوں کی روایات پر ترجیح ہے اور تیسرا امر یہ ہے کہ اس زمانہ کے علما فی الحقیقت مفتی نہیں ہیں صرف مفتیان ماسبق کا فتویٰ نقل کر دینے کا رتبہ رکھتے ہیں اور ان پر لازم ہے کہ ایسی کتاب مشہور سے نقل کریں جس کو علماء امت نے قدیم سے اپنا دستور العمل بنایا ہوا ہے اور چوتھا امر یہ ہے کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کا خلاف ہے اور اس طرح روایات ظاہر المذہب کے برخلاف حکم کرنا باطل ہے اور پانچواں امر یہ ہے کہ جن روایات ظاہرہ پر ہمارے علما متفق ہیں ان پر بلا شک وریب قطعی طور پر فتویٰ دینا لازم ہے یہ مضمون شامی کا ہے بعد ملاحظہ امور مذکورہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو مفتیان کا قول باطل ہے کیونکہ سلطان کا شرط ہونا مذہب حنیفہ میں کل فقہا کے نزدیک مسلم ہے اس واسطے ہر طبقہ کے فقہا اسکو بلا خلاف اپنی تصانیف میں درج کرتے رہے جیسا کہ قدوری اور ہدایہ اور کنز وغیرہ کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے پس فتاوی یا کسی شرح کی عبارت سے اس شرط مین تاویلات بیان کر کے اسکے برخلاف عمل کرنا برخلاف امر اول ہے یعنی اگر برخلاف ہدایہ وغیرہ کے اپنے دلائل کو ان فقہا سے نقل کرتے جو انکے طبقہ سے اعلیٰ ہیں یا انکے ہم رتبہ ہیں لیکن انکی روایت کو ترجیح ہے تب فتوی دینا انکا بے موقع نہوتا اس مسئلہ میں دونوں امروں میں سے کوئی بھی موجود نہیں اس واسطے قول انکا باطل ہے اور نیز ملاحظہ کرنے اور پنجم کے بھی یہ فتوی بالکل غیر جائز ہے

کیونکہ امام اعظم اور آپ کے شاگرد شرط سلطان میں مختلف نہیں ہیں ورنہ صاحب ہدایہ ضرور انکے اختلاف کو نقل کرتا اس طرح مصر کا شرط ہونا واسطے جمعہ کے ثابت ہے اور یہ شرط بھی اس دیار ہند کے شہروں پر بسبب مفقود ہونے حکومت اسلام کے پائی نہیں جاتی کیونکہ مصر اسکو کہتے ہیں جس میں امیر اور قاضی موجود ہو جو بموجب شریعت کے مقدمات فیصلہ کرتے ہوں اور حد زنا و سرقہ وغیرہ کو قائم کرتے ہوں اسی تعریف کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور جو بعض متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ شہر وہ ہے کہ جس جگہ کے لوگ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ آسکیں قابل اعتبار نہیں اس واسطے صاحب کنز جو طبقہ سادسہ میں داخل ہے اس تعریف کو غیر مقبول قرار دیکر تعریف اول کو اپنی کتاب کنز میں درج کیا اور صاحب کبیری نے لکھا ہے کہ تعریف اول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور وہی تعریف معتبر ہے اور تعریف ثانی باطل ہے بوجہ نہ صادق نے اسکے کے اوپر مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ کے جو اتفاقاً شہر میں حالانکہ مسجد نبوی مدینہ کے باشندوں سے اور

بیت ربی مکان مکہ سے پر نہیں ہوتیں اور صاحب در مختار نے بھی تعریف اول کو ظاہر المذہب قرار دیا ہے پس تعریف اول کو نظر انداز کرنا مفتیان مذکور نے جس کو صاحب ہدایہ اور صاحب کنز نے اختیار کیا ہے بے اصل ہے کیونکہ ہر ایک صاحب ترجیح ہیں اور روایات غیر مقبولہ کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ امر اول میں بیان ہے اس طرح امر چہارم اور امر پنجم کے برخلاف ہونے کے قول انکا لائق فتوی نہیں ہے اگر کہا جاوے جیسا کہ آیۃً کے ہوتے حدیث خبر واحد پر جو آیۃ سے نہایت کم رتبہ ہے علماء نے واجب لکھا ہے اس طرح روایات فتاوی پر اگر عمل کیا جاوے تو کیا قباحت ہے تو ہم اسکے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس امر میں ہم بھی آپ سے اتفاق کرتے ہیں کہ جیسا نماز میں بموجب آیۃ فاقرا وا ما تیسر من القرآن قرآن کا پڑھنا بلا تعین فاتحہ کے فرض ہے اور حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے خاص فاتحہ کا پڑھنا نماز میں لازم آتا ہے پس علماء حنفیہ نے مطلق قرات کو بموجب آیۃً کے فرض اور فاتحہ کا پڑھنا نماز میں بموجب حدیث کے واجب قرار دیا پس جو نمازی فاتحہ کو نماز میں پڑھے تو آیت اور حدیث دونوں پر عمل بجالا کر فارغ الذمہ ہو گیا اس طرح اس مسئلہ میں اگر جمعہ بموجب روایات شروح اور فتاوی کے شعار اسلام کا قائم کرنے کے واسطے پڑھا جاوے تو بعد اس کے ظہر کا ادا کرنا بلحاظ روایات کتب معتبرہ کے ضروری ہوا کیونکہ بسبب نہ پائے جانے شرط جمعہ کا ادا ہونا بطور فرض قطعی پایا نہ گیا ظہر کا پڑھنا ضرور ٹھہرا اور مولانا مولوی جان محمد صاحب لاہور مرحوم نے اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ مذہب حنفی کی کتاب تاریخ میں جو بڑی مستند ہے لکھا ہے کہ جب دو عبادتوں میں شک پڑے کہ ان میں سے کونسی میرے ذمہ فرض ہے تو ان دونوں کا ادا کرنا لازم آتا ہے۔ پس

بموجب اس قاعدہ اصول کے جہاں جمعہ اور ظہر کے فرض ہونے میں نمازی کو شک بسبب شرائط کے واقع ہو تو اس پر جمعہ اور ظہر دونوں کا ادا کرنا لازم ہے کتاب غرائب میں ہے کہ ظہر کا واجب ہونا ایسے مقام میں مثل نماز وتر کے ہے یعنی جیسا وتر کا واجب ہونا شبہ کے ساتھ ہے ایسا ہی ظہر کا واجب ہونا شک کے باعث ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے چونکہ مصر کی تعریف میں بہت بڑا اختلاف ہے کوئی شہر ایسا ہو گا جو وہاں بلا شک جمعہ ادا ہو سکے اس واسطے علماء نے ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے لازم کیا ہے اگر کہا جاوے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ظہر کا بعد الجمعہ ادا کرنا کسی نے نقل نہیں کیا تو جواب اس کا یہ ہے کہ جب امام نے جو شرطیں جمعہ کے واسطے مقرر کر دیں ہیں تو جہاں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی وہاں جمعہ امام کے نزدیک مرضی طور پر ادا نہ ہوا تو امام کے نزدیک ظہر کا ادا کرنا فرض ہوا جیسا کہ ابراہیم نخعی جو تابعی اور مفتی اہل کوفہ تھے۔ اور امام ابو حنیفہ کے استاد کے استاد تھے ظہر اور جمعہ دونوں پڑھا کرتے تھے۔ جیسا

کہ آگے چل کر عبارت بحر سے مفصل حال معلوم ہوگا چونکہ ولادت ابراہیم نخعی کی سن پچپن میں ہوئی اور انتقال آپ کا دوسری صدی کے ابتدا میں ہوا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کا پڑھنا صحابہ کے وقت میں رائج تھا کیونکہ صحابہ آخر صدی تک کوفہ میں موجود رہے ہیں اگر کہا جاوے کہ صاحب بحر الرائق نے جمعہ کے بعد ظہر پڑھنے کو منع کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ کے شہروں میں جمعہ دو مسجدوں میں پڑھایا جاتا تھا وہاں جو بعض علما نے ظہر پڑھنے کا حکم بعد جمعہ کے دیا تھا اسکو صاحب بحر نے فقط اپنی رائے سے بلا نقل کسی روایت کے ظہر سے منع کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جاہل لوگ جمعہ کو فرض نہیں جانیں گے میرے نزدیک یہ عذر لغو ہے علما سے دریافت کر کے عوام اپنی تسلی تشفی کر سکتے ہیں بلکہ اس دیار ہند میں جمعہ کے بعد ظہر کے ادا نہ کرنے سے بڑا مفسدہ لا علاج پیدا ہوتا ہے کہ جمعہ کے واسطے امام کے نزدیک شرط سلطان کی نہیں ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک ادا کرنا جمعہ کا یہاں فرض قطعی ہے جو بالکل بموجب تحقیق بالا کے غلط ہے اسی واسطے صاحب منحتہ الخالق نے قول بحر الرائق کو فتح القدیر وغیرہ کی عبارات نقل کر کے رد کیا ہے اور خود صاحب بحر الرائق نے بھی آگے چل کر خواص کے واسطے ظہر کا ادا کرنا درست لکھا ہے اور جہاں کسی شرط کے وجود میں شک ہو وہاں خود صاحب بحر نے ظہر کے ادا کرنے کو بعد جمعہ کے بلا خلاف فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ جس گاؤں میں حاکم اور قاضی رہتے نہیں وہ گاوں شہر کی عریف میں داخل نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ جس گانو کے کل فیصلہ قاضی وہاں جا کر کرتا ہو وہ شہر ہے غرض جس جگہ کے شہر ہونے میں اشتباہ پیدا ہوں وہاں بعد جمعہ کے ظہر ادا کی جاوے اس نیت سے کہ میں آخری فرض جو میرے ذمہ باقی ہے اسکو ادا کرتا ہوں ۔ اور منیہ سے نقل کیا کہ گانوں میں جمعہ پڑھنے کے وقت فرض کی نیت وہ نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ جو امام کی نماز ہے وہی میری ہے اور ظہر بھی پڑھے پہلے یا بعد جمعہ کے اور شامی میں ہے اگر نماز جمعہ کی دیہات میں ادا کیجاوے تو ظہر کا پڑھنا ان پر لازم ہے فتاوی حجت میں ہے کہ جمعہ کا ادا کرنا تین قسم پر شہروں میں فرض ہے اور گردنواح شہروں کے باشندوں پر واجب اور بڑے گانوں پر جہاں شرائط موجود ہوں سنت ہے اور مولانا مولوی جان محمد صاحب نے اپنے رسالہ میں بیان کیا گیا قربانی کا واجب ہونا بشرط غنا ہے پس جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس پر واجب نہیں بسبب نہ پائے جانے شرط غنا کے لیکن قربانی کرنا اسکا شرعاً منع نہیں بلکہ موجب ثواب ہے اسی طرح اگر جمعہ گانو میں پڑھا جاوے باوجودیکہ ان پر واجب نہیں نہ منع کیا جاوے گا اب تمرتاشی میں لکھا ہے کہ اولی یہی ہے کہ گانوں میں جمعہ پڑھنے سے روکنا نہیں چاہیے بلکہ روکنے میں خوف گناہ کا ہے اور مراد سلطان سے بادشاہ اسلام ہے عادل ہو یا ظالم بموجب قول رسول مقبول ﷺ کے کہ جو شخص

موجودگی امام عادل یا ظالم کے جمعہ ادا نہ کرے خدا تعالیٰ اسکے دل کو جمعیت اور اسکے کام میں برکت نہ کرے اس واسطے صاحب عینی نے کہا ہے کہ مراد سلطان سے خلیفہ ہے اور صاحب بحر نے لکھا ہے کہ جس کو بادشاہ جمعہ کا نائب مقرر کرے اگر وہ نائب اس وقت کافر ہے لیکن جمعہ ادا کرنے سے پہلے مشرف باسلام ہو گیا تو اسکی نیابت صحیح ہے اگر مسلمان نہیں ہوا تو نیابت غیر جائز ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز خود سلطان پڑھاوے اگر وہ نہ ہو تو اس کا نائب جمعہ پڑھاوے پس جو بعض کتب میں سلطان کو عام کر کے بادشاہ کافر کو بھی داخل کیا ہے بالکل تقلید کے برخلاف ہے جس کی حرمت صاحب بحر کی عبارت سے مستفاد ہوتی ہے کہ ابراہیم نخعی اور ابراہیم بن مہاجر خطبہ کے وقت کلام کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ جمعہ کا خطبہ سننا فرض ہے کلام کرنی منع ہے آپ ایسا کیوں کرتے ہو ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ ہم اپنے گھر میں ظہر پڑھکر آیا کرتے ہیں تقیہ کے طور یہاں جمعہ نفل جانکر مل جاتے ہیں اسکی وجہ ایک یہ بیان کی گئی ہے کہ اس وقت بعض اشخاص جمعہ کو بسبب ہونے بادشاہ عادل کے فرض نہیں جانتے تھے انکے نزدیک بادشاہ اسلام کا عادل ہونا شرط تھا صاحب بحر الرائق کے وقت میں بھی بسبب ظالم ہونے سلطان وقت کے بعض اہل علم نے جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا لوگوں کو تعلیم کیا اس پر صاحب بحر نے حرمت کا فتویٰ دیا اس واسطے کہ ہمارے امام کے نزدیک بادشاہ اسلام عادل ہو یا ظالم ہو جمعہ فرض ہو اور مقلد کو امام کے برخلاف ہونا حرام ہے ابراہیم نخعی خود مجتہد تھے نہ مقلد ہم کو انکی پیروی کرنی برخلاف اپنے امام کے شرعاً درست نہیں پس جب کہ تخصیص کرنا مقلد کو حرام ہوا تو تعمیم کرنا بھی حرام ہونا چاہیے اور جو شخص تعذر اذن کے وقت بلا اذن سلطان کا جمعہ پڑھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ محاصرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نقل کر کے اس شرط پر قدح وارد کرتا ہے بالکل خطا پر ہے اور اسی طرح ہدایہ کی عبارت پر جو واسطے وجہ شرط مسلمان کے بیان کی ہے کہ ایسے وقت میں سلطان کا ہونا واسطے انتظام کے ضروری امر ہے یہ سوال وارد کرنا کہ شرطوں کا اثبات اپنی رائے سے کرنا شرعاً درست نہیں نہایت لغو ہے کیونکہ یہ رتبہ مجتہدوں کا ہے کہ ایک کے قول کو دوسرا مجتہد اعتراض کر کے تردید کرے ہم مقلدین کا یہ رتبہ نہیں کہ ہم اپنے امام کے قول کو خود ہی تردید کر ڈالیں بلکہ ہمارے پر لازم ہے کہ جو کسی مجتہد نے ہمارے امام کے قول پر اعتراض کیا ہو ہم اس کا جواب دیں چنانچہ اعتراض مذکور و اصل مین شافیوں کا ہے اور اسکا جواب صاحب کبیری نے یہ دیا ہے کہ سلطان کا شرط ہونا حدیث اور قول امام حسن بصری سے ثابت ہے اور جب یہ شرط موجود ہو تو نماز ظہر پڑھی جاوے اس پر صحابہ کا عمل تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی زمانہ فتنہ میں سوائے حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمعہ نیں ت ادا کیا مگر ہم بالفرض والتقدیر

روایات شروح اور فتاوی پر عمل کرنا جائز قرار دیں تب بھی اس دیار ہند میں جمعہ کا ادا کرنا فرض ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ اگر بلاد اسلام پر کفار غالب ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک شخص کو اپنے مین سے والی بنادیں اور وہ شخص ایک قاضی واسطے تصفیہ مقدمات اہل اسلام پیروی شروع اور قائم کرتیں حدود زنا وسرقہ وغیرہ کے مقرر کریں اور ایک امام واسطے نماز جمعہ کے معین کیا جاوے یہ مضمون فتح القدیر کا ہے چونکہ اس دیار میں خود اہل اسلام نے اپنی طرف سے والی اور قاضی جو مقدمات اہل اسلام کے موافق شرع برخلاف قوانین انگریزی فیصل کرنے کہ ابتک مقرر نہیں کیا ہے اور نہ ان کو ایسا کرنیکا اختیار ہے پس جمعہ پڑھنا گنگوہ بلکہ سہارنپور وغیرہ میں بموجب ان روایات کے بھی فرض نہ ہوا پس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ حکم ادا کرنے جمعہ کا بطور فرض قطعی شہروں اور قصبات میں اور منع ہونا ہر گانو میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا اور بلا قید مصر ہر گانوں میں فرض قطعی الاداہونے کا حکم دینا صاحب تذکرہ کا مقلد کہلا کر بالکل غلط ہے ایسے فتووں پر مقلدین کو عمل کرنا درست نہیں پس جس شہر یا قصبہ یا بڑے گانو میں جمعہ پڑھا جاوے وہاں نماز ظہر ہی ادا کرنی لازم ہے اور جس گانوں میں کسی روایت فقہیہ سے جمعہ کا واجب الاداہونا ثابت نہیں ہوتا وہاں جمعہ پڑھنا کا فتویٰ حنفی المذہب ہوکر دینا درست نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم ہذا ما تیسر لی باعانۃ اخی اعنی المفتی المولوی عبدالعزیز الذی اشتہر فی ہذہ الدیار کالشّمس علی نصف النہار کان ولیالی ولجمیع آبائنا واجدادنا وامہاتنا واجداتنا واخوتنا واخواتنا واولادنا واولاد اولادنا وہلم جراواولاد اخوتنا واعمامنا وعماتنا کذلک وسائر ماًیتعلق بنا برحمتک یاارحم الرحمین آمین ثم آمین الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو عوام لوگ توشہ شیخ عبدالحق کا اپنے ذمہ مانتے ہیں اور حقہ نوش کو اس میں شریک نہیں کرتے اور اسی طرح کبار دین پیراں پیر کی اپنے ذمہ لازم جانتے ہیں اگر کسی نے امور مذکورۃ الصدر کے خلاف عمل کیا بعد ازاں اسکا کچھ نقصان ہوا تو کہا جاتا ہے کہ توشے یا کباردین کو تاریخ مقررہ پر ادا نہ کرنے سے شیخ عبدالحق یا پیران پیر نے اس کو نقصان پہنچایا آیا ایسا عمل کرنا گو بظاہر خدا کا نام بھی اس میں لیا جاوے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: ایسا فعل کرنے والے شرعاً مشرک ہیں۔ خدا کا نام جو بعض لوگ بروقت استفسار زبان پر لاتے ہیں محض ظاہر داری ہے ایک شخص نے نمبر وار گانوں کے پاس جا کر کہا کہ بیٹے ایک بکرا شیخ سدو کے نام کا دیتا ہے کوئی اس کو ذبح نہیں کرتا میں اسکا کیا علاج کروں نمبر دار نے کہا کہ میں تیرا بکرا ذبح کرا دیتا ہوں اسکو ساتھ مولانا

مولوی برخوردار صاحب مرحوم کے پاس جو بڑے زبردست اور بے ریا عالم تھے لے گیا اور کہا کہ یہ شخص اور بکرا ذبح کرانا چاہتا ہے کسی طالبعلم کو آپ فرمادیویں کہ بکرے کو ذبح کردے اپنے بکرے والے سے دریافت کیا کہ اس میں کس قدر گوشت ہوگا اس نے اندازہ کرکے بیان کردیا آپ نے ارشاد کیا کہ اسی قدر گوشت ہم سے لیجا اور بکرا زندہ ہم کو دیجا اس نے فوراً کہا کہ شیخ سدو مجھ کو ماریگا تب مولانا صاحب مرحوم نے اس نمبردار کی خوب زود کوب سے خبر لی اور کہا کہ تو حیلہ بنا کر برخوردار کا ایمان لینے آیا تھا القصہ غرض عوام کی تقرب بغیر اللہ کی ہوتی ہے ورنہ تخصیص ثواب شیخ عبدالحق وغیرہ خصوصیات کے مقرر کرنیکی کیا وجہ ہے خدا کے واسطے جو طعام پکایا جاوے اس میں حقہ وغیرہ کی پرہیز نہیں اور نہ کسی تاریخ کی اس میں حاجت ہے مجدد صاحب نے بھی ایسے فعل کو شرک قرار دیا ہے آپ مکتوبات میں یوں فرماتے ہیں حیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و برسر قبر ہائے ایشاں رفتہ ذبح میکنند در روایات فقیہہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند وازیں عالم است صیام نسا کہ بہ نیت پیران و بے بیان نگہدارند و در وقت افطار برائے ہر روزہ طعام خاص وضع مخصوص تعین مینہانید مطالب و مقاصد خدرا بایں روزہا مربوط میسازند و روائے حاجات خود از انہا میدانند ایں شرکت در عبادت است و حیلہ است آنچہ بعض از زنان در وقفہ اظہار شناخت ایں فعل گویند کہ با ایں روزہ را برائے خدا نگاہ میداریم و ثواب نرا بہ پیران می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعین ایام از برائے صیام چہ درکار است و تخصیص طعام و تعین اوضاع برائے چیست انتہی مختصراً پس جو کچھ مولوی محمد گل خان نے اپنے رسالہ براہین بینہ میں حیلہ سازیاں واسطے جواز ایسی نذروں کے بیان کی ہیں بالکل خلاف واقع اور لغو ہیں۔ واللہ اعلم

باسمہ سبحانہ: اجرت بہ خوندن قرآن گرفتن جائز است یا نہ جواب حکم اجرتیکہ حافظان قرآن برخواندنش میگیرند چند صورت وارد جداگانہ در ذہن خوہ منقسم باید فرمود ذغلط بناید گرو تا اشتباہ واقع نشود صورت اول آنکہ قرآن خواندہ خود را بعوض مبلغ گذابدت کسے بغیر و شبدا دیں صورت محض باطل است باجماع اہل سنت آرے نزد امامیہ رائج و متعارف است بلکہ ثواب روزہ حج و دیگر عبادات رامی فروشند دلیل بطلانش آنکہ حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال است و ثواب طاعات مال نیست بلکہ حقی است کہ برائی ایں شخص بحکم وعدہ الٰہی ثابت میشود و در حق مرد و زن و حق عیال و امثال ذلک جائز نیست۔ ضرورت دوم آنکہ شخصے را برائے ختم قرآن مزدور رگیرند و ثواب آن ختم مستاجر برسد و ایں صورت نزد حنفیہ جائز نیست و نزد شافعیہ تفصیل دارد و دلیل عدم جواز ایں صورت آنست کہ قاعدہ حنفیہ است کما فی شرح الوقایۃ وغیرہ الاصل عند ما انہ لا یجوز الاجارہ علی الطاعات و علی المعاصی لیکن لما وقع الفتور فی زماننا فی الامور الدینیۃ یفتی بصحتہا تعلیم

مولوی برخوردار صاحب مرحوم کے پاس جو بڑے زبردست اور بے ریا عالم تھے لے گیا اور کہا کہ یہ شخص اور بکرا ذبح کرانا چاہتا ہے کسی طالبعلم کو آپ فرمادیویں کہ بکرے کو ذبح کردے اپنے بکرے والے سے دریافت کیا کہ اس میں کس قدر گوشت ہوگا اس نے اندازہ کر کے بیان کردیا آپ نے ارشاد کیا کہ اسی قدر گوشت ہم سے لیجا اور بکرا زندہ ہم کو دیجا اس نے فوراً کہا کہ شیخ سدو مجھ کو ماریگا تب مولانا صاحب مرحوم نے اس نمبردار کی خوب زدوکوب سے خبر لی اور کہا کہ تو حیلہ بنا کر برخوردار کا ایمان لینے آیا تھا القصہ غرض عوام کی تقرب بغیر اللہ کی ہوتی ہے ورنہ تخصیص ثواب شیخ عبدالحق وغیرہ خصوصیات کے مقرر کرنیکی کیا وجہ ہے خدا کے واسطے جو طعام پکایا جاوے اس میں حقہ وغیرہ کی پرہیز نہیں اور نہ کسی تاریخ کی اس میں حاجت ہے مجدد صاحب نے بھی ایسے فعل کو شرک قرار دیا ہے آپ مکتوبات میں یوں فرماتے ہیں حیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و برسر قبرہائے ایشاں رفتہ ذبح میکنند در روایات فقیہہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند وازیں عالم است صیام نسا کہ بہ نیت پیران و بے بیان نگہدارند و در وقت افطار برائے ہر روزہ طعام خاص وضع مخصوص تعین مینہانید مطالب و مقاصد خدرا بایں روزہا مربوط میسازند و روائے حاجات خود از انہا میدانند ایں شرکت در عبادت است و حیلہ است آنچہ بعض از زنان در وقفہ اظہار شناخت ایں فعل گویند کہ با ایں روزہ را برائے خدا نگاہ میداریم و ثواب نرا بہ پیران می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعین ایام از برائے صیام چہ درکار است و تخصیص طعام و تعین اوضاع برائے چیست انتہی مختصراً پس جو کچھ مولوی محمد گل خان نے اپنے رسالہ براہین بینہ میں حیلہ سازیاں واسطے جواز ایسی نذروں کے بیان کی ہیں بالکل خلاف واقع اور لغو ہیں۔ واللہ اعلم

باسمہ سبحانہ: اجرت بہ خوندن قرآن گرفتن جائز است یا نہ جواب حکم اجرتیکہ حافظان قرآن برخواندنش میگیرند چند صورت وارد جداگانہ در ذہن خوہ منقسم باید فرمود ذغلط بناید گرو تا اشتباہ واقع نشود صورت اول آنکہ قرآن خواندہ خود را بعوض مبلغ گذابدت کسے بغیر و شبدادیں صورت محض باطل است باجماع اہل سنت آرے نزد امامیہ رائج و متعارف است بلکہ ثواب روزہ حج و دیگر عبادات رامی فروشند دلیل بطلانش آنکہ حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال است و ثواب طاعات مال نیست بلکہ حقی است کہ برائی ایں شخص بحکم وعدہ الٰہی ثابت میشود و درحق مرد و زن و حق عیال و امثال ذلک جائز نیست۔ ضرورت دوم آنکہ شخصے را برائے ختم قرآن مزدور رگیرند و ثواب آن ختم مستاجر برسد و ایں صورت نزد حنفیہ جائز نیست و نزد شافعیہ تفصیل دارد و دلیل عدم جواز ایں صورت آنست کہ قاعدہ حنفیہ است کما فی شرح الوقایۃ وغیرہ الاصل عند ما انہ لا یجوز الاجارہ علی الطاعات و علی المعاصی لیکن لما وقع الفتور فی زماننا فی الامور الدینۃ یفتی بصحتہا تعلیم

مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی یافتم بتر کانقل کردم

باسمہ سبحانہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر نابالغوں کے رشتہ داروں میں چچا جدی اور نانی اور عمہ موجود ہیں۔ شرعا ولایت نکاح کی کسی کو ہے اور والدین ان کے فوت ہو گئے ہیں ان لڑکیوں کے رشتہ داروں میں سے صرف تین کس زندہ ہیں۔

جواب: اللہم ارنا الحق حق والباطل باطلا: صورت مذکورہ بالا میں ولایت نکاح کی صرف چچا جدی کو ہی کیونکہ چچا جدی عصبہ ہے اور عصبہ کی ہوتی ہوئی ماں اور نانی اور پھوپھی وغیرہ کو شرعاً نکاح کرانیکا مطلقاً اختیار نہیں قال فی الدار المختار الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلاتوسط انثی علی ترتیب الارث واحب انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک سو روپیہ مہر مقرر کیا اور یہ اقرار کیا کہ میں بخانہ ساس خانہ داود رہونگا بلا رضامندی نہ وجہ ساس اپنی کے علیحدہ نہ ہوگا اگر اپنی زوجہ کو بخانہ ساس چھوڑ کر چلا جاؤں اور ساس اپنی کو دو روپیہ ماہوار ادا نہ کروں تو عورت سے بیدعوی ہونگا تجھ کو زوجیت کا دعوٰی نہ ہوگا اگر اقرار کنندہ ایک ماہ بموجب اقرار نامہ کے عمل کر کے بعدازاں برعکس ہو جاوے تو عورت مذکورہ پر شرعاً طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مہر زوجہ کا شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: اقرار اپنے پر عمل نہ کرنے سے زوجہ اسکی پر شرعا طلاق واقع ہوگئی ایسی طلاق کو شرعا طلاق معلق کہتی ہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے یقع المعلق اذا وجد الشرط یعنی درمختار میں ہے کہ شرط کی پائی جانے سے طلاق عورت پر پڑ جاتی ہے اگر مابین عورت اور شوہر کے وجود شرط میں اختلاف ہو تو وہاں عورت کے گواہ شرعا لینے چاہیں اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں شوہر کو حلف کرنا پڑے گا درمختار میں ہی فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول قولہ مع الیمین الا اذا برہنت بر تقدیر ثبوت طلاق کل مہر کا ادا کرنا شوہر پر شرعا لازم ہوگا جیسا کہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ خادم الطلبا محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنے پسر یا دختر کو اپنی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں سے ہبہ کر دیا آیا بعدازاں اپنی جائیداد موہوبہ کو واپس شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں۔ فقط بینوا توجروا۔

جواب: اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا: جو شے والد اپنی اولاد کو ہبہ کر دے اور اولاد اس پر قابض ہو جاوے وہ ہبہ شرعا

واپس نہیں ہوسکتا جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔ والقاف القرابتہ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا اومستامنا لا یرجع انتہی یعنی اپنے قریبی ذی رحم محرم کو جو شخص ہبہ کر دے اگرچہ وہ کافر ہو اس سے واپس نہیں لے سکتا واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔